اللہ جل جلالہ

خطباتِ فقیر

جلد گیارہ

- اسماء الحسنٰی کے معارف
- عشق و مستی کا سفر
- حکم خدا کی اہمیت
- محنت و ریاضت
- طالب علم کی شان
- اذان کے فضائل
- روزہ اور تراویح کے جسمانی فوائد

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مفکرِ اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ، فیصل آباد

+92-041-2618003

خطباتِ فقیر

جلد ۱۱

از افادات

مجبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مرتب

محمد حنیف نقشبندی

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-618003

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	خطباتِ فقیر (جلد ۱۱)
ازافادات	حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
مرتب	محمد حنیف نقشبندی
ناشر	مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد
اشاعت اوّل	ستمبر 2004ء
اشاعت دوم	اپریل 2005ء
اشاعت سوم	جنوری 2006ء
اشاعت چہارم	دسمبر 2006ء
اشاعت پنجم	ستمبر 2007ء
اشاعت ششم	جون 2008ء
اشاعت ہفتم	مارچ 2009ء
اشاعت ہشتم	فروری 2010ء
کمپیوٹر کمپوزنگ	فقیر شاہد محمود نقشبندی
تعداد	1100

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
عرضِ ناشر	۱۰
پیش لفظ	۱۱
① اسماء الحسنٰی کے معارف	۱۵
محبتِ الٰہی فرضِ عین ہے	۱۵
عقل وبصیرت سے معرفت ملتی ہے	۱۶
جہنم میں بھیجنے سے بھی بڑی سزا	۱۷
جنت میں سب سے بڑا انعام	۱۸
خوشی کے آنسو	۱۹
خائفین کا مقام	۲۱
سالک کی ایک خاص نشانی	۲۲
عشق اور فسق کی طرف بلانے والے	۲۲
قدردانوں سے رب کی قدر پوچھو	۲۳
اسم جلالہ کے معارف	۲۴
کتاب ''فتح اللہ'' کا اجمالی تعارف	۲۵
قرآن مجید کا نچوڑ	۲۵
دومعرفوں کا متحمل نام	۲۷
بے نقطہ نام....توحید کا پیغام	۲۸
سب اشارے اللہ کی طرف	۲۸
تکمیل ایمان	۲۹
دوریاں ختم کرنے والا نام	۲۹
اسمِ ذات کی برکات	۳۱
اسمِ اعظم	۳۱
صوفی کی صفات	۳۶
یا اللہ کہہ کر پکارنے میں راز	۳۷
اسم ذات کے حروف کی معرفت	۳۸
ہاتھ کی انگلیوں سے اسم ذات کا نقش	۳۸
حضرت عبدالعزیز دباغؒ کا کشف	۳۹
اسم ذات کی انفرادیت	۴۰
اسمِ ذات کی برکت سے صور پھونکنے میں تاخیر	۴۰
اسمِ ذات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف	۴۱
اللہ کا نام لینے سے نور برستا ہے	۴۲
سورۃ مجادلہ کی ہر آیت میں اسم ذات لانے کی وجہ	۴۲
چالیس کے عدد کی برکتیں	۴۳
آہ اور اسمِ ذات	۴۴
اسمِ ذات کا استعمال	۴۵

عنوان	صفحہ نمبر
اسمِ ذات کی مٹھاس	۵۳
سکون کی تلاش	۵۶
عین الیقن کا مقام حاصل کرنے کی ضرورت	۵۸
اللہ اللہ کرنے کی مقدار	۵۸
وہ تجلی کی تاب نہ لا سکا	۵۹
آنسوؤں سے خوشبو	۶۰
منہ سے خوشبو	۶۰
اسمِ ذات کے لئے انا اور نحن کا استعمال	۶۱
پروردگارِ عالم کا اپنے عاشقوں سے پیار	۶۲
جنتیوں کے چار گروہ	۶۳
محبتِ الٰہی مانگنے کی تعلیم	۶۵
دنیا اور آخرت میں خوش خبری	۶۶
اسمِ ذات میں مشغولیت کی انتہا	۶۷
رحمان کی شان پوچھنا چاہو تو......	۶۷
پیاروں کی دلداری	۶۹
صفاتی ناموں کے معارف	۷۰
غلافِ کعبہ پر دو صفاتی ناموں کی کثرت	۷۱
حنان کا مفہوم اور معارف	۷۱
منان کا مفہوم اور معارف	۷۲
کریم کا مفہوم اور معارف	۷۳
رحمان اور رحیم کے معارف	۷۵
رحمتِ الٰہی کی انتہا.....!!!	۷۷
(۲) عشق و مستی کا سفر	۸۱
کائنات کی ابتدا	۸۱
محبوب کی نشانیوں سے سکون ملتا ہے	۸۲
ستاروں کا طواف	۸۳
وہ چیزیں جن سے دل نہیں بھرتا	۸۵
انسانی دلوں کا مقناطیس	۸۷
قبولِ اسلام کا ایک دلچسپ واقعہ	۸۸
ملتزم کی عظمت	۹۰
محبوبِ حقیقی کی یاد میں گنگنانے کا انداز	۹۱
انسانی دلوں کی واشنگ مشین	۹۱
حج کا فلسفہ	۹۲
سفرِ حج کی دشواریوں کی ایک جھلک	۹۳
اس قدر رغبت کا عالم.....!!!	۹۴
ایک بچے کے دل میں بیت اللہ شریف کی محبت	۹۵
حج محبت والوں کو نصیب ہوتا ہے	۹۵
ایک گوالے کا سچا جذبہ	۹۶
حضرت مدنیؒ کا سچا جذبہ	۱۰۱
محبتِ بلالی رضی اللہ عنہ کی ضرورت	۱۰۳

عنوان	صفحہ نمبر
بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ	۱۰۴
ایک عام دستور	۱۱۱
حج کا تعلق اعمال سے ہے	۱۱۲
عشاق کا مجمع	۱۱۵
حاجی کی دعا کا مقام	۱۱۶
دو کام ضرور کیا کریں	۱۱۷
سچے جذبے سے حج کی سعادت مانگئے	۱۱۷
③ حکم خدا کی اہمیت	۱۲۱
عاجزی کا دروازہ	۱۲۱
حکمِ خدا کی اہمیت	۱۲۲
جانوروں کی فرمانبرداری	۱۲۲
کتے کی وفاداری	۱۲۵
ایک نازک مسئلہ	۱۲۸
ایاز کے دل میں حکمِ شاہی کی قدر	۱۲۹
میں کس کا حکم توڑ رہا ہوں؟	۱۳۳
ایک شیطانی عمل	۱۳۴
معافی مانگنے میں عظمت ہے	۱۳۵
یہودیوں کا ایک بڑا جرم	۱۳۷
حقوق العباد معاف کروانے کی ضرورت	۱۳۸
گائے کا فیصلہ	۱۳۸
مجاہدین کا معافی مانگنا	۱۴۰
حضرت نوح علیہ السلام کا معافی مانگنا	۱۴۰
④ محنت و ریاضت	۱۴۵
محنت میں عظمت	۱۴۵
ادھار کی چیز کی قدر	۱۴۶
قابلِ رشک ذوقِ عبادت	۱۴۶
حضرت جرجانیؒ کا معمول	۱۴۷
شاگرد ہوں تو ایسے	۱۴۷
ایک حدیث سے چالیس مسائل کا جواب	۱۴۸
قرب سجدے سے ملتا ہے	۱۴۹
حضرت جویریہؓ کا ذوقِ عبادت	۱۴۹
نبوت کی سوچ اور اس کی پرواز	۱۵۱
اب تجھے نیند کہاں آئے......!!!	۱۵۴
رمی جمار کا مسئلہ اور شیطان سے نجات	۱۵۵
فتویٰ پڑھتے پڑھتے اللہ کو پیارے ہو گئے	۱۵۶
رابعہ بصریہ کا قابلِ رشک معمول	۱۵۶
محنت کی چکی	۱۵۷
حضرت شبلیؒ کے عظیم مجاہدے کی داستان	۱۵۸
مجاہدہ کسے کہتے ہیں؟	۱۶۸

عنوان	صفحہ نمبر
نفس کو پالنے والے	۱۶۸
اتباع سنت سے نفس مغلوب ہوتا ہے	۱۶۹
سنت کی محبوبیت	۱۷۰
تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام	۱۷۱
حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کا مجاہدہ	۱۷۲
خواجہ سراج الدینؒ کا مجاہدہ	۱۷۲
مخالفتِ نفس کے مجاہدے	۱۷۳
دو مجاہدوں میں چھوٹ	۱۷۳
عورتوں نے خدائی کا دعویٰ کیوں نہ کیا	۱۷۵
بسیار خوری کے واقعات	۱۷۶
برکات کا ظہور	۱۸۰
⑤ طالب علم کی شان	۱۸۷
علم ایک نور ہے	۱۸۷
طالب علم کی شان	۱۸۸
حقیقی طالب علم کون؟	۱۸۹
شمع علم کے گرد پروانوں کا جھرمٹ	۱۸۹
علمی پیاس کا لاجواب اظہار	۱۹۰
علم کے متلاشی ایسے بھی تھے.....!!!	۱۹۰
علمی پیاس کی عمدہ دلیل	۱۹۲
امام شافعیؒ کی درخواست	۱۹۲
علمی غیرت کا حیران کن واقعہ	۱۹۳
تشنگانِ علم کی سیرابی	۱۹۵
امام شافعیؒ امام مالکؒ کی خدمت میں	۱۹۷
امام بخاریؒ کا مجاہدہ	۱۹۸
علماء کی استقامت کو سلام	۱۹۸
طلب علم میں ایک شہزادے کا مجاہدہ	۲۰۱
اللہ کے ولی طلباء کی خدمت میں	۲۰۷
⑥ اذان کے فضائل	۲۱۳
اذان کی ابتداء	۲۱۳
بارگاہِ نبوت کے چار مؤذن	۲۱۴
عظمتِ الٰہی کا پرچار	۲۱۶
(۱) آگ کی طاقت	۲۱۶
(۲) پانی کی طاقت	۲۱۷
(۳) ہوا کی طاقت	۲۱۹
(۴) مٹی کی طاقت	۲۲۱
پروردگار کی عظمت کا خیال	۲۲۶
لمحہ فکریہ	۲۲۶
اذان کا جواب	۲۲۷
خواب میں اذان دینے کی مختلف تعبیریں	۲۲۸
ایک فقیہہ کا درجہ پانے والا لوہار	۲۲۹
ٹیلے کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا اجر	۲۳۰
اذان کا ادب بخشش کا سبب بن گیا	۲۳۱

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
احادیث مبارکہ میں اذان کی فضیلت	۲۳۱	شیر کی صحت کا راز	۲۵۷
صحابہ کرامؓ کے دل میں اذان دینے کا شوق	۲۳۴	مگرمچھ کی صحت کا راز	۲۵۷
اذان کا ایک دلچسپ سفر	۲۳۵	سستی کیوں پیدا ہوتی ہے؟	۲۵۸
عظمتِ الٰہی بیان کرنے کا ایک عجیب انداز	۲۳۷	مشاہیر اوران کی خوراک	۲۵۹
⑦ روزہ اور تراویح کے جسمانی فوائد	۲۴۳	وزن کم کرنے کا آسان نسخہ	۲۶۰
شہنشاہِ حقیقی کا براہ راست خطاب	۲۴۳	بھوک ختم ہونے کا احساس	۲۶۰
روزہ قربِ الٰہی کا ذریعہ	۲۴۵	سلمنگ کلب جانے کی ضرورت نہیں	۲۶۲
نصیحت آمیز قرآنی اسلوب	۲۴۶	تراویح کے جسمانی فائدے	۲۶۳
سالانہ روحانی ورکشاپ	۲۴۶	عبادت بھی ورزش بھی	۲۶۳
حصول علم کا درخشاں تصور	۲۴۷	دائمی خوبصورتی کا راز	۲۶۵
ایمان کی چار جنگ	۲۴۸	شوگر لیول کنٹرول کرنے کا ذریعہ	۲۶۶
قرآن و حدیث میں طب کے رہنما اصول	۲۵۰	رمضان المبارک کے لئے پلاننگ کی ضرورت	۲۶۸
زیادہ کھانے سے پیدا ہونے والی بیماریاں	۲۵۳	لیلۃ القدر پانے کا آسان طریقہ	۲۷۰
کم کھانے کی عادت ڈالئے	۲۵۴		
نبی اکرم ﷺ کا معمول	۲۵۴		
صحت مندی کا بہترین راز	۲۵۵		
پیغامِ عافیت	۲۵۶		
حقانیتِ اسلام کا ایک واضح ثبوت	۲۵۶		

عرض ناشر

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کے علوم ومعارف پر مبنی بیانات کو شائع کرنے کا یہ سلسلہ خطبات فقیر کے عنوان سے ۱۹۹۶ء بمطابق ۱۴۱۷ھ میں شروع کیا تھا اور اب یہ گیارہویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس طرح شاہین کی پرواز ہر آن بلند سے بلند تر اور فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی جاتی ہے کچھ یہی حال حضرت دامت برکاتہم کے بیانات حکمت ومعرفت کا ہے۔ ان کے جس بیان کو بھی سنتے ہیں ایک نئی پرواز فکر آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ کوئی پیشہ ورانہ خطابت یا یاد کی ہوئی تقریریں نہیں ہیں بلکہ حضرت کے دل کا سوز اور روح کا گداز ہے جو الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر آپ تک پہنچ رہا ہوتا ہے۔ دورانِ بیان رخِ انور پر فکر کے گہرے سائے زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں

میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ خانہ

''خطبات فقیر'' کی اشاعت کا یہ کام ہم نے بھی اسی نیت سے شروع کر رکھا ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کی اس فکر سے سب کو فکر مند کیا جائے۔ الحمد للہ کہ

ادارہ مکتبۃ الفقیر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کے ان بیانات کو کتابی صورت میں استفادہ عام کے لئے شائع کرتا ہے۔ ہر بیان کو احاطہ تحریر میں لانے کے بعد حضرت دامت برکاتہم سے اصلاح کروائی جاتی ہے، پھر کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کا کام بڑی عرق ریزی سے کیا جاتا ہے اور آخر پر پرنٹنگ اور بائنڈنگ کا پیچیدہ اور تکنیکی مرحلہ آتا ہے۔ یہ تمام مراحل بڑی توجہ اور محنت طلب ہیں جو کہ مکتبۃ الفقیر کے زیر اہتمام سرانجام دیئے جاتے ہیں پھر کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اشاعت کے اس کام میں کہیں کوئی کمی یا کوتاہی محسوس ہو یا اس کی بہتری کے لئے تجاویز رکھتے ہوں تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بارگاہ ایزدی میں یہ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہمیں حضرت دامت برکاتہم کے بیانات کی بازگشت پوری دنیا تک پہنچانے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اسے آخرت کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین بحرمت سید المرسلین ﷺ

ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی غفرلہ
خادم مکتبۃ الفقیر فیصل آباد

پیش لفظ

الحمد لله الذی نور قلوب العارفین بنور الایمان و شرح صدور الصادقین بالتوحید و الایقان و صلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد و علیٰ اله واصحابه اجمعین . اما بعد!

اسلام نے امت مسلمہ کو ایسے مشاہیر سے نوازا ہے جن کی مثال دیگر مذاہب میں ملنا مشکل ہے۔ اس اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صف اول کے سپاہی ہیں۔ جن میں ہر سپاہی اصحابی کالنجوم کے مصداق چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے، جس کی روشنی میں چلنے والے اھتدیتم کی بشارت عظمیٰ سے ہمکنار ہوتے ہیں اور رشد وہدایت ان کے قدم چومتی ہے۔ بعد ازاں ایسی ایسی روحانی شخصیات صفحہ ہستی پر رونق افروز ہوئیں کہ وقت کی ریت پر اپنے قدموں کے نشانات چھوڑ گئیں۔

عہد حاضر کی ایک نابغہ عصر شخصیت، شہسوار میدان طریقت، غواص دریائے حقیقت، منبع اسرار، مرقع انوار، زاہد زمانہ، عابد یگانہ، خاصہ خاصان نقشبند، سرمایہ خاندان نقشبند حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم العالی مادامت النہار والیالی ہیں۔ آپ منشور کی طرح ایک ایسی پہلو دار شخصیت کے حامل ہیں کہ جس پہلو سے بھی دیکھا جائے اس میں قوس قزح کی مانند رنگ سمٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کے بیانات میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ حاضرین کے دل موم

ہو جاتے ہیں۔ عاجز کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ ان خطبات کو تحریری شکل میں یکجا کر دیا جائے تو عوام الناس کے لئے فائدہ کا باعث ہوں گے۔ چنانچہ عاجز نے تمام خطبات شریف صفحۂ قرطاس پر رقم کر کے حضرت اقدس کی خدمت عالیہ میں تصحیح کے لئے پیش کئے۔ الحمدللہ کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ذرہ نوازی فرماتے ہوئے نہ صرف ان کی تصحیح فرمائی بلکہ ان کی ترتیب وتزئین کو پسند بھی فرمایا۔ یہ انہی کی دعائیں اور توجہات ہیں کہ اس عاجز کے ہاتھوں یہ کتاب مرتب ہوسکی۔

ممنون ہوں میں آپ کی نظر انتخاب کا

حضرت دامت برکاتہم کا ہر بیان بے شمار فوائد وثمرات کا حامل ہے۔ ان کو صفحات پر منتقل کرتے ہوئے عاجز کی اپنی کیفیت عجیب ہو جاتی اور بین السطور دل میں یہ شدید خواہش پیدا ہوتی کہ کاش کہ میں بھی ان میں بیان کردہ احوال کے ساتھ متصف ہو جاؤں۔ یہ خطبات یقیناً قارئین کے لئے بھی نافع ہوں گے۔ خلوص نیت اور حضور قلب سے ان کا مطالعہ حضرت کی ذات بابرکات سے فیض یاب ہونے کا باعث ہوگا۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ سے کوشش کو شرف قبولیت عطا فرما کر بندہ کو بھی اپنے چاہنے والوں میں شمار فرمالیں۔ آمین ثم آمین

فقیر محمد حنیف عفی عنہ

ایم اے۔ بی ایڈ

موضع باغ، جھنگ

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا

(الاعراف: ۱۸۰)

اسماء الحسنٰی کے
معارف

بیان حضرت اقدس

مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

دامت برکاتہم

اقتباس

دیکھو کہ گولی سے شیر مر جاتا ہے لیکن اسی گولی کو غلیل میں رکھ کر ماریں تو شیر تو کیا چڑیا بھی نہیں مرتی۔ البتہ بندوق میں ڈال کر ماریں گے تو شیر بھی مرے گا اور ہاتھی بھی۔ اسی طرح اسم اعظم تو ''اللہ'' ہی ہے۔ یہ جھوٹی زبانوں سے نکلے گا تو اثر نہیں ہوگا۔ جس منہ سے انسان چغل خوری کرتا ہے، بہتان لگاتا ہے، دوسروں کے بارے میں بدزبانی اور بدکلامی کرتا ہے ایسی زبان سے یہ لفظ نکلے گا تو اس کی برکتیں ظاہر نہیں ہوں گی۔ برکتوں کے ظاہر ہونے کیلیئے زبان ٹھیک ہونی چاہیئے۔ اسمِ اعظم تو اللہ ہی ہے لیکن جب کسی سچی زبان سے نکلے تو پھر اس کا اثر ہوتا ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

اسماءالحسنٰی کے معارف

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى...... اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْيَرَوْنَ
الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ.(البقرة :١٦٥)

......وقال الله تعالىٰ فى مقام اٰخر ......

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان : ۵۹ ا)

......وقال الله تعالىٰ فى مقام اٰخر ......

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ١٨٠)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَo وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَo
وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

محبتِ الٰہی فرضِ عین ہے

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ

[اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے]

اس کا با محاورہ ترجمہ کیا جائے تو یوں بنے گا

[ایمان والے اللہ رب العزت کی محبت میں سرشار ہوتے ہیں]

اللہ رب العزت سے محبت کرنا فرض عین ہے۔ یہ ایمان کی بنیاد ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات فرماتے تھے کہ جس شخص نے اللہ رب العزت کو پہچانا وہ اس سے محبت کیے بغیر نہیں رہ سکتا اور جس نے دنیا کی حقیقت کو پہچانا وہ اس سے نفرت کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتب سابقین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! میں تجھے دوست رکھتا ہوں اپنے اس حق کے سبب سے جو تجھ پر ہے اب تو بھی مجھے اپنا دوست بنالے۔ یہ محبت کا راستہ شارٹ کٹ ہے۔

؎ راہ برسوں کی طے ہوئی پل میں
عشق کا ہے بہت بڑا احسان

جو انسان عشق کے پروں سے اڑتا ہے اس کے لئے وصول الی اللہ کا راستہ بہت چھوٹا بن جاتا ہے۔

عقل وبصیرت سے معرفت ملتی ہے

سائنس کہتی ہے کہ انسان کے پانچ حواس ہیں۔ جبکہ علماء کے نزدیک چھ حواس ہیں۔ پانچ حواس تو وہ ہیں جو سائنس بھی مانتی ہے۔

(۱) قوتِ باصرہ...... دیکھنے کی قوت

(۲) قوتِ سامعہ...... سننے کی قوت

(۳) قوتِ شامہ...... سونگھنے کی قوت

(۴) قوتِ ذائقہ...... چکھنے کی قوت

(۵) قوتِ لامسہ...... محسوس کرنے کی قوت

ایک اور حس بھی ہے جس کو ''عقل وبصیرت'' کہتے ہیں۔ سائنس اسے نہیں مانتی، ہم مانتے ہیں۔ یہ چھٹی حس سب سے اعلیٰ حس ہے کیونکہ پانچ حواس میں تو جانور بھی شامل

ہیں۔انسان کی امتیازی شان چھٹی حس کی وجہ سے ہے۔

ہر حس کی اپنی لذتیں ہیں۔عقل وبصیرت والی حس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے اور معرفت کی لذتیں سب سے زیادہ ہوتی ہیں۔مثال کے طور پر ایک آدمی بہت ہی خوبصورت پھول دیکھتا ہے تو وہ اپنی بینائی کے بقدر اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔جس کی بینائی ٹھیک ہوگی وہ تو اس کے شیڈ کو دیکھ کر اور بھی خوش ہوگا اور جس کی بینائی ٹھیک نہ ہو، اسے پانچ نمبر کا چشمہ لگا ہوا ہو اور اس وقت اس کے پاس چشمہ بھی موجود نہ ہو تو اس کو پھول پوری طرح نظر نہیں آئے گا۔ پھول کی خوبصورتی وہی ہے۔جو اس کے حسن کو باریکی سے دیکھ رہا ہوتا ہے وہ لذت پا رہا ہوتا ہے اور جس کے سامنے اس کے حسن کی حقیقت نہیں کھلی ہوتی، وہ آدمی لطف اندوز ہونے سے قاصر ہوتا ہے۔

اسی طرح جس انسان کو اللہ رب العزت کی معرفت حاصل ہو جائے اس کو وہ لذتیں ملتی ہیں جو کسی اور طریقے سے ملنا ممکن نہیں ہوتیں۔

جہنم میں بھیجنے سے بھی بڑی سزا

قیامت کے دن سب سے بڑی سزا یہ ہوگی کہ اللہ رب العزت نافرمانوں کو اپنے دیدار سے محروم فرمائیں گے۔ یہ جہنم میں بھیجنے سے بھی بڑی سزا ہے۔اللہ رب العزت اس کے ساتھ ہم کلامی سے بھی انکار فرما دیں گے۔چنانچہ ارشاد فرمائیں گے:

اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (المؤمنون:۱۰۸)

[پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اس میں اور مجھ سے گفتگو مت کرو]

اس کے بعد ان میں سے کوئی بندہ اللہ رب العزت سے ہم کلامی نہیں کر سکے گا۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (آل عمران:۷۷)

[نہ ہم کلام ہوگا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی موجودگی میں یہ آیت پڑھی

كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْن. (مطففین:۱۵)

[مجرم لوگ قیامت کے دن اس حال میں ہوں گے کہ ان کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہوگا]

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت سنی تو آپ کو رونا آ گیا۔

جنت میں سب سے بڑا انعام

اللہ رب العزت کا کسی بندے کو اپنے دیدار سے محروم کر دینا سب عذابوں سے بڑا عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنا دیدار کرا دینا سب انعامات سے بڑا انعام ہے۔ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ جنتی لوگوں کو بڑا انعام یہی ملے گا۔ چنانچہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُوْنَ عَلَى الْجَبَّارِ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ فَيَقْرَءُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآن.

[بے شک جنتی لوگ اللہ رب العزت کے حضور دن میں دو مرتبہ پیش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان (جنتیوں) کو خود قرآن سنائیں گے]

وہ مجلس کیسی ہوگی اور اس کے لطف اور مزے کیسے ہوں گے......!!!

آج جب کوئی اچھا قاری قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل پر عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جب اللہ رب العزت اپنا کلام خود سنائیں گے اور ایمان والے سننے والے ہوں گے تو سوچئے کہ اس وقت لذت کا کیا عالم ہوگا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو ان میں سے بعض کو اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوگا۔

وُجُوۃٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (القیمۃ:۲۳/۲۲)

[کئی چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے]

قیامت کے دن مصیبت کا ان پر کوئی غم نہ ہوگا۔

لَا یَحۡزُنُھُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ

[نہ غم ہوگا ان کو بڑی گھبراہٹ میں]

تو جنت میں سب سے بڑی لذت والی چیز اللہ رب العزت کا دیدار ہوگا۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ نَھَرٍ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ ؕ

[بے شک متقین باغوں میں ہونگے اور نہروں میں سچے ٹھکانے میں اقتدار والے بادشاہ کے پاس] (القمر ۵۵)

آج دنیا کے بادشاہ جلوہ افروز ہوں تو محفل سجاتے ہیں اور جب مالک الملک جلوہ افروز ہوں گے تو کیسی محفل سجی ہوگی۔ اس لئے اللہ رب العزت کا قرب اور اس کے دیدار کی لذت پانے کی دعائیں اکثر کرنی چاہئیں۔ رابعہ بصریہ ؒ کو کسی نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت عطا فرمادے۔ انہوں نے آگے سے جواب دیا:

الجار ثم الدار [(پہلے) پڑوسی پھر گھر]

یعنی گھر کی دعا بعد میں کرنا پہلے پڑوسی کی بات کرنا کہ میرا پڑوسی کون بنے گا۔

خوشی کے آنسو

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ

[اور اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے]

اللہ رب العزت کا راضی ہو جانا مؤمن کے لئے سب سے بڑی خوشی کی بات ہوتی

ہے۔ جب انسان کو بڑی خوشی ملتی ہے تو اس کی آنکھوں سے خوشی کے بھی آنسو نکل آتے ہیں۔ کسی عارف نے ایک پتھر کو دیکھا۔ وہ رو رہا تھا۔ پوچھا، کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا، اسلئے روتا ہوں کہ کہیں جہنم کا ایندھن نہ بنا دیا جاؤں۔ انہوں نے دعا کر دی کہ اے اللہ! آپ اس پتھر کو جہنم کا ایندھن نہ بنائیے گا۔ ان کی دعا قبول ہوگئی۔ ان بزرگوں نے اسے خوش خبری سنا دی اور آگے چلے گئے۔ جب وہ بزرگ واپس آئے تو دیکھا کہ وہ پھر رو رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پھر پوچھا کہ پہلے تو اس لئے رو رہے تھے کہ کہیں تمہیں جہنم کا ایندھن نہ بنا دیا جائے، اب کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا، حضرت! پہلے خوف کا رونا تھا اور اب خوشی سے رو رہا ہوں کہ میرا مالک مجھ سے راضی ہوگیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب ؓ بیٹھے تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بلا کر فرمایا کہ مجھے سورۃ بینۃ سناؤ۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مجھے سورۃ بینۃ سناؤ۔ وہ بڑے سمجھدار تھے۔ چنانچہ آگے سے پوچھنے لگے، اے اللہ کے محبوب ﷺ!

أَ اللّٰهُ سَمَّانِيْ ؟

[کیا اللہ رب العزت نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟]

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

نَعَمَ اللّٰهُ سَمَّاکَ

ہاں، اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر فرمایا ہے کہ ابی بن کعب ؓ سے کہو کہ قرآن سنائے۔ محبوب! آپ بھی سنیں گے اور میں پروردگار بھی سنوں گا۔ یہ سن کر ابی بن کعب ؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ان کا یہ رونا خوشی کا رونا تھا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

سیدنا صدیق اکبر ؓ تشریف فرما ہیں۔ ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔ سب کچھ محبوب

ﷺ کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں ۔ اوپر سے حضرت جبرئیل علیہ السلام اترتے ہیں۔ جبرئیل امین نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ ! مجھے اللہ رب العزت نے بھیجا ہے۔ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل سے اتنا خوش ہیں کہ انہوں نے آسمان کے سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح ٹاٹ کا لباس پہنو۔ اسی لئے میں بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جاؤ، پوچھ کر آؤ کہ کیا ابوبکر اس حال میں بھی مجھ سے خوش ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے، ''میں اپنے رب سے ہر حال میں راضی ہوں'' اللہ اکبر۔

خائفین کا مقام

جس بندے کے دل میں یہ غم لگا ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں ۔ اس مقصد کے لئے وہ گناہوں سے بچے اور اپنے دل میں اللہ رب العزت کا خوف رکھے ۔ اللہ رب العزت ایسے بندے کو جنت عطا فرمائیں گے۔

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى . (النازعات: ۴۰۔۴۱)

[اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے آپ کو خواہشات نفس سے بچایا، بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے]

سبحان اللہ، عام مؤمنین کو ایک جنت اور خائفین کو اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائیں گے ۔ لوگوں نے ایک گھر بنایا ہوتا ہے اور ایک مہمان خانہ ۔ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خائفین کو اس طرح باجماعت جنت میں جانے کی توفیق عطا فرمائیں گے کہ انکا اپنا گھر علیحدہ ہوگا اور ان کی مہمان نوازی کا سلسلہ علیحدہ ہوگا۔

سالک کی ایک خاص نشانی

کسی شاعر نے کہا،

ہمہ شہر پُر زِ خوباں منم خیالِ ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نہ کند بہ کس نگاہے

[سارا شہر حسینوں سے بھرا پڑا ہے۔ میں ہوں اور میرے محبوب کا خیال ہے۔ میں کیا کروں۔ کہ جو آنکھ صرف ایک کو دیکھنے کی عادی ہو وہ کسی اور کی طرف اٹھتی ہی نہیں]

سالک بھی حقیقت میں یک بیں ہو جاتا ہے...... کیا مطلب؟...... مطلب یہ ہے کہ اس کی نگاہیں فقط اپنے مطلوب پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ اللہ رب العزت ہی اس کا مطلوبِ حقیقی اور مقصودِ حقیقی بن جاتا ہے۔ یہ سالک کی ایک خاص نشانی ہے۔ اس کے دل سے یہ نکلتا ہے:

''خداوندا! مقصودِ من توئی و رضائے تو مرا محبت و معرفت خود بدہ''

[یاالٰہی! تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں، تو مجھے اپنی محبت و معرفت عنایت فرما دے]

عشق اور فسق کی طرف بلانے والے

اس دنیا میں دو سوچیں رکھنے والے انسان ہیں۔ ایک طرف دنیا دار ہیں...... دنیا کی طرف بلانے والے...... فلموں میں کام کرنے والے...... گانا گانے والے...... دنیا کے متوالے...... کبھی ان کی شکلیں دیکھا کریں کہ ان پر کیسے نحوست برس رہی ہوتی ہے...... دوسری طرف انبیائے کرام اور ان کے غلام ہیں۔ یہ لوگ اللہ رب العزت کے عشق کی طرف بلاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ عشقِ حقیقی ہی عشق ہے اور عشقِ مجازی فسق ہے۔

انبیائے کرام عشق کی طرف بلاتے ہیں اور اہل دنیا فسق کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ والوں کے چہروں پر رحمتیں برس رہی ہوتی ہیں جب کہ دنیا والوں کے چہروں پر نحوست برس رہی ہوتی ہے۔ شیطان ان کے سامنے ان کے برے عملوں کو بھی اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا

[پس کیا وہ شخص جس کے سامنے اس کے برے عمل مزین کر دیئے جائیں۔ پس وہ ان کو اچھا سمجھے]

اللہ والے کہتے ہیں کہ محنت کرو اور رب کو مناؤ، جب کہ دنیا دار کہتے ہیں کہ کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم محنت کر کے اپنے رب کو منانے کی کوشش کریں۔

قدردانوں سے رب کی قدر پوچھو

اللہ رب العزت کی محبت کی باتیں بھی عجیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:۵۹)

[رحمان کے بارے میں جاننے والوں سے پوچھو]

ایک بادشاہ نے لیلیٰ کے بارے میں سنا کہ مجنوں اس کی محبت میں دیوانہ بن چکا ہے۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں لیلیٰ کو دیکھوں تو سہی۔ چنانچہ جب اس نے دیکھا تو اس کا رنگ کالا تھا اور شکل بھدی تھی۔ وہ اتنی کالی تھی کہ اس کے ماں باپ نے لیلیٰ (رات) سے مشابہت کی وجہ سے اس کو لیلیٰ (کالی) کا نام دیا۔ لیلیٰ کے بارے میں بادشاہ کا تصور یہ تھا کہ وہ بڑی نازنین اور پری چہرہ ہوگی مگر جب اس نے لیلیٰ کو دیکھا تو اسے کہا،

از دگر خوباں تو افزوں نیستی

[تو دوسری عورتوں سے تو زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے۔]

جب بادشاہ نے یہ کہا تو لیلیٰ نے آگے سے جواب دیا:

گفت خامش تو چوں مجنوں نیستی

[خاموش ہو جا، تیرے پاس مجنوں کی آنکھ نہیں ہے اگر مجنوں کی آنکھ ہوتی تو تجھے دنیا میں میرے جیسا خوبصورت کوئی نظر نہ آتا]

دیکھنے والی آنکھ ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم رب رحمان کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو تو دنیا داروں سے مت پوچھو، ان کو کیا پتہ...... پھول کے بارے میں کوئی پوچھنا چاہے تو بلبل سے پوچھے گدھ کو کیا پتہ، جس کے دماغ میں مردار کی بدبو بھری ہوتی ہے، اس کا پھول کی خوشبو سے کیا واسطہ...... اللہ رب العزت نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ تم رب رحمان کے بارے میں جاننے والوں سے پوچھو۔ گویا اللہ رب العزت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم رب رحمان کی قدر اور شان قدر دانوں سے پوچھو۔

اسم جلالہ کے معارف

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِلّٰهِ الْاَ سْمَآءُ الْحُسْنیٰ فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:۱۸۰)

[اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے نام ہیں، پس تم اسے ان (ناموں سے) پکارو]

اللہ رب العزت کا ایک ذاتی نام ہے اور باقی صفاتی نام ہیں۔ ذاتی نام اللہ ہے۔ اس نام کو اسم جلالہ اور سید الاسماء بھی کہتے ہیں۔ ننانوے صفاتی نام وہ ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے اور احادیث میں ان کے علاوہ بھی کئی نام آئے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی انتہا نہیں اس لئے اس کے صفاتی ناموں کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اسی

لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا مانگی،

''اے اللہ! میں تیرے ہراس نام سے دعا مانگتا ہوں جس کا علم تو نے اپنے رسولوں کو دیا، یا اپنے ملائکہ کو دیا، یا جس کا علم تو نے کسی کو نہیں دیا فقط تیرے اپنے پاس موجود ہے، اے اللہ! میں تیرے ان ناموں سے بھی تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔''

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے،

جس کے ناموں کی نہیں ہے انتہا
ابتدا کرتا ہوں اس کے نام سے

کتاب ''فتح اللہ'' کا اجمالی تعارف

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' بڑی معرفتوں کا حامل ہے۔ اس پر مجھے عربی زبان میں لکھی ہوئی کتاب پڑھنے کا موقع ملا، جس کا نام ''فتح اللہ'' تھا۔ وہ کتاب ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کے معارف بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن مجید کا نچوڑ

اللہ کا لفظ قرآن مجید کا نچوڑ ہے...... ایک علمی نکتہ ذہن میں رکھئے، قرآن مجید کی سورتوں کی تین اقسام ہیں۔ سورۃ مجادلہ کی ہر ہر آیت کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے۔ دوسری وہ سورتیں ہیں جن میں ہر دوسری تیسری آیت کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے۔ جیسے سورۃ الرحمٰن۔ اس سورۃ کی ہر دوسری تیسری آیت کے بعد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ والی آیت آتی ہے۔ رب کا لفظ بار بار آیا ہے، یہ بھی اللہ کا نام ہے، جو بقیہ سورتیں ہیں اگر ان پر بھی غور کیا جائے تو ہر پانچ سات آیتوں کے بعد اللہ رب العزت کا

نام آتا ہے۔

لفظ ''اللہ'' قرآن مجید میں چھ سو اٹھانوے (۶۹۸) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔اس کے علاوہ ایک مرتبہ تعوذ میں اور ایک مرتبہ تسمیہ میں، اگر ان دو کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو کل سات سو مرتبہ بنتا ہے۔ الرحمٰن اور الرحیم کے الفاظ بھی متعدد بار استعمال ہوئے ہیں۔ البتہ رب کا لفظ سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ ہر چند آیتوں کے بعد آپ کو رب کا لفظ ملے گا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے نام کو ارادتاً بار بار استعمال فرمایا ہے تاکہ میرے بندوں کی زبان سے میرا نام بار بار نکلتا رہے۔ حالانکہ کئی جگہ پر آیات کا اسلوب بتاتا ہے کہ بات کسی اور انداز میں بھی ہو سکتی تھی، مگر اللہ رب العزت نے ایسے طریقے سے بات کی کہ اس کا نام بھی اس میں آ گیا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ [اور وہ لوگ عذاب کی جلدی کر رہے ہیں]

اب اس کا جواب یہ بھی دیا جا سکتا تھا کہ عذاب جلدی آئے گا، مگر فرمایا،

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَه (الحج:۴۷)

[اور وہ لوگ عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کا خلاف نہیں کریگا]

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ [یہ ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا]

اب اسلوب یہ بتا رہا ہے کہ یہ جہنم میں جائیں گے۔ مگر جواب کیا دیا گیا،

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (الانفال:۵۱)

[یہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے]

اللہ رب العزت نے یہاں بھی اپنا مبارک نام شامل فرما دیا۔

پھر ایک اور مقام پر فرمایا:

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ (یونس:۱۰۹)

[اور آپ اس کی اتباع کیجئے جو کچھ آپ کو وحی کے ذریعے عطا کیا گیا اور صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے]

ان آیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سنار نگینے کو فٹ کرتا ہے تو زیور کا حسن بڑھ جاتا ہے اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنے کلام کو اپنے نام کے نگینے کے ساتھ زینت بخش دی ہے۔

علماء نے یہاں ایک نکتہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو قرآن مجید کے ترجمے کا بالکل ہی پتہ نہ ہو مگر وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے تو چونکہ اس کی زبان سے بار بار اللہ کا لفظ نکل رہا ہوتا ہے اس لئے چند صفحات پڑھنے کے بعد اس کی زبان سے اتنی بار اللہ کا نام نکل آتا ہے کہ اس کو اللہ کے ذکر کا فائدہ تو نصیب ہو ہی جاتا ہے۔

حضرت مرشدِ عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بالفرض قرآن مجید کو کشید کیا جائے یعنی نچوڑا جائے تو جو ایک قطرہ نکلے گا وہ اللہ کا لفظ ہو گا۔ یعنی اللہ کا لفظ پورے قرآن مجید کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

دو معرفوں کا متحمل نام

یہ عجیب بات ہے کہ اللہ رب العزت کے نام کے شروع میں الف لام ہے، یہ معرفہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ کسی لفظ کو معرفہ بنانے کے لئے اس کے شروع میں الف لام لگا دیتے ہیں۔ اور جس لفظ پر الف لام لگا دیا گیا ہو اس پر حرف ندا ''یا'' براہ راست داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ الف لام بھی معرفہ بنانے کیلئے اور یا بھی معرفہ بنانے والا ہے۔ ہاں پوری عربی زبان میں صرف اللہ کا نام ایسا ہے کہ اس پر الف

لام بھی داخل اور یا بھی داخل ہوسکتا ہے۔ گویا کہ اللہ کا نام دومعرفوں کا متحمل ہے۔

بے نقطہ نام.....توحید کا پیغام

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اتنا بے عیب نام پسند کیا کہ اس نام کے کسی حرف پر نقطہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ توحید چاہتے تھے۔ اگر نام میں نقطہ آ جاتا تو شرک کرنے والے لوگ بھی کوئی جواز ڈھونڈ لیتے۔ اس لئے بتا دیا کہ اس کی ذات وصفات میں شرک کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کی ذات میں تم کوئی نقص نہیں نکال سکتے اور نہ کسی کو اس کی ذات میں شریک کر سکتے ہو۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور ہر شرک سے بالاتر ہے۔

سب اشارے اللہ کی طرف

''اللہ'' ایسا نام ہے کہ اگر اس نام کے حرفوں کو آپ جدا جدا کرتے جائیں تو بچنے والا نام بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ''اللہ'' کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی طرف ہے۔ اگر شروع والی الف ہٹا دیں تو باقی لفظ کو کیسے پڑھیں گے؟ ''لـلـه'' پڑھیں گے۔ اس کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (البقرہ:۲۸۴)

[اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے]

اگر پہلی لام بھی ہٹا دیں تو باقی ''لـه'' بچے گا۔ اس کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (البقرہ:۲۵۵)

[اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے]

اگر دوسری لام بھی ہٹا دیں تو باقی ''ہ'' بچے گا۔ اس کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی

طرف ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُو (الحشر:۲۲) [نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی]

قربان جائیں اس پروردگار پر جس نے اپنا ذاتی نام بھی وہ پسند کیا کہ اگر کوئی اس نام کے حروف کو جدا کر کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو ہر بچنے والا ٹکڑا اللہ رب العزت کی طرف اشارہ کرے گا۔

تکمیل ایمان

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ (الرحمٰن:۷۸)

[برکت والا نام ہے تیرے رب کا]

اللہ تعالیٰ خود بتا رہے ہیں کہ یہ نام برکت والا ہے۔اسی نام کی وجہ سے ہمیں ایمان نصیب ہوتا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی یوں کلمہ پڑھے،

لا اله الا الرؤف محمد رسول الله

لا اله الا الرحیم محمد رسول الله

لا اله الا الرحمن محمد رسول الله

تو وہ مسلمان نہیں ہوتا کیونکہ صفاتی نام تو اوروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں مثلاً سمیع اور بصیر اوروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔جب تک وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ کر ذاتی نام نہیں لے گا تب تک اس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

دوریاں ختم کرنے والا نام

یہ ایسا برکت والا نام ہے کہ جہاں آجاتا ہے وہاں فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور دوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔مثال کے طور پر ایک لڑکی نامحرم تھی،شریعت کہتی ہے کہ اس کی

طرف دیکھنا حرام ہے اور اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا حرام ہے، لیکن جب اسی لڑکی کو نکاح کے ذریعے قبول کر لیتے ہیں تو وہ اجنبیہ سب اپنوں سے بڑی اپنی بن جاتی ہے، حتیٰ کہ اسے زندگی کی ساتھی کہا جاتا ہے۔قرآن عظیم الشان نے کہا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ:۱۸۷)

[وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو]

ذرا غور کریں کہ جسم کے سب سے زیادہ قریب انسان کا لباس ہوتا ہے۔گویا بتایا گیا کہ خاوند کے سب سے زیادہ قریب اس کی بیوی اور بیوی کے سب سے زیادہ قریب اس کا خاوند ہوتا ہے..... یک جان دو قالب..... جسم دو ہیں اور دونوں کی جان ایک ہے۔یہ اتنا قرب کا تعلق کیسے ہوا؟ اللہ کے نام کی برکت کی وجہ سے۔قرآن عظیم الشان کہتا ہے:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَام (النساء:۱)

[اے لوگو! ڈرو اس رب سے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی نفس سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور پھیلائے ان دونوں میں بہت مرد اور عورتیں۔اور ڈرتے رہو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو۔اور لحاظ کرو قربت داری کا]

تساءل کسے کہتے ہیں؟ ایسی برکت والی ذات ہے کہ اس ذات کی برکت سے ہم آپس کی رشتہ داریاں قائم کرتے ہیں۔اگر اس کا نام درمیان میں نہ آتا تو نکاح بھی نہ ہوتا۔کتنا برکت والا ہے وہ نام کہ جب درمیان میں آتا ہے تو فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور اجنبی لوگوں کو ایک دوسرے کا اپنا بنا دیتا ہے۔نہ صرف یہی بلکہ جس کی طرف دیکھنا حرام تھا اس کی طرف دیکھنا کار ثواب بن جاتا ہے۔

اسمِ ذات کی برکات

اس نام کی برکتیں بہت ہیں لیکن سچی بات ہے کہ ہم ان برکتوں سے واقف نہیں ہیں اس لئے کہ ہم نے کبھی آزمایا ہی نہیں۔ اگر کبھی ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھ جائیں جنہوں نے اس نام کی برکتوں کو دیکھا بھالا ہوتا ہے تو وہ اس کے معارف ہمارے سامنے کھولیں گے کہ اس نام کی کیا برکت ہے۔

اسمِ اعظم

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام اسمِ اعظم ہے۔ اس نام کی برکت سے جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تحقیق کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذاتی نام ''اللّٰہ'' ہی اسمِ اعظم ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ وہ بھی یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسم ذات اللہ ہی اسم اعظم ہے۔ آصف بن برخیا کو اسم اعظم ہی معلوم تھا جسکی وجہ سے انہوں نے ملکہ بلقیس کا تخت منگوالیا تھا۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہر زبان اس قابل نہیں ہوتی کہ جب وہ اس نام کو لے تو ہر دعا قبول ہو جائے، البتہ کچھ زبانیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ایسا درجہ پالیتی ہیں کہ جب ان سے یہ اللہ کا لفظ نکلتا ہے تو پھر وہ اسمِ اعظم والا اثر دکھا دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے کو کہا کرتے تھے، **قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ** تو مردہ تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہو جاتا تھا.... اگر آج ہم **قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ** کہیں تو سویا ہوا بندہ نہیں جاگتا، مرا ہوا کیا زندہ ہوگا.... یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام استعمال کرتے تھے اور یہی الفاظ ہم کہتے ہیں، بلکہ اگر ہم لاکھ مرتبہ بھی کہیں تو مردہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ الفاظ وہی ہیں مگر زبان بدل گئی۔ وہ نبی کی زبان تھی اور یہ ہماری جھوٹی زبان ہوتی ہے جس کی وجہ سے اثر نہیں ہوتا۔

دیکھو کہ گولی سے شیر مر جاتا ہے لیکن اسی گولی کو غلیل میں رکھ کر ماریں تو شیر تو کیا چڑیا بھی نہیں مرتی۔ البتہ بندوق میں ڈال کر ماریں گے تو شیر بھی مرے گا اور ہاتھی بھی۔ اسی طرح اسم اعظم تو ''اللہ'' ہی ہے۔ یہ جھوٹی زبانوں سے نکلے گا تو اثر نہیں ہوگا۔ جس منہ سے انسان چغل خوری کرتا ہے، بہتان لگاتا ہے، دوسروں کے بارے میں بدزبانی اور بدکلامی کرتا ہے ایسی زبان سے یہ لفظ نکلے گا تو اس کی برکتیں ظاہر نہیں ہوں گی۔ برکتوں کے ظاہر ہونے کیلئے زبان ٹھیک ہونی چاہیئے۔ اسمِ اعظم تو اللہ ہی ہے لیکن جب کسی سچی زبان سے نکلے تو پھر اس کا اثر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر

(۱)...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں، تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ ثمامہ بن اثال جو اس وقت تک ایمان نہیں لایا تھا ادھر آنکلا۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو گولڈن چانس ہے، تلوار بھی ہے اور مسلمانوں کے پیغمبر بھی سوئے ہوئے ہیں، کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤں۔ چنانچہ وہ دبے پاؤں آیا اور اس نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ چاہتا تھا کہ وار کرے مگر اللہ کے محبوب ﷺ بیدار ہو گئے۔ جب اس نے آپ کو بیدار دیکھا تو کہنے لگا،

من یمنعک منی یا محمد ؟

(اے محمد ﷺ! آپ کو اب کون میرے ہاتھوں سے بچائے گا؟)

نبیعلیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ''اللہ''۔ اس لفظ میں ایسی تاثیر تھی کہ اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس نے کانپنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی۔ پھر نبی علیہ السلام نے تلوار اٹھائی اور فرمایا،

من یمنعک منی ؟

(اب تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟)

یہ سن کر وہ آپ ﷺ کی خوشامد کرنے لگا کہ آپ تو قریشی خاندان میں سے ہیں، بڑے اچھے اخلاق والے ہیں، دشمنوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور بلند ہمت ہیں ..... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، جا میں نے تجھے معاف کر دیا..... جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاف فرما دیا تو ثمامہ بن اثال کھڑا رہا۔ آپؐ نے پوچھا، ثمامہ! میں نے تجھے معاف کر دیا ہے، اب تم جاتے کیوں نہیں؟ اس نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ نے تو معاف کر دیا، اب کھڑا اس لئے ہوں کہ آپ مجھے کلمہ بھی پڑھا دیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی مجھے معاف فرما دیں۔ اللہ اکبر

(۲)...... ساتویں صدی ہجری میں تا تاریوں کا ایسا فتنہ اٹھا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں سے تخت و تاج چھین لیا تھا۔ اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کے پاس کہیں بھی حکومت نہیں رہی تھی ..... تا تاری اس قدر غالب آ گئے کہ بغداد میں ایک دن میں دو لاکھ مسلمانوں کو ذبح کر دیا گیا تھا ..... مسلمانوں پر ان کا اتنا ڈر اثر انداز تھا کہ ایک تا تاری عورت نے ایک مسلمان مرد کو دیکھا تو کہنے لگی، خبردار! مت ہلنا۔ وہ وہیں کھڑا رہا، وہ عورت گھر میں گئی اور خنجر لا کر اس نے اس مسلمان مرد کو قتل کر دیا ..... تا تاری جس شہر میں جاتے تھے مسلمان وہ شہر ہی خالی کر دیتے تھے۔

دربند ایک شہر کا نام ہے۔ ایک تا تاری شہزادہ اپنے گروپ کو لے کر وہاں پہنچا اور مسلمانوں نے وہ شہر خالی کر دیا۔ وہ مسکرا کر کہنے لگا کہ ہماری بہادری دیکھو کہ مسلمان ہمارا نام سنتے ہیں اور شہر خالی کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ پولیس نے اسے اطلاع دی کہ جناب! شہر میں ابھی تک دو بندے موجود ہیں۔ ایک سفید ریش بوڑھے آدمی ہیں اور ایک ان کا خادم لگتا ہے اور وہ دونوں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اس نے چونک کر کہا، کیا وہ ابھی نہیں نکلے؟ بتایا گیا کہ نہیں نکلے۔ کہنے لگا کہ انھیں زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے پیش کرو۔ پولیس گئی اور انھیں ہتھکڑیاں ڈال کر لے آئی اور انھیں شہزادے کے سامنے لا کر

کھڑا کر دیا .....ان کا نام شیخ احمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور یہ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے .....شہزادے نے کہا، تمہیں پتہ نہیں تھا کہ میں اس شہر میں آ رہا ہوں۔فرمایا، پتہ تھا۔ کہنے لگا، پھر شہر سے نکلے کیوں نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم کیوں نکلتے، ہم تو اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔وہ طیش میں آ کر کہنے لگا، اب تمہیں میری سزا سے کون بچائے گا؟..... جب اس نے یہ کہا تو حضرت دربندیؒ نے جوش میں آ کر کہا، اللہ۔جیسے ہی انہوں نے اللہ کا لفظ کہا، ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں ٹوٹ کر نیچے گر پڑیں.....جب شہزادے نے یہ منظر دیکھا تو وہ سہم گیا اور کہنے لگا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔چنانچہ وہ کہنے لگا، اچھا میں آپ کو اس شہر میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔

(۳)...... ہمارے علاقہ میں حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ نامی ایک مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ان کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے۔اس واقعہ کے سینکڑوں چشم دید گواہ موجود تھے.....ایک جگہ پر ہندو اور مسلمان اکٹھے رہتے تھے۔ایک امیر ہندو حضرت کی توجہ سے مسلمان ہو گیا۔ہندوؤں نے خواجہ صاحبؒ کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا کہ خواجہ صاحب ہندوؤں پر جادو کر کے مسلمان بنا دیتے ہیں۔جج بھی ہندو تھا۔حضرت کو جو پولیس گرفتار کر کے لائی وہ سب ہندو تھے۔حضرت جب جج کے سامنے پیش ہوئے۔ پولیس کے سپاہی اور تھانیدار نے حضرت کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔جج نے حضرت سے پوچھا کہ تو نے اس ہندو کو کیوں مسلمان کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو مسلمان نہیں کیا یہ تو خود مسلمان ہوا ہے۔جج نے اصرار کیا کہ نہیں تو نے مسلمان کیا ہے۔ آخر حضرت نے ہندو تھانیدار کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا کیا اس کو بھی میں نے مسلمان کیا ہے، ساتھ ہی لفظ ''اللہ'' کے ساتھ قلبی توجہ دی تو وہ فوراً کلمہ پڑھنے لگا۔اب دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا۔پھر اسی طرح آپ جس ہندو کی طرف بھی اشارہ کرتے وہ مسلمان ہو جاتا یوں وہاں کھڑے کھڑے پانچ ہندوؤں نے

کلمہ پڑھ لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر جج دوسرے کمرے میں چلا گیا کہ کہیں میری طرف بھی انگلی کا اشارہ نہ ہو جائے اور وہیں سے حکم سنایا کہ خواجہ صاحب کو باعزت بری کیا جاتا ہے۔ یہ اب یہاں سے چلے جائیں ...... سبحان اللہ، اللہ کے نام میں بڑی برکت ہے مگر افسوس کہ ہمیں یہ نام لینا نہیں آتا۔ سچی بات عرض کروں کہ یہ تو ایک (Blank) خالی چیک ہے، جو اس پر لکھ سکتے ہو لکھ دو۔

(۴)...... خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ وہ اسم ذات کے فضائل سنا رہے تھے، اس وقت کا مشہور فلسفی اور حکیم بوعلی سینا بھی وہاں پہنچ گیا۔ آپ فرما رہے تھے کہ اسم ذات سے انسان کی صحت میں برکت، انسان کے عمل میں برکت، انسان کے رزق میں برکت اور انسان کی عزت میں برکت ہوتی ہے۔ عقلی بندے تو عقلی ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس بیچارے کی عقل بھی پھنسی رہی۔ چنانچہ محفل کے اختتام پر اس نے حضرت سے پوچھا کہ جی اس ایک لفظ کا ذکر کرنے سے اتنی تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا، ''اے خر! تو چہ دانی''، یعنی اے گدھے! تجھے کیا پتہ''۔ اب جب ایک مشہور آدمی کو بھرے مجمع کے سامنے گدھا کہا گیا تو اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ حضرت بھی نباض تھے۔ لہٰذا جب انہوں نے اس کے چہرے پر پسینہ اترتے ہوتے دیکھا تو پوچھا، حکیم صاحب! پسینہ آ رہا ہے۔ وہ کہنے لگا، حضرت! کیا کروں، آپ نے بھرے مجمع میں لفظ ہی ایسا کہہ دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا، حکیم صاحب! میں نے بھرے مجمع میں ایک لفظ گدھا کہا اور اس کی وجہ سے تمہارے تن بدن میں تبدیلی آ گئی، کیا اللہ کے لفظ میں اتنی تاثیر بھی نہیں کہ وہ بندے کے دل میں تبدیلی پیدا کر دے۔

ہر چیز کا اثر ہوتا ہے۔ کھٹاس کا نام دو تین دفعہ لیں تو منہ میں پانی آ ہی جائے گا۔ مٹھاس کا نام لیں تو ماشاء اللہ منہ میں میٹھا پن محسوس ہوگا۔ اگر کھٹاس اور مٹھاس کے نام کی لذت بندہ محسوس کرتا ہے تو کیا اللہ کے نام کی لذت محسوس نہیں کر سکتا۔ محسوس کرتا ہے مگر

وہی جس نے محبت کی ہو۔ ہر بندے کو یہ لذت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی لذت ہمارے مشائخ کو ملی۔ ان کی زندگیاں ہمارے لئے منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی

یہ لوگ **الخلوۃ فی الجلوۃ** کا مصداق بن جاتے ہیں۔ وہ جلوت میں بیٹھ کر خلوت کے مزے پاتے ہیں...... یہ **الخلوۃ فی الجلوۃ** کب نصیب ہوتا ہے؟...... انسان کو یہ ذکرِ الٰہی سے نصیب ہوتا ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جلوہ بھی اسی سے نصیب ہوتا ہے۔

صوفی کی صفات

ہمارے مشائخ نے فرمایا:

اَلصُّوفِی کَائِنٌ بَائِنٌ

[صوفی کائن بائن ہوتا ہے]

صوفی کا لفظ اس بندے کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اپنے دل کو صاف کرنے کا متمنی ہو۔ صوفی کا لفظ صفا سے لیا گیا ہے...... اگر اس کی تحقیق معلوم کرنی ہو تو تصوف و سلوک کی کتاب میں ایک مستقل باب ہے وہ پڑھ لیجئے...... کائن بائن کا کیا مطلب ہے؟

کائن مع الخلق من حیث الظاھر و بائن منھم من حیث الباطن

[ظاہر میں مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے اور باطن میں مخلوق سے کٹا ہوا ہوتا ہے]

بعد میں فرمایا:

الصوفی غریبٌ قریبٌ ۔ای غریب بین اھلہ و اصحابہ من حیث توحش باطنہ عنھم و قریب منھم من حیث تعلق ظاھرہ معھم .

[صوفی دور ہوتا اور قریب ہوتا ہے۔ یعنی اپنے گھر والوں سے اور دوستوں سے

دور ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ اس کا باطن ان سے کٹا ہوتا ہے۔ اور ان سے قریب ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ ظاہری تعلق ان سے رہتا ہے]

یعنی ظاہر میں ان کے ساتھ الفت ہوتی ہے قریب ہوتا ہے اور باطن میں سب سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔ ایک اللہ سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو مقامِ تبتل نصیب ہوتا ہے۔ وہ مخلوق سے کٹ جاتا ہے اور اپنے خالق سے جڑ جاتا ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا،

الصوفی فرشیٌّ عرشیٌّ

[صوفی فرشی اور عرشی ہوتا ہے]

یعنی جسم کے اعتبار سے فرش پر ہوتا ہے اور اپنی روح کے اعتبار سے عرش پر ہوتا ہے۔ یہ اللہ وہ نام ہے جو بندے کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتا ہے۔

یا اللہ کہہ کر پکارنے میں راز

یاد رکھیں کہ یا اللہ کہہ کر پکارنے میں زیادہ مزہ ہے ...... کیوں ؟...... اس میں کیا حکمت اور راز ہے؟...... اگر یا رحمٰن کہہ کر پکاریں گے تو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کو پکاریں گے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی باقی صفات نہیں آئیں گی۔ مثلاً ستاری اور غفاری وغیرہ کا ذکر نہیں آئے گا۔ اسی طرح اگر یا ستار کہہ کر پکاریں گے تو صرف صفتِ ستاری کی طرف اشارہ ہوگا باقی صفات کی طرف اشارہ نہیں ہوگا۔ پتہ چلا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکاریں تو صرف ایک صفت کی طرف اشارہ ہوگا لیکن جب مؤمن بندہ یا اللہ کہہ کر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ حروف ندا میں سے ''یا'' سب سے کامل ہے۔ یہ قریب اور بعید دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ واہ میرے مولا! ندا کا لفظ بھی ایسا ہے جو سب سے کامل ہے اور اسم ذات اللہ بھی ایسا ہے جو سب سے کامل ہے۔ گویا جب ہم یا اللہ کہتے ہیں تو اس وقت یہ بات مستحضر رکھیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو سامنے رکھ کر اسے پکار رہے ہوتے ہیں۔

اسم ذات کے حروف کی معرفت

اللہ کا لفظ لکھا جائے تو لکھنے میں چار حروف نظر آتے ہیں مگر ادا کرنے میں پانچ حروف ہیں۔ لکھنے میں الف، لام، لام اور ہا ہیں۔ لیکن حقیقت میں اس میں پانچ حروف ہیں۔ الف، لام، لام، پھر الف جو حذف ہو چکی ہے اور پھر آگے ہا۔ ہمارے اکابرین نے اس کی معرفت لکھی ہے۔

......الف سے اللہ۔ جو اسم مسمیٰ ہے۔ جس کا یہ اسم ہے وہ کون ہے؟ وہ اپنی ذات میں یکتا ہے۔

...... پہلا لام۔ جمال کا لام ہے۔ یعنی وہ اپنے جمال میں یکتا ہے۔

......دوسرا لام۔ جلال کا لام ہے۔ یعنی وہ اپنے جلال میں بھی یکتا ہے۔

......آگے پھر الف آ گیا جو حذف ہو چکا ہے۔

......آگے ''ھا'' ہے۔ یہ گول دائرہ بنا دیا گیا۔ یعنی اگر تم اس کی معرفت کو حاصل کرنے کے لئے ساری زندگی لگے رہو گے تو تم اس کی معرفت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ طوقِ عبودیت ہے۔ اس میں بندوں کے لئے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گلے میں اپنی بندگی کا طوق ڈال دیا ہے۔

ہاتھ کی انگلیوں سے اسم ذات کا نقش

آپ اس عاجز کی انگلیوں کی طرف دیکھیں۔ یہ اسم ذات ''اللہ'' بنتا ہے: الف، لام، لام اور ہا۔ اللہ کا لفظ ایسے ہی لکھا جاتا ہے۔ ہمارے مشائخ اللہ کے نام کی شکل انگلیوں سے بنا کر سالکین کے دل پر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاریؒ پر اللہ تعالیٰ نے یہ راز کھولا۔ وہ سالکین کے دل پر انگلی رکھ کر روحانیت سے اللہ کا لفظ کہتے تھے۔ منقول ہے کہ

كان ينقش اسم الله على قلوب السالكين

[وہ اللہ کا نام سالکین کے قلوب پر نقش کر دیا کرتے تھے]

سالک کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے میرے دل پر اللہ کا نام نقش کر دیا ہے۔ ان کا نام تو بہاؤالدین تھا مگر اس کی وجہ سے نقشبند مشہور ہو گئے۔ وہ دل میں اللہ کا نام نقش کر دیا کرتے تھے۔

اب یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے۔ آپ نے ویلڈنگ دیکھی ہوگی۔ جب دو ٹکڑوں میں ویلڈ کرنا ہو تو ایک راڈ ہوتا ہے جس کے وولٹیج بہت ہائی ہوتے ہیں۔ وہ جیسے ہی راڈ کو ہائی وولٹیج پر لگاتے ہیں تو Spark ہوتا ہے اور دو ٹکڑے آپس میں جڑ جاتے ہیں۔ اللہ والے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ ان کے اندر روحانیت کا ہائی وولٹیج ہوتا ہے۔ وہ انگلی کو راڈ بنا کر اللہ کی شکل بندے کے دل پر لگاتے ہیں تو اسے اللہ تعالیٰ کا تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس دل پر یہ انگلی لگ گئی اس کو ایمان کے بغیر موت نہیں آسکتی۔

حضرت عبدالعزیز دباغؒ کا کشف

اسی نام (اللہ) کے ساتھ اللہ کی ساری مخلوق ذکر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنی اسرائیل:۴۴)

[اور جو بھی کوئی چیز ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہے]

اس آیت کے تحت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کشف میں اس کو سننے کی سعادت عطا فرمائی۔ میں نے سنا کہ ہر چیز کا ایک ایک ذرہ ذرہ اللہ ربی، اللہ ربی کے نام سے اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔

اسمِ ذات کی انفرادیت

اللہ تعالیٰ کا یہ نام تاریخ انسانی میں کبھی بھی غیر اللہ کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ کئی لوگوں نے خدائی کے دعوے کئے مگر اللہ کا نام کوئی بھی اپنے لئے استعمال نہ کر سکا۔ اگر استعمال ہوا ہے تو فقط اللہ رب العزت کے لئے۔ فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ تو کیا مگر الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ میرے مالک! آپ کتنے عظیم ہیں کہ آپ نے اپنے نام کو اپنے لئے خالص فرما لیا۔

اسمِ ذات کی برکت سے صور پھونکنے میں تاخیر

حدیث پاک میں آیا ہے کہ دنیا اس وقت تک قائم رہے گی جب تک کہ ایک بندہ بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا۔ گویا اللہ کے نام کی برکت نے دنیا کو ٹوٹ پھوٹ سے بچایا ہوا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ جب بھی تم میرے بندوں سے میرا نام سنو گے تو چالیس سال تک تم نے صور پھونکنے میں تاخیر کر دینی ہے۔ جب تک اللہ کا نام سنو، ہر بار صور پھونکنے میں تاخیر کرتے رہو۔ چنانچہ جب آخری بندہ اللہ کا نام لینے والا ہوگا تو اسرافیل علیہ السلام نام سن کر اس کے بعد چالیس سال تک انتظار کریں گے کہ ہے کوئی اللہ کا نام پکارنے والا۔ جب کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں ہوگا تو وہ صور پھونک دیں گے اور اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے۔ یہ کیسا عجیب نام ہے کہ اس نام کو سن کر صور کا پھونکنا چالیس سال تک مؤخر کر دیا جائے گا۔ اے بندے! اگر اس نام کو سن کر فرشتے کو حکم ہے کہ تم صور پھونکنے میں تاخیر کر دینا تو اگر ہم صبح وشام اس نام کو پڑھیں گے تو کیا اللہ تعالیٰ پریشانیوں کو بھیجنے میں تاخیر نہیں فرمائیں گے۔

اسمِ ذات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف

امام رازیؒ کا قول ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور انہوں نے اپنے اردگرد کے ماحول کو دیکھا تو پہلا کلام جو حضرت آدم علیہ السلام کی زبان سے نکلا وہ الحمدللہ تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے اسم ذات کے ساتھ اللہ کی تعریف بیان کی۔ جب جنتی لوگ جنت میں جائیں گے تو وہ انہی کی اقتداء میں جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے۔

اَن الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْن

[بے شک سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے]

پڑھو قرآن اور پھر سمجھو اللہ کی شان۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا (زمر:۷۳)

[اور چلایا جائے گا رب سے ڈرنے والوں کو جنت کی طرف]

فرشتے بھی اللہ کے نام سے اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔

وَتَرَی الْمَلٰئِکَۃَ حَافِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَ قُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. (زمر:۷۵)

[اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتوں کو جو حلقہ باندھے ہوئے ہوں گے۔ عرش کے اردگرد اور پاکی بیان کر رہے ہونگے اپنے رب کی۔ اور فیصلہ ہوگا ان کے درمیان حق کا۔ اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں شہر کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔]

علماء نے لکھا ہے کہ جو بندہ یہ منت مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو اللہ رب العزت کی ہر طرح سے حمد اور تعریف کروں گا اور وہ بندہ صرف الحمدللہ ہی کہہ دے تو اس کی طرف سے منت ادا ہو جائے گی۔

اللہ کا نام لینے سے نور برستا ہے

اللہ رب العزت کا نام لیا جائے تو رحمتیں اور نور برستا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے نور کا نام استعمال فرمایا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور: ۳۵)

[اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے]

اللہ کا نور عجیب چیز ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله

[مومن کی فراست سے ڈرو، یہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے]

حضرت اقدس گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر غفلت میں بھی اللہ کا نام لیا جائے تو بھی فائدہ دیتا ہے۔ ارے! اگر کوئی غفلت سے نام لے تو اس کو بھی فائدہ ہوتا ہے تو جو انسان محبت سے نام لے گا اللہ تعالیٰ اس کو کتنی برکتیں عطا فرمائیں گے۔

سورۃ مجادلہ کی ہر آیت میں اسم ذات لانے کی وجہ

قرآن مجید میں ایک سورۃ ایسی ہے جس کی ہر ہر آیت میں اللہ کا نام آیا ہے۔ وہ سورہ مجادلہ ہے۔ اب طالب علموں کے ذہن میں سوال پیدا ہوگا کہ سورۃ یٰسین کو "قلب قرآن" کہا گیا اور سورۃ فاتحہ کو "فاتحۃ الکتاب" کہا گیا۔ ان سورتوں کی ہر ہر آیت میں اللہ کا نام ہونا چاہیے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ اس کا آدھا ستاون (۵۷) بنتا ہے۔ سورۃ مجادلہ قرآن مجید کی اٹھاونویں سورۃ ہے۔ اس سے پہلے ستاون سورتیں ہیں۔ سورۃ فاتحہ پہلے نصف کی سورۃ ہے اور یہ پہلی ستاون سورتوں کے لئے فاتحۃ الکتاب ہے اور سورۃ مجادلہ دوسرے نصف کی پہلی سورۃ ہے اس طرح یہ سورۃ

مجادلہ دوسرے نصف حصہ کے لئے فاتحہ الکتاب ہے۔ اللہ رب العزت نے پہلے نصف قرآن کے لئے الحمد کو پسند فرمایا کیونکہ اس میں سب کے لئے جنرل تعلیم ہے اور نماز میں اس سورۃ کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب مؤمن بندہ قرآن مجید کو پڑھتے پڑھتے آدھا قرآن پڑھ لیتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی خاصی معرفت نصیب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اگلا نصف حصہ شروع ہوتا ہے۔ اب اللہ نے اس سورۃ کی ہر ہر آیت میں اپنے نام کو استعمال فرما کر پیغام دے دیا کہ اے میرے بندے! تم آدھا سبق پڑھ چکے ہو اور اب اگلا آدھا سبق شروع کر رہے ہو۔ اگلے آدھے سبق کا نچوڑ یہ ہے کہ تم میرا کلام پڑھ رہے ہو۔ تم میرے کلام کی ہر ہر آیت میں میرا نام پاؤ گے۔ اب تمہیں یہ پیغام مل رہا ہے کہ تم جو بھی کام کرو گے، اگر میرا نام مقصود رہے گا تو تمہارا ہر ہر عمل مقبول ہوگا اور اگر میرا نام نہیں لیا جائے گا تو تمہارا کوئی عمل بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مجادلہ میں چالیس مرتبہ اپنا نام استعمال فرمایا۔ اس لحاظ سے اللہ کے نام کو اور چالیس کے عدد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

چالیس کے عدد کی برکتیں

چالیس کے عدد کی برکتیں بھی بہت زیادہ ہیں ...... حضرت موسیٰ کی قوم کو چالیس روزے رکھنے کا حکم ہوا...... اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (بقرۃ:۵۱)

[اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا]

حضرت موسیٰ نے بھی چالیس راتیں گزاریں۔

فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (اعراف:۱۴۲)

[پس پوری ہوئی تیرے رب کی مدت چالیس راتیں]

ہمارے مشائخ نے یہیں سے چلہ اخذ کیا...... ماں کے پیٹ میں جو بچہ پرورش پا رہا

ہوتا ہے اس کی حالت ہر چالیس دن بعد بدل رہی ہوتی ہے......اگر چالیس دن میں بچے کی جسمانی حالت بدل جاتی ہے تو چالیس دن اللہ کی یاد میں لگانے سے روحانی حالت بھی بدل جاتی ہے۔ ہمارے مشائخ اسی لئے چالیس چالیس دن اعتکاف کی حالت میں اللہ کی عبادت میں گزارا کرتے تھے۔ اسی کو چلہ کہتے ہیں۔ ہمارے تبلیغی بھائی بھی چلہ لگواتے ہیں۔ کیونکہ چلہ لگوانے سے واقعی انسان کے دل کی حالت بدلتی ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ جو آدمی چالیس نمازیں تکبیرِ اولیٰ سے ادا کرے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو پروانے ملتے ہیں۔ ایک نفاق سے بری ہونے کا اور دوسرا جہنم سے بری ہونے کا۔

آہ اور اسمِ ذات

ایک اور عجیب بات سنیں......اللہ کے نام کے شروع میں الف اور آخر میں ھا ہے۔ الف اور ھا کو ملایا جائے تو آہ کا لفظ بنتا ہے......حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (التوبۃ:۱۱۴)

[بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور تحمل مزاج والے تھے]

وہ اللہ رب العزت کی محبت میں آہیں بھرتے تھے۔ جب انسان پر محبت کی کیفیت ہوتی ہے تو پھر اس کے بس میں نہیں رہتا۔ عاشقوں کی پہچان بھی یہی ہے۔

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

لوگوں کو اس کی آہوں سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ دیوانہ ہے۔ رب کی یاد میں اس کی آہیں نکلتی ہیں۔ ہمیں بھی یہی کام کرنا ہے کہ اللہ رب العزت کے نام کو اتنا لینا ہے اتنا لینا ہے کہ اللہ رب العزت کے نام کی برکت سے ہمیں بھی یہ سب نعمتیں نصیب ہو جائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر:۳٦)

[کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے]

ہمیں اللہ بھی کافی ہے اور اللہ کا نام بھی کافی ہے۔ یعنی جس طرح اللہ کی ذات بندے کے لئے کافی ہے اسی طرح ذکر کے معاملے میں اللہ کا نام بھی ذکر کے لئے کافی ہے۔ ماشاء اللہ۔

رہِ حیات کی تاریک رہ گزاروں میں
تمہارا نام ہی کافی ہے روشنی کے لئے

اسمِ ذات کا استعمال

اذان اور نماز دونوں کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور اختتام بھی۔

☆ ......اذان کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام بھی اللہ کے نام پر ہوتا ہے۔ مؤذن شروع میں اللہ اکبر کہتا ہے اور آخر میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔

☆ ......اسی طرح اقامت کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے اور انتہا بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے۔

☆ ......نماز کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے اور انتہا بھی اللہ کے نام سے۔ اللہ اکبر کہہ کر تحریمہ باندھتے ہیں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز مکمل کرتے ہیں۔

☆ ......انسان پر شیطان کا حملہ ہوتا ہے تو وہ اللہ سے مدد مانگتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو شیطان سے ذاتی دشمنی ہے اس لئے جب دشمن کی بات چلی تو پروردگار نے اپنے بندوں سے کہا کہ تم نے پناہ مانگنی ہے تو پناہ مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم یوں پڑھو۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم .

جب تم یوں کہو گے تو میں پروردگار تمہیں اس دشمن سے پناہ عطا فرما دوں گا۔

☆ ...... اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ میں بھی اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا۔ بچپن میں استاد بتاتے ہیں کہ الف کھڑی ہوتی ہے اور 'ب' لیٹی ہوتی ہے۔ اس لئے جب بچے ب لکھتے ہیں تو وہ لیٹی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن جب یہی 'ب' بسم اللہ میں لکھی جاتی ہے تو کھڑی حالت میں لکھی جاتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام میں اتنی برکت ہے کہ جب لیٹی ہوئی 'ب' اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نتھی ہو جاتی ہے تو یہ نام لیٹی ہوئی 'ب' کو بھی کھڑا کر دیتا ہے۔ اے بندے! اگر تو بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ نتھی ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ گرے ہوئے بندے کو کیوں نہیں اوپر اٹھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت ساری نعمتیں عطا کرنے کے لئے قرآن مجید میں اپنا ذاتی نام استعمال کیا ...... تھوڑی دیر کے لئے قرآن مجید کی سیر کیجئے تا کہ پتہ چلے کہ اللہ رب العزت نے کہاں کہاں اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا ہے ...... مثال کے طور پر ......

☆ ...... اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے دوستوں کا تذکرہ فرمایا وہاں بھی اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (بقرۃ:۲۵۷)

[اللہ دوست ہے ایمان والوں کا]

☆ ...... دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْن (آل عمران:۶۸)

[اللہ مؤمنین کا دوست ہے]

☆ ...... جو اچھے بندے ہیں وہ کہتے ہیں:

اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

[بے شک میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے] (الانعام:۱۶۳)

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے لئے اپنا ذاتی نام پسند فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡم (الحدید:۲۱)

[یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاللّٰہُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران:۱۵۲)

[اور اللہ مؤمنین پر فضل کرنے والا ہے]

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ (النور:۲۱)

[اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تمہارے اوپر]

ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ (آل عمران:۷۳)

[کہہ دیجئے بے شک فضل تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے]

☆......اپنی رحمت کے لئے بھی اسمِ ذات کو استعمال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ [اور اللہ تعالیٰ کی رحمت]

☆......اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ''سکینہ'' نازل ہوتی ہے۔ اس کا تذکرہ بھی اسمِ ذات سے فرمایا:

فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ (الفتح:۲۶)

[پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمایا]

☆......دنیا اور آخرت کے ثواب کا تذکرہ کیا تو اپنے ذاتی نام کو پسند فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (النساء:۱۳۴)

[پس اللہ کے ہاں دنیا وآخرت کا بدلہ ہے]

☆...... جہاں بندوں کو نیک اعمال کی توفیق دینے کا تذکرہ فرمایا وہاں بھی اسمِ ذات کو استعمال فرمایا:

وَ مَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ [ہود:۸۸]

[میری توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے]

☆......عبادت کا تذکرہ فرمایا تو اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

اُعْبُدُوا اللّٰهَ [اللہ کی عبادت کرو]

☆......کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی۔ارشاد فرمایا:

وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا [اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو] (التوبۃ:۴۰)

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتلایا تو اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران:۱۶۴)

[تحقیق اللہ نے احسان فرمایا مؤمنین پر]

ایک اور جگہ پر فرمایا:

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (النساء:۹۴)

[پس تم پہلے ایسے ہی تھے پس اللہ نے تم پر احسان فرمایا]

ایک اور جگہ پر فرمایا:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (الطور:۲۷)

[پھر اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں بچایا لو کے عذاب سے]

☆...... جہاں مؤمنوں کی تعریف اور نصرت کا وعدہ فرمایا وہاں بھی ذاتی نام کو استعمال فرمایا:

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (آل عمران:۱۳)

[اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیتے ہیں]

☆......جب کسی کو ملک دینے کا تذکرہ فرمایا تو ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاءُ (البقرة:۲۴۷)

[اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا فرما دیتا ہے]

☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ سے مدد مانگنے کی تعلیم دی۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ذاتی نام استعمال فرمایا:

وَ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا

[جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے، تم لوگ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو]

☆......اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کا امتحان لیا تو اس کا تذکرہ یوں فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (الحجرات:۳)

[یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کا اللہ نے تقویٰ کے بارے میں امتحان لیا ہے]

☆......حدود شرعیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ [یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں] (الطلاق:۱)

☆......تعظیم اشیاء کا تذکرہ یوں فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ (الحج:۳۲)

[اور جو کوئی اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے]

☆......حلال اور حرام کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

[اور تم نہ کھاؤ، ان جانوروں کا گوشت جنکے اوپر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو]

جب تک اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تب تک ذبح مکمل نہیں ہوتا۔

☆..... جہاں مہرِ جباریت لگانے کا تذکرہ ہوا وہاں بھی اپنے اسمِ ذات کو استعمال فرمایا۔ فرمایا:

ختم اللّٰہُ علی قُلُوبِھِمْ [اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے] (بقرۃ:۷)

☆..... جہاں خشیت کا تذکرہ ہوا وہاں اپنے ذاتی نام کو استعمال فرمایا۔ ارشادفرمایا:

وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ (الاحزاب:۳۹)

[اور وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ سے]

ایک اور مقام پر فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰؤُ (فاطر:۲۸)

[اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں]

☆..... جہاں بندوں سے کوئی وعدہ فرمایا، وہاں ارشادفرمایا:

وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (الحدید:۱۰)

[اور سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ فرمایا]

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ.

[اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں کیساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے] (المائدۃ:۸)

☆..... جب لوگوں نے کوئی بات پوچھی اور اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا تو بھی اپنے ذاتی نام کو استعمال فرمایا۔ ارشادفرمایا:

یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ (النساء:۱۷۶)

[لوگ فتویٰ پوچھتے ہیں آپ سے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے]

سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ فتویٰ دے رہے ہیں۔

☆ ...... اللہ تعالیٰ روزِ محشر عدل فرمائیں گے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (البقرۃ:۱۱۳)

[پس اللہ فیصلہ کریگا ان کے درمیان]

☆ ...... اللہ تعالیٰ نے سچائی کا تذکرہ کرتے ہوئے ذاتی نام کو استعمال فرمایا:

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ (آل عمران:۹۵)

[کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً (النساء:۱۲۲)

[اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟]

☆ ...... جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کا تذکرہ فرمایا تو ذاتی نام کو پسند فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

[اور جو نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف]

☆ ...... جب اللہ تعالیٰ نے محبت کا تذکرہ فرمایا تو وہاں بھی اپنے اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (آل عمران:۱۴۶)

[اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے]

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران:۱۴۸)

[اور اللہ نیک کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرۃ:۲۲۲)

[بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کواور پاکیزگی والوں کو]

☆...... جہاں اپنی مخلوق کواپنا ذکر کرنے کی تلقین فرمائی وہاں بھی اپنا ذاتی نام پسند فرمایا،

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب:۴۱)

[اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ (الاحزاب:۴۱)

[اور کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں]

ہمارا ذکر کرنے کا طریق بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مشائخ نقشبندیہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت اتنی پیدا کر لی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے اپنے اس پیارے نام کے معارف کھول دیئے حتیٰ کہ انہوں نے اس نام کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی۔ انہوں نے اپنے متعلقین کو بھی اسی نام کا ذکر کرنے کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا ہم خوش نصیب ہیں کہ ''اللہ'' ہمارا ہر وقت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اب تم میرے اس نام کا ذکر کرو...... یا اللہ! کیسے کریں؟...... ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران:۱۹۰)

[جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہونے بیٹھنے اور لیٹنے کی حالت میں]

یعنی تم بیٹھنا چاہو تو اللہ...... کھڑے ہونا چاہو تو اللہ...... تم لیٹنا چاہو تو اللہ...... تم اٹھنا چاہو تو اللہ...... تم چلنا چاہو تو اللہ...... جب ہر وقت اللہ اللہ کہتے رہو گے تو یہ اللہ کا نام تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا فرما دے گا۔ انسان اتنا ذکر کرے کہ وہ باقی سب کچھ بھول جائے۔

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پہ سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تادمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ!
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

کسی نے کیا خوب ہی کہا ہے:

بتاؤں آپ کو کیا عاشقوں کا کام ہوتا ہے
دل ان کی یاد میں اور لب پہ ان کا نام ہوتا ہے

اسمِ ذات کی مٹھاس

جو بندہ اس نام کی برکتوں سے واقف ہو جاتا ہے اس کی زندگی میں بہار آجاتی ہے۔

اللہ ہو کے بڑے مزے
جو بھی چاہے وہ چکھ لے

کسی نے کیا ہی اچھی بات کہی:

مؤمنا ذکرِ خدا بسیار گو
تا بیابی در دو عالم آبرو

[اے مؤمن! اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا کہ دونوں عالم میں عزت پالے]

ذکر کن ذکر تا ترا جان است
پاکیِ دل ز ذکر رحمان است

[ذکر کر جب تک کہ تیرے جسم میں جان ہے۔ کیونکہ دل تو ذکر سے پاک ہوتا

ہے ۔

اگر دل میں محبتِ الٰہی ہوتو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے لذت آتی ہے ۔ ایک صاحب کہنے لگے، آپ یہ جو اللہ اللہ کرتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ مجھے اس وقت ایک شعر یاد آیا اور کہا، بھئی! بات یہ ہے کہ

ہم رٹیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

جس بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے وہ اللہ کا نام سن کر بھی تڑپ اٹھتا ہے ۔ یہ مؤمن کی پہچان ہے..... قرآن عظیم الشان..... سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْ مِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهَ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانفال:۲)

(بے شک ایمان والے بندے وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل تڑپ اٹھتے ہیں)

اس مضمون کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا:

اِک دم بھی محبت چھپ نہ سکی
جب تیرا کسی نے نام لیا

اللہ کے نام کے بارے میں شعراء نے عجیب اشعار کہے ۔ ایک صاحب کہتے ہیں:

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

ایک اور عارف نے تو عجیب مضمون باندھا ۔ وہ فرماتے ہیں:

ہر وادی ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں تیرے نام کی لذت سے خدایا

اللہ تعالیٰ کے نام میں عجیب لذت ہے۔ایک شاعر نے کہا:

نامِ چو برزبانم می رُوَد
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

[جب اس کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو گویا جسم کے ہر ہر انگ سے شہد کا ایک چشمہ جاری ہو جاتا ہے]

جسم کے اندر ایسی مٹھاس آ جاتی ہے۔

ایک شاعر نے کہا:

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

کسی نے کہا:

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
جو رٹے وہ لائقِ انعام ہے

کسی نے کہا:

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا ہے اور جام ہے

جیسے پینے والے جام اور صراحی سے پیتے ہیں اسی طرح یہ اللہ کا نام بھی عاشقوں کے لئے جام اور صراحی کی مانند ہے۔ وہ اللہ کا نام لیتے ہیں تو ان کے دل میں مٹھاس آ جاتی ہے......اللہ اکبر......!!!

جی ہاں، اگر ہم نے اللہ کی محبت کا مزہ چکھا ہوتا تو ہمیں پتہ ہوتا کہ اس نام کے لینے میں سکون کتنا ہے۔اس نام کو لینے سے مخلوق کی محبت دل سے نکلتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔حتیٰ کہ اگر کوئی بندہ ریا کاری کرتا ہے تو کچھ عرصے کے بعد یہ نام

اس کے دل میں بھی خلوص پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بندے نے ساری زندگی میں ایک مرتبہ اللہ کا لفظ کہا ہوگا تو یہ نام اس کے لئے کبھی نہ کبھی جہنم سے نکلنے کا سبب بن جائے گا۔

سکون کی تلاش

یاد رکھیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا نام برکت والا ہے اسی طرح اس کی ذات بھی برکت والی ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِہِ الْمُلْکُ (الملک:۱)

(برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے ملک)

جب بندہ اس ذات کے ساتھ واصل ہوتا ہے تو اس بندے کی زندگی میں بھی برکتیں آجاتی ہیں۔ آج ہماری زندگی میں برکتیں نہیں۔ نہ پیسے کی کمی ہے، گھر بھی ہے، اولاد بھی ہے، کاریں بھی ہیں، بہاریں بھی ہیں مگر سکون نہیں ہے۔ سکون نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ برکت نہیں ہے۔ یہ برکت کیسے آئے گی؟..... جب ہم اپنی زندگی میں اللہ رب العزت کے نام کا کثرت سے ذکر کریں گے اور اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق بنا لیں گے تو پھر ہماری زندگیوں میں اللہ رب العزت کے نام کی برکت آجائے گی۔ سکون کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والوں کے لئے یہ مژدۂ جانفزا ہے۔

عین الیقین کا مقام حاصل کرنے کی ضرورت

ایک نکتے کی بات عرض کر دیتا ہوں۔ اسے توجہ سے سنیے گا۔ یقین کے تین درجے ہیں:

(۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین

مثال سے یہ بات ذرا جلدی سمجھ میں آئے گی۔ آپ سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے کسی دوست کے پاس پہنچے۔ وہ کہتا ہے، میں ابھی چائے لاتا ہوں۔ جب اس نے کہا کہ چائے لاتا ہوں تو آپ کو علمی طور پر پکا یقین ہوگا کہ وہ گرم گرم چائے لائے گا۔ اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ اور اگر اس نے وہ چائے کا کپ آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور آپ نے اس کے اندر سے بخارات اٹھتے دیکھے، اس کو عین الیقین کہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جب اس چائے کو نوش کیا تو پتہ چلا کہ واقعی وہ گرم چائے تھی، اسے حق الیقین کہتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو حق الیقین کا مقام نصیب تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جنت اور جہنم پر اتنا یقین ہے کہ اگر وہ میرے سامنے آجائیں تو میرے یقین میں ذرّہ برابر بھی اضافہ نہ ہو۔ یہاں نکتے کی بات ہے...... ہمارے مشائخ نے کہا کہ موت کے وقت اس بندے کا ایمان سلامت رہتا ہے جس کو کم از کم عین الیقین کا مقام نصیب ہو، اور علم الیقین والے خطرے میں ہوتے ہیں..... وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کاروبار تو ڈٹ کے کرتے ہیں مگر غفلت بھری زندگی گزارتے ہیں۔ وہ نماز بھی ظاہرداری کی پڑھتے ہیں۔ ان کی فقط حاضری ہوتی ہے حضوری نہیں۔ وہ سارا دن دکان کے اندر ہوتے ہیں اور جب نماز پڑھنے لگتے ہیں تو دکان ان کے اندر ہوتی ہے۔ ایسی نمازوں سے ایمان و یقین میں کمال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے اور اللہ کے راستے میں قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اس لئے اپنے یقین کو علم الیقین کے مقام سے اوپر اٹھا کر کم از کم عین الیقین تک پہنچایا جائے۔ اور عین الیقین کا مقام تب ملے گا جب اللہ کا ذکر کر کر کے اس کی برکتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ

[اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسی کہ وہ ہیں]

کیا ہمیں بھی کبھی چیزوں کی حقیقت نظر آتی ہے؟ ہر چیز ذکر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَ اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ

[اور جو کوئی بھی چیز ہے وہ اللہ کے نام کی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے] (بنی اسرائیل:۴۴)

کیا کبھی ہمارے دل میں تمنا پیدا ہوئی ہے کہ ہم بھی ان کی تسبیح کو سمجھ سکیں۔ ہاں جب سالک کا دل جاری ہوتا ہے تو پھر اس کو اللہ کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ جب سالک ذکر کرتے کرتے سلطان الاذکار کے سبق پر پہنچتا ہے تو اسے اس وقت ایسا مقام نصیب ہو جاتا ہے کہ اس کے جسم کا رواں رواں اللہ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے اسے ہر چیز ذکر کرتی سنائی دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے کپڑا بھی اللہ کا ذکر کرتا سنائی دیتا ہے اور ہوا بھی اللہ کا ذکر کرتی سنائی دیتی ہے۔ سبحان اللہ، انہوں نے دنیا میں اللہ کی نشانیوں کو دیکھا ہے۔ کیا ہم نے بھی کوئی نشانی دیکھی؟ کون دیکھے؟ ہمیں تو شکلیں صورتیں دیکھنے سے ہی فرصت نہیں ہے۔

اللہ اللہ کرنے کی مقدار

اگر ہم اللہ کے نام کی برکتوں سے واقف ہونا چاہیں تو ذرا اسے آزما کر دیکھیں۔ اس کو دل میں سے بار بار گزارنا پڑتا ہے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بار گزارنا پڑتا ہے تب اس کی تاثیر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ دیکھیں، ہر چیز کی ایک مقدار ہوتی ہے۔ قرآن عظیم الشان کہتا ہے:

وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (الرعد:۸)

[اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کی ایک مقدار مقرر ہے]

جب ایک بندے کو بخار ہو تو ڈاکٹر اسے اینٹی بائیوٹک ادویات پانچ دن تک صبح دوپہر شام کھانے کو کہتے ہیں ۔ یہ ایک مستقل مقدار ہے ۔ اگر کوئی آدمی پانچ دن کی بجائے دو دن کھائے تو اسے تیسرے دن پھر بخار ہو جائے گا ۔ ڈاکٹر اسے نئے سرے سے پانچ دن ادویات کھانے کو کہے گا ..... جس کو ہیپاٹائٹس سی ہو جاتا ہے اس کو تقریباً نوے ٹیکے لگتے ہیں اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ درمیان میں ناغہ نہیں ہونا چاہیے ۔ اگر ایک بھی ناغہ ہو گیا تو پھر نئے سرے سے لگوانے پڑیں گے ۔ نوے ٹیکے ایک مقررہ مقدار ہے، اگر یہ مقدار پوری ہو گی تو بیماری ختم ہو گی ورنہ آدمی موت کے منہ میں چلا جائے گا ۔ Tuberculosis ٹی بی کے مریضوں کو متواتر نو مہینوں تک دوائی لینی پڑتی ہے ۔ اگر ایک وقت بھی ناغہ ہو جائے تو کہتے ہیں کہ پہلے والی دوائی ختم، اب پھر نئے سرے سے شروع کی جائے گی ۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت معلوم کرنی ہو تو اس کی بھی ایک مقدار ہے ۔ جب ہم اللہ کے نام کو اس مقدار کے مطابق دل سے گزاریں گے تو پھر دل کی بیماریاں دور ہو جائیں گی اور اس کی برکتیں ظاہر ہو جائیں گی ۔ ایک مثال عرض کئے دیتا ہوں اگر پانی کی ٹونٹی لیک ہو اور قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا ہو تو وہ پانی کا قطرہ چپس یا پتھر کے فرش میں بھی سوراخ کر دیتا ہے ۔ اب بتائیے کہ اگر پانی کا قطرہ تواتر کے ساتھ بار بار ٹپکے تو وہ پتھر میں راستہ بنا لیتا ہے، کیا اللہ رب العزت کا نام اگر بار بار بندے کے دل پر پڑے تو کیا یہ اس کے دل میں راستہ نہیں بنا سکتا؟ جی ہاں، یہ بھی دل میں راستہ بناتا ہے مگر ہم اس کا ذکر بار بار نہیں کرتے ۔ آج کل کے سلوک سیکھنے والے بھی بڑے ارمان والے ہیں ۔ ان سے پوچھا جائے کہ مراقبہ کیا ہے؟ کہتے ہیں، یاد ہی نہیں رہا، فرصت ہی نہیں ملتا ۔

وہ تجلی کی تاب نہ لا سکا

سید احمد بدویؒ شہر فاس کے مشہور ولی اللہ گزرے ہیں ۔ ان کے حالات زندگی میں

لکھا ہے کہ وہ گھنٹوں نہیں بلکہ دنوں تک مراقبہ کرتے تھے۔ اس مراقبے میں ان کو اللہ کی طرف سے معرفت کا وہ نور نصیب ہوا کہ ان کے چہرے پر اتنی نورانیت تھی کہ لوگ ان کے چہرے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ چنانچہ جب وہ لوگوں میں آتے تھے تو اپنے چہرے کو چھپاتے تھے۔ عبدالمجید نامی ان کا ایک خادم تھا۔ اس نے ان کی کئی سال خدمت کی۔ ایک دن حضرت اس سے بڑے خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے۔ اس نے موقع پا کر عرض کیا، حضرت! آپ کے چہرے کا دیدار کیے ہوئے بہت مدت گزر چکی ہے، اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے چہرے کا دیدار کرلوں، آپ اس وقت خوش ہیں لہٰذا مہربانی فرما کر اپنے چہرے کا دیدار کروا دیجئے۔ اس کے کہنے پر حضرت نے نقاب اٹھا دیا۔ ان کے چہرے کا نور اتنا تھا کہ عبدالمجید اس تجلی کی تاب نہ لا سکا۔ چنانچہ وہ وہیں گرا اور اپنی جان دے دی...... اللہ اکبر!!!

آنسوؤں سے خوشبو

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابوالحمد سیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں اللہ کی ایسی محبت نصیب تھی کہ جب وہ اللہ کی محبت میں روتے تھے تو ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں سے مشک جیسی خوشبو آیا کرتی تھی ...... اللہ اکبر، محبتِ الٰہی میں نکلے ہوئے آنسوؤں کی قدر دیکھو...... وہ فرماتے ہیں کہ لوگ خود ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں سے مشک کی سی خوشبو سونگھا کرتے تھے۔

منہ سے خوشبو

امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے منہ سے خوشبو آتی رہتی تھی۔ کسی نے پوچھا، حضرت! آپ کے منہ سے بڑی خوشبو آتی ہے، آپ منہ میں کیا رکھتے ہیں؟ فرمانے لگے، میں تو کچھ نہیں رکھتا۔ اس نے کہا کہ ہمیں آپ کے منہ سے عنبر سے

زیادہ بہتر خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ فرمانے لگے، ہاں، ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کا دیدار نصیب ہوا۔ میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا، عاصم! تم سارا دن اخلاص کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے ہو، کیوں نہ میں تمہارے منہ کو بوسہ دے دوں۔ چنانچہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے منہ کو بوسہ دیا تو اس وقت سے میرے منہ سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

جی ہاں، محبت کا تعلق جوڑ کر تو دیکھیں۔ ہمیں تو نفس اور شیطان آگے بڑھنے ہی نہیں دیتے۔ ہم تو مخلوق میں ہی اٹکے پھرتے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ اللہ رب العزت کی محبت کا نشہ کیا ہوتا ہے۔

اسمِ ذات کے لئے انا اور نحن کا استعمال

طالب علموں کے لئے ایک علمی نکتہ عرض کرتا چلوں ...... اللہ رب العزت نے اپنی ذات کے لئے کہیں انا کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور کہیں نحن کا لفظ۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ رب العزت جب مجرد ذات کا ذکر کرتے ہیں تو انا کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں اور جب ذات اور صفات کا تذکرہ فرماتے ہیں تو نحن کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر......

☆ ...... مجرد ذات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (طٰہٰ: ۱۴)

[میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں پس میری عبادت کرتے رہو]

☆ ...... اور ذات اور صفات دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق:۱۶)

[اور ہم اس کو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں]

پروردگارِ عالم کا اپنے عاشقوں سے پیار

اللہ تعالیٰ کو اپنے عاشقین سے اتنی محبت ہے کہ جب قرآن مجید میں ان کا تذکرہ کیا تو فرمایا:

يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ (المائده:۵۴)

[اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے]

عقل کہتی ہے کہ یوں فرمانا چاہیے تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے، مگر نہیں، محبت چیز ہی کچھ اور ہے۔ پروردگارِ عالم کو اپنے عشاق سے اتنا پیار ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں **يُحِبُّهُمْ** [اللہ تعالیٰ ان بندوں سے محبت کریں گے] **وَيُحِبُّوْنَهٗ** [اور یہ بندے اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے]۔ اپنی محبت کو مقدم فرمایا۔ اسی لئے حدیث قدسی میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

الا طال شوق الابرار الٰی لقائی وانا الیھم لا شد شوقا

[جان لو کہ نیک لوگوں کا شوق میری ملاقات کے لئے بڑھ گیا اور میں ان کی ملاقات کے لئے ان سے بھی زیادہ مشتاق ہوں]

جب کہ دنیا یہ کہتی ہے کہ

الفت میں جب مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

مگر یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عشق کی جتنی آگ سالک کے دل میں ہوتی ہے اللہ رب العزت اس سے بڑھ کر اس سے پیار فرماتے ہیں۔ اسی لئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جب میری طرف چل کر آتا ہے تو اگر وہ ایک قدم چلتا ہے تو میری رحمت دو قدم آگے بڑھتی ہے، اگر وہ ایک بالشت آتا ہے تو میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر جاتی ہے۔ پتہ چلا کہ جتنا پیار بندہ اپنے رب سے کرتا

ہے اللہ رب العزت اس سے بڑھ کراس سے پیار کرتے ہیں۔اس لئے خوش نصیب ہے وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر پیار کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقین کو دنیا میں چار انعامات عطا فرماتے ہیں۔

(۱)......سب سے پہلے ان کو بغیر خاندان کے عزت عطا فرماتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے عزت ملتی ہے۔ جو اللہ کا بن جاتا ہے، خواہ وہ معمولی ذات پات کا بھی ہو، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی ایسی محبت بٹھا دیتے ہیں کہ اس کو عزتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔

(۲)......دوسرا انعام یہ ملتا ہے کہ بغیر کسب کے اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا فرماتے ہیں۔ایک علم کسبی ہوتا ہے جو مدارس میں درس وتدریس کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم لدنی ہوتا ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (الکھف:۶۵)

[پس پالیا انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ، جس کو ہم نے اپنے پاس رحمت دی تھی اور اپنے پاس سے علم دیا تھا]

(۳)......تیسرا انعام یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بغیر مال کے رزق عطا فرما دیتے ہیں۔ وہ ظاہر میں تو فقیر ہوتا ہے مگر دل کا بڑا امیر ہوتا ہے۔امیروں کے پاس بھی ایسے دل نہیں ہوتے جو اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو عطا فرما دیتے ہیں۔

(۴)...... اللہ تعالیٰ اپنے عاشقین کو چوتھا انعام یہ دیتے ہیں کہ بغیر جماعت کے ان کو انس عطا فرما دیتے ہیں۔

جنتیوں کے چار گروہ

گھروں میں عام لوگ مہمان آتے ہیں تو آدمی اپنے نوکر سے کہہ دیتا ہے کہ ان کو

پانی پلاؤ لیکن جب قریبی رشتہ دار آتے ہیں تو خود جگ ہاتھ میں لے کر ان کو پلا رہا ہوتا ہے۔ یہ عزت افزائی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح جنت میں جنتیوں کے چار گروہ ہوں گے۔

(۱)......ایک گروہ وہ ہوگا کہ جن کو جنت کے خدام مشروب پلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْن (الواقعه:١٧)

[چکر لگاتے ہیں ان کے ارد گرد لڑکے، ہمیشہ کیلئے رہنے والے]

یہ جنت کے خادم ہوں گے جو ان کو مشروب پلائیں گے۔

(۲)......پھر ایک اور جماعت ایسی ہوگی جن کو ملائکہ مشروب پلائیں گے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشّٰرِبِيْنَ

[سفید رنگ کی پینے والوں کو مزہ دینے والی]

اللہ کے فرشتے پلا رہے ہوں گے۔

(۳)......ایک جماعت ایسی ہوگی جن کو جنت کے داروغے مشروب پلائیں گے۔

وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ

[اور اس میں ملاوٹ ہے تسنیم سے]

اس آیت کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ رضوان جنت خود ان کو مشروب پلائیں گے۔

(۴)......ایک جماعت ایسی ہوگی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا

[ان کا پروردگار ان کو شرابِ طہور پلائے گا]

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک صائم الدھر کو دیکھیں گے اور مسکرا کر فرمائیں گے، ''اے میرے عاشق! تو میری خاطر پیتا نہ تھا اب پی لے، تو کھاتا نہ تھا اب کھالے، تو اب میرا مہمان ہے اور میں تیرا میزبان ہوں۔''

نُزُلاً مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (حم سجدہ: ۳۲)

[مہمانی ہے بخشنے والے مہربان کی جانب سے]

محبتِ الٰہی مانگنے کی تعلیم

اللہ کے محبوب ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ مثال کے طور پر......

☆......نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبِّکَ

[اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت بھی مانگتا ہوں]

☆......ایک اور موقع پر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

[اے اللہ! اپنی محبت کو میرے نزدیک ٹھنڈا پانی پینے سے بھی زیادہ مرغوب بنا دے]

جب بندہ صحرا میں ریت پر چل رہا ہو، سخت گرمی ہو، پانی نہ ملے اور جان نکل رہی ہو تو اس وقت وہ ٹھنڈا پانی بڑی رغبت سے پیتا ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے دعا میں یہی عرض کیا کہ اے اللہ! جس طرح وہ بندہ رغبت اور شوق سے اس ٹھنڈے پانی کو پیتا ہے مجھے تیری محبت کی لذت اس سے بھی زیادہ نصیب ہو جائے۔

☆......حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے محبوب ﷺ نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ شَوْقاً اِلیٰ لِقَاءِ کَ وَلَذَّۃِ النَّظُرِ اِلیٰ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ

[اے اللہ! میں آپ سے ملاقات کا شوق مانگتا ہوں اور آپ سے آپ کے کریم چہرے کو دیکھنے کی لذت طلب کرتا ہوں]

دنیا اور آخرت میں خوش خبری

اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے عاشقوں کا بڑا مقام ہے۔ دنیا میں بھی ان کی عزت افزائی فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں تو یہ خوش خبری سنائی کہ

ھُمْ رِجَالٌ لَّا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ

[یہ اللہ رب العزت کے وہ بندے ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بندہ کبھی بد بخت نہیں ہوتا]

اور آخرت میں کیسے عزت افزائی فرمائیں گے؟...... کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی۔ اس نے پوچھا، اے پروردگارِ عالم آپ نے مجھے کس عمل کی وجہ سے بخشا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، میرے بندے! تیرا ایک عمل تیرے نامہ اعمال میں ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! میرے تو سارے اعمال ہی خراب ہیں، میں غافل اور بدکار تھا، آپ کو میرا کون سا عمل پسند آیا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، تیرے نامہ اعمال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میرا ایک ولی بایزید بسطامی راستے میں جا رہا تھا، تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہے، تم نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بایزید بسطامیؒ ہیں، تم نے پہلے سن رکھا تھا کہ وہ اللہ کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں، لہٰذا تم نے محبت سے میرے ولی پر نظر ڈالی تھی، میں نے اسی ایک نظر کے ڈالنے کی برکت سے تمہارے گناہوں کی بخشش فرمادی ہے۔ سبحان اللہ۔

اسمِ ذات میں مشغولیت کی انتہا

کوشش کریں کہ ذکر کرتے کرتے دل میں اللہ رب العزت کی ایسی محبت نصیب ہو جائے کہ اللہ رب العزت کے سوا ہر چیز کو بھول جائیں۔

ضربیں لگا کے کلمہء طیب کی بار بار
دل پہ لگا جو زنگ ہے اس کو ہٹایئے
مشغول اسمِ ذات میں ہوں آپ اس طرح
اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جایئے

بلکہ ایک بزرگ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ

عَجَبٌ لِمَنْ يَّقُوْلُ ذَكَرْتُ رَبِّي

[جب کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کا ذکر کیا تو میں تعجب کرتا ہوں]

گویا وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ میں اللہ کو بھولتا ہی کب ہوں جو میں اسے یاد کروں۔

شربت الحب کأس بعد کأس
فما نفد الشراب و لا رویت

[میں نے محبت کی شراب پیالوں کے پیالے پی لی۔ پس نہ تو شراب ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیر ہوا]

اللہ والوں کے عشق کا تو معاملہ ہی اور ہے کہ وہ جام بھر بھر کے پیتے ہیں اور ان کے دل بھرتے ہی نہیں۔

رحمان کی شان پوچھنا چاہو تو......

اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:۵۹)

[رحمٰن کے بارے میں خبر رکھنے والوں سے پوچھو]

اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے عشق ومحبت کی داستانیں پوچھنا چاہتے ہوتو ہمارے عاشقوں سے پوچھو۔ کسی انجان سے نہ پوچھنا، ان بے چاروں کو کیا پتہ۔

...... ہمارے حسن و جمال کی داستانیں ہمارے عاشقوں سے پوچھو۔

...... ہماری شان ہمارے دوستوں سے پوچھو۔

...... ہماری شوکت کیسی ہے؟

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا

o ...... ہم کتنے غیور ہیں کہ جب کوئی بندہ کسی غیر کی طرف محبت کی نظر اٹھاتا ہے تو ہم اس سے روٹھ جاتے ہیں، نظریں ہٹا لیتے ہیں، اس کو اپنے در سے پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ اس بندے کو ہماری شانِ بے نیازی معلوم کرنی ہوتو اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ...... ہم ایسے بے نیاز ہیں کہ بلعم باعور کی چارسو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا کر رکھ دیتے ہیں۔ مصر کے مینارے پر اذان دینے کے لئے آدمی چڑھتا ہے، وہ غیر محرم پر نظر ڈالتا ہے اور اس کا ایمان سلب کرلیا جاتا ہے، نیچے اتر کر مرتد بن جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہماری شان ہمارے عاشقوں سے پوچھو ...... اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! میں سب گناہوں کو بخش دوں گا لیکن اگر تم شرک کرو گے اور میری محبت میں کسی اور کو شامل کرو گے تو میں اس بات کو قطعاً معاف نہیں کروں گا۔ کسی نے کسی محدث سے پوچھا، حضرت! جب شرک بھی ایک گناہ ہے تو پھر یہ معافی کے قابل کیوں نہ ٹھہرا؟ انہوں نے فرمایا کہ شرک گناہ بھی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معاملہ بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے ہمارے حسن و جمال کو جان لینے کے باوجود محبت کی نظر غیر کی طرف اٹھائی تو ہم تم کو اپنے در پر نہیں آنے دیں گے۔

o ...... ہم کتنے عظیم ہیں کہ ہمارے سامنے جب کوئی آدمی ناز کرتا ہے تو ہم اس کے ناز کو

توڑ دیتے ہیں۔ جب کوئی تکبر کرتا ہے تو اس کو ہم سزا دیتے ہیں۔ الکبر ردائ (بلندی اور عظمت تو ہماری چادر ہے)

o...... ہمارا حکم چلتا ہے۔ ہمارے سب بندے ہمارے سامنے سرنگوں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام چاہتے ہیں کہ میں جنت میں رہوں لیکن اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے، چنانچہ ان کو جنت چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ رب العزت کا...... حضرت نوح علیہ السلام چاہتے ہیں کہ میرا بیٹا بچ جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا اور ان کا بیٹا غرق ہو گیا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ رب العزت کا...... حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو چھری کے نیچے دے کر لٹائے ہوئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ذبح کر دیں لیکن اللہ رب العزت نے نہ چاہا۔ لہٰذا بیٹا ذبح نہ ہوا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ رب العزت کا...... نبی علیہ السلام نے اپنے اوپر شہد کا کھانا منع فرما دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما دی:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ (التحریم :۱)

[اے نبیؐ! تم وہ کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے]

اللہ تعالیٰ کے اس خطاب کے بعد اللہ کے محبوب ﷺ نے بھی اللہ کی مرضی پر عمل کیا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ رب العزت کا...... قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْکُ الْيَوْمَ (آج کس کی بادشاہت ہے) کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا۔ ایک ہزار سال تک خاموشی رہے گی۔ پھر اللہ رب العزت خود ہی ارشاد فرمائیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدُ الْقَهَّارِ (المؤمن:۱۶)...... اللہ اکبر...... اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا. (اللہ کے بارے میں اس کے جاننے والوں سے پوچھو)

پیاروں کی دلداری

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا، ''اے میرے پیارے موسیٰ! میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ وہ سرگوشی کریں تو میں کان

لگا کر سنتا ہوں، وہ پکارتے ہیں تو میں متوجہ ہو جاتا ہوں، وہ میری طرف آتے ہیں تو میں ان کے قریب ہو جاتا ہوں، وہ میرا تقرب ڈھونڈتے ہیں تو میں ان کو کفایت کرتا ہوں، وہ مجھے اپنا سرپرست بنا لیتے ہیں تو میں ان کی سرپرستی قبول کر لیتا ہوں، وہ خالص مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں، وہ عمل کرتے ہیں تو میں ان کو جزا دیتا ہوں، میں ان کے کاموں کا مدبر ہوں، میں ان کے قلوب کا نگہبان ہوں، ان کے احوال کا متولی ہوں، ان کی بیماریوں کا شافی ہوں، ان کے دلوں کی روشنی ہوں، ان کے دلوں کی تسکین ہوں، ان کے دلوں کی تسکین میری یاد میں ہے، ان کے دلوں کی منزل میرے پاس ہے، ان کو میرے سوا چین نہیں ملتا۔''

کاش کہ ہمیں بھی اللہ کی محبت میں وہ کیفیت نصیب ہو جائے کہ اللہ کی یاد کے سوا ہمیں چین ہی نہ آئے۔ جس طرح ایک آدمی اگر ایک وقت کھانا نہ کھائے تو وہ اگلے وقت کمی محسوس کرتا ہے، اسی طرح اگر ہم بھی ایک وقت میں اوراد و وظائف نہ کریں تو ہمیں بھی قلبی طور پر کمی محسوس ہو گی۔ ذکر کے بغیر ہمیں کھانا اور نیند اچھی ہی نہ لگے۔ جب یہ کیفیت دل میں آ جائے گی تو پھر اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنے عاشقین میں شامل فرما دیں گے۔

صفاتی ناموں کے معارف

اب تک تو آپ نے اسم جلالہ ''اللہ'' کی برکات سنیں۔ اب کچھ صفاتی ناموں کا ذکر کیا جائے گا۔ ان میں سے دو نام تو ایسے ہیں جن کا احادیث کے اندر ذکر آیا ہے۔ اور تین نام اسماء الحسنیٰ میں سے بیان کئے جائیں گے۔

غلافِ کعبہ پر دو صفاتی ناموں کی کثرت

اللہ کے دو صفاتی نام ہیں۔

(۱) حنان

(۲) منان

یہ دونوں نام اسماء الحسنیٰ میں سے نہیں ہیں لیکن احادیث میں آئے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر آپ حج یا عمرہ پر جائیں تو غلافِ کعبہ پر ہر دوسری تیسری لائن پر ''یا حنان، یا منان'' لکھا ہوا نظر آئے گا۔ چاروں طرف پوری پوری لائن پر یہی نام لکھے ہوئے ہیں اور بھی نام لکھے ہوئے ہیں مگر ان کی پوری پوری لائنیں نہیں ہیں۔ یہ عاجز بہت عرصہ تک یہ سوچتا رہا کہ آخر علمائے امت نے ان دو ناموں کی پوری پوری لائنیں کیوں لکھی ہوئی ہیں، جب ان کے معانی سوچنے لگے تو عجیب وغریب معانی سامنے آئے۔

حنان کا مفہوم اور معارف

حنان اس ہستی کو کہتے ہیں کہ اگر اس سے کوئی روٹھنا چاہے تو وہ اسے روٹھنے نہ دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے سے دور نہیں جانے دیتے.....اس لئے جب کوئی بندہ اللہ رب العزت کے در سے غافل ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کبھی اس کے کاروبار میں پریشانی، کبھی صحت میں پریشانی، کبھی کوئی اور پریشانی۔ یہ چھوٹی موٹی پریشانیاں اس لئے آتی ہیں کہ یہ جاگے اور میرے در پر آئے۔

یہاں ایک بزرگ نے نکتہ لکھا ہے کہ پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندوں کو پریشانیوں کی رسیوں میں جکڑ جکڑ کر اپنی بارگاہ کی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے۔ جیسے مچھلی شکاری سے دور بھاگتی ہے تو وہ اس کو قریب کھینچتا ہے اسی طرح جب بندہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ سے دور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حالات اس طرح بنا دیتے ہیں کہ جن

کی وجہ سے اسے Heat پہنچتی ہے اور وہ اللہ کے در پر آ کر دعائیں مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کتنے بہترین انداز میں فرمایا:

فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ؟ (او میرے بندو! تم کدھر جا رہے ہو؟)

ایک اور جگہ پر فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ (الانفطار:٦)

(اے انسان! تجھے تیرے کریم پروردگار سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا)

جیسے ماں اپنے بیٹے کو پیار سے منا رہی ہوتی ہے کہ بیٹا! تو اپنی امی سے روٹھ گیا، اس انداز میں فرمایا کہ تم مجھ سے کیوں روٹھ رہے ہو؟

منان کا مفہوم اور معارف

منان اس ہستی کو کہتے ہیں جو احسان تو کرے مگر اس کو احسان جتلانے کی عادت نہ ہو..... کئی لوگ احسان تو کرتے ہیں مگر جتلاتے بھی بہت ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ وہ احسان فرمانے والے ہیں کہ جو بندوں پر احسان بھی کرتے ہیں اور جتلاتے بھی نہیں ہیں .....اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہمارے اوپر کتنے احسانات ہیں۔

یاد رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں

...... بینائی نہ دیتے تو ہم اندھے ہوتے۔

...... گویائی نہ دیتے تو ہم گونگے ہوتے۔

...... سماعت نہ دیتے تو ہم بہرے ہوتے۔

...... عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے۔

...... صحت نہ دیتے تو ہم بیمار ہوتے۔

...... مال پیسہ نہ دیتے تو ہم فقیر ہوتے۔

......عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے۔ اور

......اولاد نہ دیتے تو ہم لاولد ہوتے۔

معلوم ہوا کہ ہم جو عزتوں بھری زندگی گزار رہے ہیں، یہ اس مالک کا احسان ہی تو ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں سے ایک نعمت ایسی بھی دی کہ اس نعمت جیسی اور کوئی نعمت تھی ہی نہیں، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (آلِ عمران:۱۶۴)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کو ان میں مبعوث فرمایا)

واقعی کائنات میں کوئی دوسری نعمت ایسی ہو ہی نہیں سکتی تھی..... جیسے کسی کو اپنے ماڈل بڑا ناز ہوتا ہے اسی طرح یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب پر اتنا ناز تھا کہ اس نعمت کو بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ ہاں ہم نے ایمان والوں پر احسان فرمایا ہے۔

کریم کا مفہوم اور معارف

اسماء الحسنیٰ میں سے اللہ تعالیٰ کا ایک نام کریم ہے..... کریم اس ہستی کو کہتے ہیں جو کسی سائل کو آتا ہوا دیکھے تو اس کی کیفیت کا خود اندازہ لگا کر اس کے مانگنے سے پہلے اس کو عطا کر دے..... کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں تو ان کے مانگنے سے پہلے ان کو کچھ دے دیتے ہیں۔ اسی طرح جب بندہ سچی توبہ کی نیت سے اپنے گھر سے چل کر اللہ کے در پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا ندامت سے چل کر آجانا ہی کافی ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے ابھی تک ہاتھ ہی نہ اٹھائے ہوں۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک آدمی جس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا توبہ کے ارادے سے نیکوں کی بستی کی طرف چل پڑا۔ ابھی پہنچا نہیں تھا بلکہ راستے میں ہی تھا

کہ اسے موت آجاتی ہے۔ جنت کے فرشتے بھی آجاتے ہیں اور جہنم کے بھی، اب دونوں طرف سے دلائل چلتے ہیں.....دوزخ کے فرشتوں کا دعویٰ تھا کہ سو بندوں کا قاتل ہے لہٰذا اسے ہم لے کر جائیں گے......جبکہ جنت کے فرشتوں کا دعویٰ تھا کہ توبہ کی نیت سے چل پڑا تھا لہٰذا ہم لے جائیں گے.....معاملہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوا۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ تم زمین کی پیمائش کرلو کہ یہ کس بستی کے زیادہ قریب ہے، اگر اپنی بستی کے قریب ہے تو یہ گنہگاروں میں سے ہے اور اگر نیکوں کی بستی کے قریب ہے تو پھر یہ نیکو کاروں میں شامل ہے۔ چنانچہ زمین کی پیمائش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے دیا کی اے نیکوں کی طرف والی زمین! تو ذرا سکڑ جا۔ چنانچہ زمین سکڑ گئی۔ لہٰذا جب پیمائش کی گئی تو فرشتوں نے دیکھا کہ اسے دونوں طرف کے راستے کے بالکل درمیان میں موت آئی اور اس کی لاش نیکوں کی بستی کی طرف گری تھی۔ اب چونکہ اس کی لاش نیکوں کی بستی کی طرف گری، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اتنے قرب کو بھی قبول کر کے اس کا شمار نیکوں میں فرمادیا.....تو اگر مرتے مرتے بھی ہماری لاش نیکوں کی طرف گر جائے گی، تو اللہ تعالیٰ پھر بھی نیکوں میں شمار کردیں گے اور اگر ہم جیتے جاگتے ان محفلوں میں جا کر ان کی صحبت اختیار کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہمارے آنے کو کیوں نہیں قبول فرمائیں گے۔

قیامت کے دن اس کریم ذات کا کرم ظاہر ہوگا۔ اسی لئے کسی عارف نے کیا ہی خوب کہا:

وَفَدتُ عَلَى الْكَرِيْمِ بِغَيْرِ زَادِ
مِنَ الْاَعْمَالِ وَالْقَلْبِ السَّلِيْمِ
فَاِنَّ الزَّادَ اَقْبَحُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
اِذَا كَانَ الْوُفُوْدُ عَلَى الْكَرِيْمِ

[میں کریم کی خدمت میں بغیر زادِ راہ کے حاضر ہوگیا ہوں، نہ میرے پاس

اعمال ہیں اور نہ سنورا ہوا دل ہے اور زادِ راہ سب سے بُری چیز سمجھی جاتی ہے
جب جانے والے نے کسی کریم کے پاس جانا ہو]

اگر کوئی منسٹر آپ کو اپنے گھر کھانے پر بلائے اور آپ اپنا کھانا ٹفن میں لے کر جائیں تو کیا وہ اچھا سمجھے گا؟ وہ کہے گا کہ تم میری دعوت پر آئے ہو اپنا کھانا ساتھ کیوں لائے ہو؟

علماء نے کریم کا ایک معنیٰ یہ بھی لکھا ہے کہ کریم وہ ذات ہوتی ہے جو اگر کوئی چیز دے دے تو اسے واپس لینے کی عادت نہ ہو.....اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں واپس نہیں لیتے البتہ ہم اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی وجہ سے ان نعمتوں کو دھکے دے دے کر واپس بھیجتے ہیں۔

رحمان اور رحیم کے معارف

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت بھی ایک عجیب صفت ہے۔ یہ عجیب اور مزے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفات ہیں، ہر صفت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صفت ایسی ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس کے دو نام ہیں۔ ''رحمٰن اور رحیم'' معلوم ہوا کہ یہ صفت باقی صفات پر غالب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (الاعراف :١٥٦)

(اور میری رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔)

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو نام بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ رحمٰن بھی رحمت سے نکلا اور رحیم بھی رحمت سے نکلا، ایک نام ہی کافی تھا۔ لیکن غور کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جاتی ہے.....دیکھیں کہ بندے کا امیر ہونا ایک صفت ہے اور اس کا سخی ہونا دوسری صفت ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک بندہ بڑا امیر ہو لیکن کنجوس مکھی چوس ہو اور ایک دمڑی بھی خرچ نہ کرتا ہو، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے اس کے دل کو کچھ

ہوتا ہو۔اب یہ امیر تو ہے مگر اس میں خرچ کرنے کی صفت نہیں ہے اور ایک آدمی دل کا حاتم طائی ہو مگر اس کے پلے ہی کچھ نہ ہو تو اس کی سخاوت کا یہ جذبہ بھی کسی کام کا نہیں..... مال کا ہونا ایک علیحدہ صفت ہے اور مال کو خرچ کرنے کی عادت ایک علیحدہ صفت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رحمت کے دو نام تجویز کئے۔ایک رحمٰن اور ایک رحیم۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اے میرے بندو! میرے پاس رحمت کے خزانے بھی بے شمار ہیں اور میری رحمت خرچ بھی بے شمار ہو رہی ہے۔

رحمٰن کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے پرائے سب پر مہربان ہے۔مسلمانوں پر بھی مہربان ہے اور کافروں پر بھی۔کافر بھی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں،اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو بھی اولاد دیتے ہیں،عزتیں دیتے ہیں،ان کے کاروبار میں ترقی دیتے ہیں،انہیں دنیا میں خوشیاں دیتے ہیں اور ان کی کئی تمنائیں پوری ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتے ہیں۔اور رحیم کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن تو اس کی رحمت خالصتاً ایمان والوں کے لئے ہوگی۔اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (الاحزاب:۴۳)

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کے دو حصے ہیں۔ایک رحمانیت اور ایک رحیمیت۔اللہ تعالیٰ نے مرد کے اندر رحمانیت کی تجلی کو زیادہ رکھ دیا ہے اور عورت کے اندر رحیمیت کی تجلی کو زیادہ رکھ دیا ہے۔اس لئے باپ بھی اولاد سے محبت تو کرتا ہے لیکن جہاں ڈسپلن کا مسئلہ آجاتا ہے وہاں اسکو سیدھا بھی کر دیتا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے نظام کو ٹھیک رکھنا تھا اس لئے اس نے باپ کی طبیعت ہی ایسی بنا دی کہ وہ نرمی بھی دکھاتا ہے اور گرمی بھی دکھاتا ہے۔وہ اسے پیار بھی دیتا ہے اور شیر کی آنکھ سے بھی دیکھتا ہے.....اللہ تعالیٰ نے ماں کے اندر رحیمیت کی صفت کو ڈالا ہوتا ہے اس لئے دنیا میں ماں ہی تو ہے جو اپنے نیک

بچوں سے محبت کرتی ہے تو اسے برے بچوں سے بھی محبت ہوتی ہے۔ باپ اپنے برے بیٹے کو کہہ دے گا کہ چلو گھر سے دفع ہو جاؤ لیکن ماں کبھی نہیں کہے گی۔ بلکہ ماں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ خود تو مار لے گی لیکن وہ کسی اور کو نہیں مارنے دے گی۔ باپ لائق سے محبت کرے گا لیکن نالائق بچوں سے بیزاری کا اظہار بھی کر دے گا مگر ماں تو ماں ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں کیا کروں، لائق اور نالائق ہونا تو مقدر کی بات ہے، میں تو اپنی مامتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی ساری اولاد سے محبت کروں گی۔ ماں کو مال پیسے کی طلب نہیں ہوتی۔ اس کی محبت اس کے دل کے اس جذبہ کی وجہ سے ہے جس سے وہ سمجھتی ہے کہ یہ میرا جگر گوشہ ہے، یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہے۔

رحمتِ الٰہی کی انتہا.....!!!

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تو یہ حال ہے کہ ایک آدمی جو بتوں کا پجاری تھا وہ بیٹھا ''یا صنم! یا صنم! یا صنم! کی تسبیح پڑھ رہا تھا۔ وہ یا صنم کہتے کہتے رات کو تھک گیا تو اسے اونگھ آنے لگ گئی۔ جب اونگھ آئی تو اس کی زبان سے یا صنم کی بجائے یا صمد کا لفظ نکل گیا۔ جیسے ہی اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا تو اللہ رب العزت نے فوراً فرمایا:

لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ ! (میرے بندے! میں حاضر ہوں، مانگ کیا مانگتا ہے؟)

فرشتے حیران ہو کر پوچھنے لگے، اے اللہ! یہ بتوں کا پجاری ہے اور ساری رات بت کے نام کی تسبیح کرتا رہا ہے، اب نیند کے غلبہ کی وجہ سے اس کی زبان سے آپ کا نام نکل گیا ہے اور آپ نے فوراً متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے میرے بندے! تو کیا چاہتا ہے، اس میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے فرشتو! وہ ساری رات بتوں کو پکارتا رہا اور بت نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس کی زبان سے میرا نام نکلا، اگر میں بھی جواب نہ دیتا تو مجھ میں اور بت میں کیا فرق رہ جاتا..... تو جو پروردگار اتنا مہربان ہو کہ بندے کی زبان سے نیند کی حالت میں بھی اگر نام نکل آئے تو پروردگار اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں تو اگر

ہم ہوش وحواس میں دعائیں مانگیں گے تو پروردگار ہماری دعاؤں کو کیوں نہ قبول فرمائیں گے۔ دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرما دے اور موت کے وقت ہمارے پاس ایمان کی نعمت سلامت رہے اور قیامت کے دن ہم نبی اکرم ﷺ کے جھنڈے کے سائے تلے حاضر ہو جائیں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمين .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ
مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ o

عشق و مستی کا سفر

یہ بیان 10 جنوری 2003ء کو جامع مسجد دارالسلام ٹاؤن باغ (جھنگ) میں ہوا۔ جس میں سینکڑوں سالکین طریقت نے شرکت کی۔ (خطبہ جمعۃ المبارک)

اقتباس

بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے انسان کا جی نہیں بھرتا۔ جو لوگ بیت اللہ شریف کا دیدار کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب انسان بیت اللہ شریف کی طرف نظر ڈالتا ہے تو جتنی نگاہیں زیادہ پڑتی ہیں اتنا ہی اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اس کو بیٹھ کر دیکھتے ہی رہیں۔ وہاں نور ہی نور ہوتا ہے۔ وہاں کا منظر اتنا دلکش اور ماحول اتنا پر سکون ہوتا ہے کہ آدمی وہاں جا کر پوری دنیا کو بھول جاتا ہے۔ وہ دنیا ہی کچھ اور ہے۔ جس طرح ایک شہنشاہ کا دربار ہوتا ہے اسی طرح اس جگہ پر عظمت اور شان وشوکت دیکھنے میں آتی ہے۔ ہر بندہ دیکھ بھی نہیں سکتا، مگر دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

عشق و مستی کا سفر

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَo فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَّلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔ (آل عمران:۹۶۔۹۷)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَo وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ o وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّم

کائنات کی ابتدا

اللہ رب العزت نے جب اس کائنات کو بنایا تو ابتدا میں ہر طرف ہر جگہ پانی ہی پانی تھا۔ اس پانی کے اوپر ایک بلبلہ نمودار ہوا جو پھیلتا چلا گیا اور یوں زمین وجود میں آئی۔ جس جگہ سے وہ بلبلہ اٹھا وہ جگہ پوری دنیا کا مرکز بنا۔ اس لئے اس جگہ کو اوّل عالم، مرکز عالم اور وسط عالم کہا جاتا ہے۔ اسے بیت اللہ کہا جاتا ہے۔ اسے اللہ کا گھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات ہر وقت یہاں اتر رہی ہوتی ہیں۔ یوں سمجھیں کہ وہ تجلیاتِ ذاتیہ نور کا ایک پرنالہ ہے جو ما فوق العرش سے آرہا ہے اور زمین کے نیچے

تحت الثریٰ تک جا رہا ہے۔ ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر اپنی نماز میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ ہم نماز میں یہی نیت تو کرتے ہیں کہ

مُتَوَجِّهًا اِلٰى جِهَتِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ

[کعبہ شریفہ کی طرف منہ کئے ہوئے]

چنانچہ کوئی آدمی کرہ ہوائی کے اندر ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہو یا کوئی خلا باز خلا میں ہو یا کوئی سمندر میں کئی کلو میٹر نیچے چلا جائے اور وہ وہاں نماز پڑھنا چاہے تو وہ وہاں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ کوٹھا اس کے سامنے ہو، بلکہ اگر سمت وہی ہوئی تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر مہربانی فرمادی کہ سمت متعین کر دی ہے۔ اگر ہمیں تعینِ سمت کے بغیر ہی عبادت کا حکم ہوتا تو ہم یقیناً Confuse (پریشان) ہو جاتے۔ کوئی مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا تو کوئی مغرب کی طرف۔ اس طرح نہ تو مرکزیت اور یک جہتی ہوتی اور نہ ہی طبیعتوں کو پوری طرح اطمینان ہوتا۔

محبوب کی نشانیوں سے سکون ملتا ہے

اگر بیت اللہ شریف دنیا میں نہ ہوتا تو انسان کے لئے محبتِ الٰہی کا جذبہ پورا کرنا مشکل بن جاتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ تصور میں آ ہی نہیں سکتے۔ جب محبّ کو محبوب نظر نہ آئے تو وہ محبوب کی نشانیوں سے سکون پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اپنے گھر کی نسبت عطا فرمادی لہٰذا بندہ جب دنیا میں اس گھر کا دیدار کرتا ہے تو اسے سکون ملتا ہے کہ یہ اللہ رب العزت کا گھر ہے...... مجنوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی کتے کے پاؤں کو بوسے دے رہا تھا۔ پوچھنے والے نے پوچھا، مجنوں! یہ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ میرے محبوب کے گھر کے قریب سے گزر کے آیا ہے اس لئے میں اس کے پاؤں کو بھی بیٹھا بوسے دے رہا ہوں۔ چونکہ محبوب سے محبت ہوتی ہے اس لئے اس کے گھر اور گلی کوچے سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ اور مومن چونکہ اللہ رب العزت سے محبت کرتا ہے

اس لئے اسے سیدنا رسول اللہ ﷺ سے بھی محبت ، قرآن مجید سے بھی محبت ، اہل اللہ سے بھی محبت اور شعائر اللہ سے بھی محبت ہوتی ہے کیونکہ یہ سب محبوبِ حقیقی کی نشانیاں ہوتی ہیں اور مؤمن بندہ ان کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لئے نماز میں یکسوئی حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

محبت چاہتی ہے کہ جس سے ہم تعلق رکھتے ہیں اگر وہ محبوب نظر نہیں آتا تو اس کے کچھ آثار ہی مل جائیں۔ اسی بات کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا:

؎ کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

ویسے بھی ہم خاکی ہیں اور ہماری طبیعتیں اس وقت مطمئن ہوتی ہیں جب ہم سامنے کچھ دیکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ اس نے دنیا میں ایک جگہ کو اپنے ساتھ نسبت عطا فرما دی لہٰذا اب ہمارے لئے محبتِ الٰہی کے اس جذبے کو پورا کرنا آسان ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو یوں سمجھتے ہیں جیسے ہم محبوب کے سامنے موجود ہیں۔

ستاروں کا طواف

جس طرح بیت اللہ شریف ہمارا قبلہ ہے اسی طرح آسمان پر فرشتوں کا بھی ایک قبلہ ہے جسے بیت المعمور کہتے ہیں۔ انسان بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں اور فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں...... یہاں ایک مزے کی بات بتاتا چلوں ......امریکہ میں خلاء سے متعلق کام کرنے والے شعبے نے ستاروں کے متعلق ایک Documentary (سائنسی فلم) بنائی ہے جس کا نام انہوں نے ”THE STAR“ (ستارہ) رکھا۔ جس بندے نے آکر ہمیں اس کے بارے میں اطلاع دی اس نے کہا کہ اس میں ستاروں کے بارے میں اتنی اچھی معلومات ہیں کہ انسان

حیران ہو جاتا ہے۔ وہاں کچھ مسلمان علماء موجود تھے چنانچہ ان کے ساتھ اس عاجز نے بھی نیت کی کہ چلو ہم بھی ستاروں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ

[اور وہ ستاروں سے راستہ پاتے ہیں]

چنانچہ ہم چار پانچ آدمی مل کر وہاں گئے۔ وہاں ایک عجیب چیز دیکھی کہ جس کمرے میں ہمیں بٹھایا گیا اس کی چھت گولائی کی شکل میں تھی گویا انہوں نے اس چھت کو آسمان بنایا ہوا تھا۔ اس میں چاند اور ستارے نظر آ رہے تھے۔

ان کے دو بنیادی مقاصد تھے......اگر رات میں کسی آدمی کو جنگل میں ایسی جگہ پر چھوڑ دیا جائے جہاں اسکو نہ تو وقت کا پتہ ہو اور نہ ہی سمت کا، تو وہ آدمی اپنے راستے کا، سمت کا اور وقت کا تعین کس طرح کر سکتا ہے؟......انہوں نے بڑے عجیب و غریب طریقے بتائے کہ اگر کوئی آدمی اس طرح کھڑا ہو تو اس کو سمت کا پتہ چل جائے گا کہ ادھر مشرق ہے، ادھر مغرب ہے، ادھر شمال ہے اور ادھر جنوب ہے......پھر بتایا کہ اگر یہ ستارے یہاں پر ہیں تو آدھی رات کا وقت ہوتا ہے اور اگر یہ ستارے یہاں پر ہوں تو صبح صادق کا وقت ہوتا ہے۔ جب گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں اس وقت ہمارے بڑے اسی طرح ستاروں کی لو سے صبح کا تعین کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اسی بات کو سائنسی انداز میں سمجھایا۔ بہر حال بڑی اچھی معلومات تھیں۔

انہوں نے ایک عجیب بات بتائی کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں وہ سب کے سب حرکت کرنے والے ہیں البتہ ایک ستارہ ایسا ہے جو حرکت نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی سپیڈ کو بڑھائیں تو آپ کو آسمان یوں نظر آئے گا۔ چنانچہ جب انہوں نے سپیڈ ذرا بڑھائی تو ہم نے دیکھا کہ ایک ستارہ چمک رہا ہے اور اپنی جگہ پر ساکن ہے اور

باقی سب ستارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اچانک میرے دل میں ایک بات آئی اور میں نے ساتھ والے ایک عالم سے کہا،

''بھئی! اگر یہ بات حقیقت ہے کہ سارے ستارے اس طرح گردش کر رہے ہیں تو ممکن ہے کہ اوپر بیت المعمور ہو اور نیچے بیت اللہ ہو اور اس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ ذاتیہ وارد ہوتی ہیں وہاں آسمانوں میں یہ ستارہ درمیان میں ہو۔ اگر اسی طرح ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوپر فرشتے طواف کرتے ہیں، نیچے بندے طواف کرتے ہیں اور درمیان میں آسمان کے سب ستارے اس ستارے کے گرد طواف کر رہے ہیں ......اور یہ واقعی اسی طرح ہے۔ سب اسی شمع کے پروانے ہیں۔''

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

وہ چیزیں جن سے دل نہیں بھرتا

علماء نے لکھا ہے کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کا دل نہیں بھرتا۔ مثال کے طور پر.....

(۱) آسمان کی طرف دیکھنا: ہم آسمان کی طرف روزانہ دیکھتے ہیں ......وہی بادل وہی سورج، وہی چاند اور ستارے اور وہی نیلا رنگ ......مگر اس کو دیکھنے میں ایسی جاذبیت ہوتی ہے کہ ہر روز نیا مزہ ہوتا ہے۔ آپ کو کبھی بھی کوئی ایسا بندہ نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ میں آسمان کو دیکھ دیکھ کر تنگ آگیا ہوں۔ بلکہ ہر بندہ جھلمل کرتے ستاروں کے دلفریب منظر کو دیکھ کر اللہ رب العزت کی حمد میں رطب اللسان ہو جاتا ہے۔

(۲) پانی پینا: پانی پینے سے انسان کا دل نہیں بھرتا۔ سو سال کے بوڑھے کے اندر بھی اس کی طلب ہوتی ہے اور وہ بھی پانی پیتا ہے۔ آپ کو کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ I am sick of it. (میں پانی پی پی کر تنگ آگیا ہوں)

(۳) <u>قرآن مجید کا پڑھنا:</u> اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسی جاذبیت رکھی ہے کہ جس انسان کو قرآن مجید کے پڑھنے کا لطف نصیب ہو جاتا ہے اس کا دل قرآن مجید کے پڑھنے سے بھرتا ہی نہیں ۔ یہ ہر ایک کو حاصل بھی نہیں ہوتا۔ یہ لطف ان خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے دل بیماریوں سے پاک ہوتے ہیں ۔ وہ بار بار پڑھتے ہیں ۔ وہ جتنا پڑھتے ہیں اتنا اور پڑھنے کو ان کا جی چاہتا ہے۔ جس طرح سخت گرمی کے موسم میں صحرا میں سفر کرتا ہوا مسافر ٹھنڈے پانی کے مل جانے پر بڑی رغبت اور شوق سے اسے پی رہا ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نیک بندے اس قرآن کو بہت رغبت اور شوق کے ساتھ پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ حفاظ اور قراء ساری زندگی قرآن مجید پڑھتے ہیں، پڑھاتے ہیں سنتے ہیں، سناتے ہیں اور ہر روز نیا مزہ پاتے ہیں ۔آپ کو دنیا میں کوئی بندہ ایسا نہیں ملے گا جو صاحبِ عقل ہو اور کہے کہ قرآن مجید پڑھ پڑھ کے میرا دل بھر گیا ہے۔

(۴) <u>بیت اللہ شریف کو دیکھنا:</u> بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے انسان کا جی نہیں بھرتا۔ جو لوگ بیت اللہ شریف کا دیدار کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب انسان بیت اللہ شریف کی طرف نظر ڈالتا ہے تو جتنی نگاہیں زیادہ پڑتی ہیں اتنا ہی اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اس کو بیٹھ کر دیکھتے ہی رہیں ۔ وہاں نور ہی نور ہوتا ہے۔ وہاں کا منظر اتنا دلکش اور ماحول اتنا پرسکون ہوتا ہے کہ آدمی وہاں جا کر پوری دنیا کو بھول جاتا ہے۔ وہ دنیا ہی کچھ اور ہے۔ جس طرح ایک شہنشاہ کا دربار ہوتا ہے اسی طرح اس جگہ پر عظمت اور شان وشوکت دیکھنے میں آتی ہے۔ ہر بندہ دیکھ بھی نہیں سکتا، مگر دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

انسانی دلوں کا مقناطیس

آپ نے دنیا میں لوہے کا مقناطیس دیکھا ہوگا۔اسکی خوبی یہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔لوہا قریب ہوتے ہوتے بالآخر مقناطیس سے چمٹ جاتا ہے۔اگر آپ نے دنیا میں انسانوں کے دلوں کا مقناطیس دیکھنا ہوتو بیت اللہ شریف کو دیکھ لیجئے۔اس کو دیکھنے کے لئے ہر مؤمن کا دل کھنچتا ہے۔

......کیا مرد اور کیا عورت

......کیا امیر اور کیا غریب

......کیا صحت مند اور کیا بوڑھا ضعیف

جس سے بھی پوچھ لیں،اس کے پاس جانے کی گنجائش ہو یا نہ ہواس کے دل میں تڑپ ضرور ہوگی۔وہ تنہائیوں میں رو رو کر اللہ رب العزت کے حضور دعائیں مانگے گا کہ ''مولا! کبھی مجھے بھی توفیق عطا فرما کہ میں بھی تیرے گھر کا طواف کروں۔وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو احرام باندھ کر نکلتے ہیں۔ لبیک اللھم لبیک پڑھتے ہیں،کوئی تیرے گھر کا طواف کرتا ہے،کوئی مقامِ ابراہیم پر سجدے کرتا ہے،کوئی غلافِ کعبہ کو پکڑ کر دعائیں مانگتا ہےاور کوئی ملتزم سے جا کر لپٹ جاتا ہے۔اے اللہ! تو میرے لئے بھی اسباب پیدا فرما تا کہ میں بھی اپنی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرسکوں۔''

جو خوش نصیب وہاں جاتے ہیں وہ پیچھے نہیں رہ سکتے۔وہ مسجدِ حرام میں پہنچتے ہیں، مطاف میں آتے ہیں،طواف کرتے ہیں اور طواف کرتے کرتے بالآخر ملتزم سے جا کر لپٹ جاتے ہیں۔حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ملتزم سے اس طرح لپٹتے تھے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے سینے سے لپٹ جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے دل کی دنیا میں ایک عجیب سی ہل چل مچ جاتی ہے۔

قبولِ اسلام کا ایک دلچسپ واقعہ

مجھے امریکہ میں ایک جگہ پر بتایا گیا کہ یہاں ایک خاتون ہے جو پہلے یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور اب مسلمان ہو چکی ہے۔ وہ بڑی پکی مسلمان ہے۔ اس کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ بہت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتی ہے جب وہ نماز پڑھتی ہے تو اس میں ڈوب ہی جاتی ہے۔ وہ اہتمام سے وضو کرتی ہے، پھر وہ اپنے خاص کپڑے پہنتی ہے جو اس نے نماز کے لئے بنائے ہوئے ہیں، پھر وہ تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان عورتیں اس کو دیکھ کر شرما جاتی ہیں اور صحیح معنوں میں دیندار بننے کی کوشش کرتی ہیں۔

مجھے بتایا گیا کہ وہ کچھ مسائل پوچھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر انگلش میں گفتگو کرنے لگی، وہ مسائل پوچھتی رہی، اس نے تقریباً دو گھنٹے اسلام سے متعلق بڑے اچھے اچھے سوال کئے۔ واقعی اس کے دل میں علم حاصل کرنے کی طلب تھی۔ گفتگو کے دوران میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسا لمحہ تھا جب آپ کے دل کی دنیا بدلی اور آپ مسلمان بن گئیں؟

وہ کہنے لگی کہ میرے خاوند کی جدہ میں ملازمت تھی اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔ اس سے پہلے ہم دونوں امریکہ میں ایک دفتر میں کام کرتے تھے۔ دفتر والوں نے کہا کہ ہم نے جدہ میں ایک نیا دفتر کھولا ہے، اگر کوئی وہاں جانا چاہے تو ہم تنخواہ اور سہولیات بھی زیادہ دیں گے اور انہیں ایک اور ملک دیکھنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ ہم دونوں میاں بیوی تیار ہو گئے۔ چنانچہ اس طرح ہم جدہ میں پہنچ گئے۔ میں یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں میں کچھ لوگوں کو دیکھتی کہ وہ سفید لباس پہن کر کہیں جا رہے ہوتے تھے، کبھی کاروں میں اور کبھی بسوں میں۔ میں

حیران ہوتی کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے بارے میں اپنے خاوند سے پوچھتی۔ وہ کہتا کہ یہاں مسلمانوں کا کعبہ ہے یہ وہاں جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ ہم مسلمانوں کے کعبہ کو جا کر کیوں نہیں دیکھتے۔ وہ کہنے لگا کہ وہاں غیر مسلم نہیں جا سکتے۔ میں نے کہا کہ اگر ہم نہیں جا سکتے تو کم از کم کوشش تو کر سکتے ہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موقع دے دے۔ وہ کہنے لگی کہ اگلے دن میں نے مسلمان عورتوں جیسا ایک رومال لیا اور سر پر باندھ لیا اور میرے خاوند نے بھی سر پر ٹوپی کر لی اور ہم بھی اسی راستے پر چل پڑے۔ قدرتی بات ہے کہ وہ ایسا وقت تھا کہ جب ٹریفک پولیس والے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے ایک بندہ چیک کرنے کے لئے کھڑا کیا ہوا تھا۔ ٹریفک زیادہ تھی اور وہ چیک کرنے والا ایک بندہ تھا۔ وقت بھی رات کا تھا۔ لہٰذا وہ دور سے ہی سب کو جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس طرح ہم بھی اسی ٹریفک میں آگے نکل گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کعبہ کہاں ہے؟ انہوں نے حرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ہے۔ چنانچہ ہم حرم میں داخل ہو گئے۔ ہم چلتے چلتے جب مطاف میں پہنچے تو ہم نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالی۔ ہمیں وہاں اتنی برکتیں، اتنی رحمتیں اور اتنے انوارات نظر آئے کہ ہم دونوں کی نگاہیں وہاں ٹکی رہ گئیں۔ میں بھی رونے لگی اور میرا خاوند بھی رونے لگا۔ کچھ دیر تک ہم دونوں وہاں کھڑے روتے رہے۔ دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ بالآخر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس جگہ حقیقت ملی ہے اور میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں حقیقت ملی ہے تو ہم دونوں نے کہا کہ ہاں حقیقت ملی ہے۔ چنانچہ اسی لمحے ہم دونوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ ہمیں کسی مسلمان نے نہیں کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ بلکہ ہمیں اللہ کے گھر نے مسلمان بنایا ہے...... سبحان اللہ...... دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو فقط بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

ملتزم کی عظمت

بیت اللہ شریف کے ارد گرد ستر ہ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں کی مانگی ہوئی دعائیں اللہ رب العزت قبول فرما لیتے ہیں۔ ان میں سے ایک ''ملتزم'' بھی ہے۔ ملتزم سے لپٹ کر جو دعا بھی کی جائے اللہ رب العزت قبول فرما لیتے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جو دعا قبول نہیں ہونی ہوتی، جب بندہ وہاں دعا مانگنے کے لئے جاتا ہے تو وہ دعا ویسے ہی ذہن سے نکل جاتی ہے۔ اس کا کئی بار تجربہ کیا ہے۔ سوچتے ہیں کہ یہ بھی مانگنا ہے، یہ بھی مانگنا ہے، لیکن جب وہاں جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ دعا ہی ذہن سے نکال دیتے ہیں۔

وہاں ہمارے ایک دوست انجینئر تھے۔ انہوں نے وہاں دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو حافظِ قرآن بنا دے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں عمرہ کر کے وہاں اپنی رہائش گاہ پر پہنچا۔ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ میں نے بھاگ کر فون اٹھایا تو فون پر میری بیوی پاکستان سے کال کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کال کیسے کی؟ وہ کہنے لگی کہ میں بڑے دنوں سے سوچ رہی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو حافظِ قرآن بناؤں، لہٰذا آج میں اس کو مدرسے میں قاری صاحب کے پاس بٹھا کر آئی ہوں اور اب میں نے آپ کو یہ اطلاع دینے کے لئے فون کیا ہے...... سبحان اللہ...... اُدھر دعا مانگی اور اِدھر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما دی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل حج میں لکھا ہے کہ ملتزم پر دعا مانگنے کی جو حدیث ہے وہ صحابہ کرامؓ سے نیچے سندِ متصل کے ساتھ چلی ہے۔ مگر ہر ایک راوی نے جہاں پر یہ بات نقل کی کہ وہاں پر دعائیں قبول ہوتی ہیں وہاں اپنا تجربہ بھی بتایا کہ میری بھی دعائیں قبول ہوئیں۔ پہلے اگلے راوی نے کہا کہ میری بھی دعائیں قبول ہوئیں۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اس حدیث پاک کی روایت میں تسلسل ہے اسی طرح انہوں نے جو اپنی دعائیں قبول ہونے کی تصدیق کی اس میں بھی تسلسل ہے۔

پھر آخر میں فرمایا کہ میں اس کتاب میں یہ حدیث نقل کر رہا ہوں اور میں بھی تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے بھی وہاں جو دعائیں مانگیں اللہ رب العزت نے قبول فرمالی ہیں اللہ اکبر!!!

محبوب حقیقی کی یاد میں گنگنانے کا انداز

بیت اللہ شریف کے گرد طواف کرنے کا بھی عجیب سماں ہوتا ہے۔ جیسے شمع کے گرد پروانہ چکر لگاتا ہے اسی طرح رب کریم نے بھی اپنے بندوں کو یہ عبادت بتائی کہ جب تم میرے گھر کے پاس آؤ تو دیوانے بن کر آؤ اور اس گھر کے گرد چکر لگانے شروع کر دو۔ اس محبوبِ حقیقی نے کہا کہ اب تم زیب و زینت کے سب کپڑے اتار دو اور دو چادروں میں لپٹ جاؤ، جیسے مردہ ہوتا ہے۔ اب تمہیں دنیا سے کوئی واسطہ نہیں ہے.....جب کوئی محبّ اپنے محبوب کی تلاش میں نکلتا ہے تو آہیں بھی بھرتا ہے اور اس کی زبان سے محبوب کی یاد میں گنگنانے کے انداز میں محبت کے کچھ نہ کچھ کلمات بھی نکلتے ہیں......اس لئے مؤمن سے کہا گیا کہ جب تم احرام کے کپڑے پہن کر نکلو تو

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ . لَبَّیْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ . اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ . لاَ شَرِیْکَ لَکَ .

پڑھتے چلے جاؤ۔

انسانی دلوں کی واشنگ مشین

ایک صاحب نے اس عاجز سے پوچھا، جی! طواف کے سات چکروں کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا، بھئی! یہ عبادت ہے۔ لیکن اسے بات سمجھ میں نہ آئی۔ پھر میرے ذہن میں ایک بات آئی لہٰذا اسے ذرا اور انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔ میں نے کہا، کیا آپ کے گھر میں واشنگ مشین ہے؟ وہ کہنے لگا، جی ہاں۔ میں نے پوچھا کہ جب کپڑے گندے ہو جاتے ہیں تو تم کیا کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ گندے کپڑوں کو

واشنگ مشین میں ڈالتے ہیں اور پھر اس کے چند چکر دلواتے ہیں۔ جب نکالتے ہیں تو وہ کپڑے پاک صاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا،

''اللہ تعالیٰ نے بھی انسانوں کے دلوں کو دھونے کی واشنگ مشین بنا دی ہے۔''

اللہ رب العزت کہتے ہیں،

''اے میرے بندو! تم دنیا میں رہ کر اپنے دلوں کو کالا کر لیتے ہو، مخلوق کی محبت میں پھنس جاتے ہو اور دنیا داری میں گرفتار ہو جاتے ہو، تم وہاں سے چھوٹ کر میلے دلوں کے ساتھ آؤ، جب میرے گھر میں پہنچو گے تو بس تمہیں سات چکر لگوائیں گے اور تمہیں بھی دھو کر نکال دیں گے۔'' سبحان اللہ۔

حج کا فلسفہ

اب ذرا حج کا فلسفہ بھی سن لیجئے..... مؤمن بندہ نے کلمہ پڑھ کر اللہ رب العزت کے ساتھ محبت کا دعویٰ کیا۔ اللہ رب العزت نے اس مؤمن کو آزمانا چاہا تو طریقہ یہ بنایا کہ پہلے اس کا مالی امتحان لیا جائے تاکہ پتہ چلے کہ وہ محبوب کے کہنے پر مال خرچ کرتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ مؤمن کو رجب اور شعبان میں زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا کہ جو صاحبِ نصاب ہیں وہ زکوٰۃ ادا کریں۔ جس جس بندے نے زکوٰۃ ادا کر دی گویا وہ اس اے پیپر (A-Paper) میں سے پاس ہو گیا۔ پھر اللہ رب العزت نے ان کا بی پیپر (B-Paper) لیا۔ وہ رمضان المبارک ہے کہ جس کے ذریعے جسمانی امتحان لیا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! تم نے زکوٰۃ ادا کر کے مالی امتحان میں سے کامیابی حاصل کر لی، اب تم اِن اوقات میں اپنا کھانا پینا بھی چھوڑ کر دکھاؤ۔ تو جس مؤمن بندے نے رمضان المبارک کے روزے بھی رکھ لئے وہ بی پیپر میں سے بھی کامیاب ہو گیا۔

دستور یہ ہے کہ جب کوئی امتحان میں سے کامیاب ہوتا ہے تو پھر اس کو انعام بھی

ملتا ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے مؤمن بندے کو انعام دینے کے لئے اپنے گھر کی طرف بلایا۔ چنانچہ رمضان المبارک کے ختم ہوتے ہی حج کا موسم شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی عید کے اگلے دن ہی حج کا احرام باندھنا چاہے تو وہ باندھ سکتا ہے...... یہ جو دن گزر رہے ہیں ان کو موسمِ حج کہتے ہیں۔ ویسے بھی اب تو حجاج جانا شروع ہو گئے ہیں۔ اب عشاق مختلف ملکوں اور مختلف شہروں سے جا رہے ہیں۔ کوئی ہوائی جہاز کے ذریعے اور کوئی بحری جہاز کے ذریعے۔ چونکہ سال میں یہ موقع ایک ہی بار آتا ہے اس لئے اس موقع کی مناسبت سے چند باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں.....تو مؤمن جب حج کے سفر پر نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو فرما دیا کہ اب تم اپنا زیب و زینت کا لباس اتار دو، یہ امیر غریب کا فرق ختم کردو، شاہ و گدا سب ایک بن جاؤ۔ تم سب ہمارے چاہنے والے ہو، لہٰذا دو چادروں میں لپٹ جاؤ اور تلبیہ پڑھتے ہوئے ہمارے گھر کی طرف آؤ۔ چنانچہ انسان اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف جاتا ہے اور وہاں جا کر طواف کرتا ہے، سعی کرتا ہے اور ارکان حج ادا کرتا ہے۔

سفرِ حج کی دشواریوں کی ایک جھلک

ہمارے اکابرین بڑی مشکلات کے ساتھ حج کا سفر کیا کرتے تھے۔ اب تو بڑی آسانیاں ہو گئی ہیں۔ جدہ اتریں تو ائر کنڈیشنڈ بسوں میں سفر کر کے ائر کنڈیشنڈ کمروں میں پہنچ جاتے ہیں۔ فقط سڑکیں ائر کنڈیشنڈ نہیں ہیں باقی سب چیزیں ائر کنڈیشنڈ ہیں، مسجدیں بھی ائر کنڈیشنڈ ہیں۔

ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب ہم بحری جہاز کے ذریعے حج کو جاتے تھے تو بعض اوقات ہمارا بحری جہاز لنگر انداز ہونے کے بعد ایک ایک مہینہ انتظار میں کھڑا رہتا تھا اور ہم جہاز کے اندر ہوتے تھے.....آج تو جہاز سے اترنے کے بعد دو تین گھنٹے کے اندر ائر پورٹ سے باہر ہوتے ہیں..... پھر جب جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے تھے تو پھر اونٹوں

پر سفر کرنا پڑتا تھا۔ کئی مرتبہ اونٹ کا کرایہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ بہر حال ہم اپنا سامان اونٹ پر رکھتے اور خود پیدل چلتے ہوئے ہم جدہ سے مکہ مکرمہ پہنچا کرتے تھے۔ جی ہاں! پہاڑی پر پیدل چڑھتے اور پھر اترتے .....آج تو پہاڑیوں کو کاٹ کر سیدھا راستہ بنا دیا گیا ہے۔ اب صرف ایک گھنٹہ لگتا ہے.....حضرتؒ فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان بھی رکھنا ہوتا تھا اور وضو اور غسل کا پانی بھی ساتھ رکھنا پڑتا تھا کیونکہ راستے میں پانی نہیں ملتا تھا۔ کتنی مشقت ہوتی ہو گی۔ آسانیاں تو اب ہوئی ہیں اس سے پہلے بہت زیادہ دشواریاں ہوتی تھیں۔

اس قدر غربت کا عالم.....!!!

اس زمانے میں خود عرب میں رہنے والے لوگوں پر بڑی غربت کا عالم تھا۔ .....اب تو اللہ رب العزت نے وہاں سونے اور تیل کے ذخائر کھول دیئے ہیں جن کی وجہ سے آسانیاں ہو گئی ہیں۔..... پہلے دور میں اتنی مشکلات تھیں کہ ہمارے پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو ایک بوڑھا اعرابی کہیں سے آیا۔ وہ اشارہ کرنے لگا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو۔ حضرتؒ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ان کے لئے کھانا بنا دو۔ انہوں نے آٹا نکالا تاکہ گوندھ کر روٹیاں پکائیں۔ جب اس بوڑھے نے کچا آٹا دیکھا تو بھوک کی شدت کی وجہ سے اس سے رہا نہ گیا لہٰذا اس نے پانی کا ایک پیالہ بھرا اور اس نے کچا آٹا مٹھی میں لے کر اس میں گھول کر پی لیا اور کہنے لگا کہ اب میں روٹی پکنے کا انتظار کر سکتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ان دنوں جب حاجی لوگ پھل کھا کر چھلکے پھینکتے تو مقامی بچے ایک دوسرے کے ساتھ ان چھلکوں کو اٹھانے کے لئے جھگڑا کیا کرتے تھے۔ یہ ۱۹۶۰ء سے پہلے کی بات ہے۔

ایک بچے کے دل میں بیت اللہ شریف کی محبت

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ ہم حرم شریف میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک چھوٹا سا بچہ وقتاً فوقتاً ہمارے خیمے میں آتا۔ ہم اسے کھانے کے لئے روٹی دے دیتے اور وہ خوشی خوشی چلا جاتا تھا۔ اس کے بار بار آنے سے ہمیں اس کے ساتھ محبت ہوگئی اور وہ چھوٹا سا بچہ بھی ہم سے مانوس ہوگیا۔ جب ہمارا قیام پورا ہوگیا اور ہمیں آگے سفر پر جانا تھا تو میری اہلیہ نے اس بچے کو بلایا اور کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ چلو تو ہم تمہیں لے چلتے ہیں۔ اس نے کہا، ''کہاں؟'' انہوں نے کہا، ''اپنے ملک میں''۔ وہ کہنے لگا، ''وہاں کیا ہوگا؟'' انہوں نے کہا، ''وہاں گرمی بھی کم ہے، وقت پر کھانا بھی مل جاتا ہے اور پانی بھی مل جاتا ہے۔ تمہیں وہاں ہر سہولت میسر ہوگی، کوئی تنگی نہیں ہوگی، اچھا لباس بھی ملے گا، غرض ہر طرح کی نعمت ملے گی۔ انہوں نے اس کو بڑی سہولیات گنوائیں۔ وہ بچہ سب باتوں کو بڑے غور سے سنتا رہا۔ جب انہوں نے بات مکمل کر لی تو اس وقت بچے نے بیت اللہ شریف کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا کہ کیا یہ بیت اللہ شریف بھی وہاں ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو وہاں نہیں ہوگا۔ یہ سن کر بچہ کہنے لگا کہ اگر یہ وہاں نہیں ہوگا تو مجھے وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو فقط بیت اللہ کا پڑوس چاہیے.....اللہ اکبر۔

حج محبت والوں کو نصیب ہوتا ہے

حج کا تعلق بندے کی محبت کے ساتھ ہے۔ اگر مال و دولت کی بنیاد پر بندہ حج پر جا سکتا ہوتا تو یہ دنیا کے سب مالدار حاجی بنے ہوتے۔ اکثر مالداروں کو یہ نعمت نصیب ہی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ اتنے امیر ہوتے ہیں کہ اگر وہ یہاں سے روزانہ ٹکٹ لے کر بیت اللہ شریف کی زیارت کو جائیں اور عمرہ کر کے آئیں تو وہ روزانہ عمرہ کر سکتے ہیں، گویا وہ

سال کے تین سو پینسٹھ عمرے کر سکتے ہیں مگر ان کو توفیق ہی نہیں ملتی۔حتیٰ کہ انہوں نے زندگی میں ایک عمرہ بھی نہیں کیا ہوتا۔اس کے برعکس کئی غریبوں کو دیکھا کہ جو پیسے اکٹھے کر کر کے دل کی سچی تمنا کی وجہ سے وہ حج کر آتے ہیں۔اور جو زیادہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس سفر کی سعادت کا سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بغیر اسباب کے بھی یہ سعادت عطا فرما دیتے ہیں۔

ایک گوالے کا سچا جذبہ

جامعہ اشرفیہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں، مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے معارف القرآن بھی لکھی۔وہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔چونکہ وہ ایک فقیہہ وقت تھے اس لئے ان کا سنایا ہوا واقعہ سنانے کی جرات کر رہا ہوں۔

لاہور کا ایک گوالا تھا.....گائے بھینس کا دودھ دوہنے والے کو گوالا کہتے ہیں۔ .....وہ نوجوان تھا۔اس کے دل میں حج کرنے کی بڑی طلب تھی۔چنانچہ جب لوگ حج کر کے واپس آتے تو وہ ان سے بڑے شوق اور محبت کے ساتھ سفرِ حج کے احوال پوچھتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے حج کے موسم میں لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ لوگ حج پر کیسے جاتے ہیں؟ کسی نے اسے بتا دیا کہ حج کے لئے کراچی سے جاتے ہیں۔چنانچہ اس نے لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کراچی کیسے جاتے ہیں۔کسی نے کہا کہ اسٹیشن سے جاتے ہیں ۔پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اسٹیشن کہاں سے جاتے ہیں۔کسی نے اس کو اسٹیشن پہنچا دیا۔اب وہاں اسٹیشن سے پوچھتا پھر رہا تھا کہ مجھے کراچی جانا ہے، کراچی کیسے جاتے ہیں ۔وہ کئی دنوں تک لاہور اسٹیشن پر پھرتا رہا۔بالآخر ٹرین کے ایک کنڈ یکٹر گارڈ نے سوچا کہ یہ بے چارہ کئی دنوں سے پھر رہا ہے لہٰذا اس کے ساتھ کچھ تعاون کرنا چاہئے۔چنانچہ اس نے گوالے سے کہا کہ تم میرے ساتھ ٹرین میں بیٹھ جاؤ میں تمہیں کراچی لے جاتا ہوں۔ اس طرح وہ ٹرین کے ذریعے کراچی پہنچ گیا۔

کراچی ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر اس نے پھر پوچھنا شروع کر دیا کہ مجھے حج پر جانا ہے، کیسے جاؤں۔ کسی نے اسے حاجی کیمپ جانے کا راستہ بتا دیا اور وہ حاجی کیمپ چلا گیا۔ وہاں تو پورا شہر آباد ہوتا ہے۔ لوگ روزانہ بحری جہاز پر سوار ہو کر جا رہے ہوتے ہیں۔ جب وہ لوگوں کو سوار ہو کر جاتے دیکھتا تو اس کے جذبات کے سمندر میں اور زیادہ جوش آ جاتا..... اگرچہ اس کے پاس سفر کے وسائل نہیں تھے، نہ ٹکٹ تھا، نہ پاسپورٹ تھا اور نہ ہی پیسے تھے، مگر اس کے دل میں حج کرنے کا سچا جذبہ موجود تھا۔..... چنانچہ وہ وہاں بھی یہی کہتا رہا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔

ایک دن اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ جو حاجیوں کا سامان جہاز پر لے جانے والے قلی ہیں ان کی ایک مخصوص وردی ہے اور ان کو اوپر جانے کی اجازت ہے، لہٰذا مجھے کسی قلی سے دوستی لگانی چاہیے۔ چنانچہ اس نے ایک قلی سے دوستی لگا لی اور اسے کہا، بھئی آپ اپنی وردی مجھے دے دیں میں بھی حاجیوں کا سامان اوپر پہنچاؤں گا۔ جب سامان ختم ہو جائے گا تو میں اپنے کپڑے پہن کر آپ کی وردی واپس بھیج دوں گا۔ میرا بھی کام بن جائے گا اور آپ کی وردی بھی واپس آ جائے گی۔ چنانچہ اس قلی نے اسے اپنی وردی دے دی اور وہ سامان اٹھانے کے بہانے اس جہاز پر آتا جاتا رہا۔ جب سارا سامان ختم ہو گیا تو وہ ادھر ہی کہیں چھپ گیا اور اپنے کپڑے پہن کر قلی کی وردی واپس بھجوا دی۔ اب وہ وہیں پر ادھر ادھر وقت گزارتا رہا۔ وہاں تو ایک جہاز میں ہزاروں لوگ ہوتے ہیں کیا پتہ چلے کہ کون کیا ہے..... اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت تھی کہ پاسپورٹ اور ٹکٹ کے بغیر وہ جذبات کے گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کا گھر دیکھنے جا رہا تھا..... لوگ تو اپنے کمروں میں بستروں پر سوتے اور وہ بے چارہ بیٹھ بیٹھ کر وقت گزار لیتا۔

اس نے جہاز میں ایک بندے کے ساتھ واقفیت پیدا کر لی اور اسے کہا کہ بھئی! جب جدہ آئے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ جب جدہ شہر کی روشنیاں سامنے نظر آنے لگیں اور بحری جہاز ساحل کے قریب پہنچ گیا تو اس آدمی نے کہا، وہ دیکھو جدہ آ گیا ہے۔ اس آدمی

نے دیکھا کہ وہ نوجوان جہاز کے عرشے کے اوپر چڑھے اور کھڑے ہو کر اس نے سمندر کے اندر چھلانگ لگا دی۔ اسے تیرنا تو آتا نہیں تھا چنانچہ جب وہ نیچے گیا تو پھر اوپر ابھر ہی نہ سکا۔ جب اس آدمی نے دیکھا کہ یہ تو نظر ہی نہیں آ رہا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ نوجوان ڈوب گیا ہے اور اس نے دل میں سوچا کہ اچھا، اللہ کو یہی منظور تھا۔

جب اس آدمی نے حج کیا اور طواف زیارت کے بعد حرم شریف سے باہر نکل رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ گوالا بھی حرم شریف سے باہر نکل رہا ہے اور اس نے عربوں جیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اس نے اس سے پوچھا، کیا آپ وہی ہیں جس نے سمندر میں چھلانگ لگائی تھی؟ وہ کہنے لگا، ہاں میں وہی ہوں۔ وہ وہاں ایک دوسرے کو خوب ملے۔ اس نے گوالے سے پوچھا کہ سناؤ تمہارے ساتھ کیا بیتی؟ اس نے کہا، میرے ساتھ چلو میں تمہیں آگے جا کر بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ آدمی اس کے ساتھ چل پڑا۔ جب وہ باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک بالکل نئی کار کھڑی ہے اور ڈرائیور انتظار کر رہا ہے۔ گوالا کار کے اندر بیٹھا اور ساتھ اس آدمی کو بھی بٹھا لیا اور ڈرائیور ان کو ایک مکان کی طرف لے گیا جو بالکل نیا بنا ہوا تھا۔ اندر جا کے دیکھا کہ کوٹھی سجی ہوئی ہے۔ گوالے نے اسے ایک جگہ پر بٹھا دیا اور نوکر سے کہا کہ مہمان کے لئے کھانے پینے کی کوئی چیز لے آؤ۔ چنانچہ وہ مشروبات اور پھل لے آیا۔ اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا، بھئی! مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں تمہیں قصہ بعد میں بتاؤں گا، پہلے یہ دیکھو کہ یہ کار بھی میری ہے، ڈرائیور بھی میرا ہے اور مکان بھی میرا ہے۔ اس نے پوچھا کہ بھئی! یہ سب کچھ تمہیں کیسے مل گیا؟

وہ کہنے لگا کہ ہے تو یہ راز کی بات، لیکن چونکہ تم میرے محرم راز ہو اس لئے میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ میرے دل میں اللہ کا گھر دیکھنے کا بہت شوق تھا اور اس شوق اور محبت میں میں نے یہ حیلہ کیا۔ جب میں جدہ پہنچا تو میں نے کہا، اے اللہ! بس میں تیرا گھر دیکھنے کے لئے آ گیا ہوں لہٰذا اب اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے چھلانگ لگا دی۔ مجھے تیرنا تو آتا نہیں تھا، بس ایسے ہی ہاتھ پاؤں مارتا

رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے لہریں خود ہی دھکیل دھکیل کر ساحل کی طرف لے جاتی رہیں، میرے اندر بھی پانی چلا گیا اور میرے ہوش بھی اُڑ گئے۔ جب میں ساحل پر پہنچا تو نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ میں باہر نکلا اور وہیں لیٹ گیا۔ جب اٹھا تو صبح تہجد کا وقت تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو باہر جانے کے سب راستے بند تھے۔ ساحل کے ساتھ گرِل لگی ہوئی تھی اور آگے دروازہ بند تھا۔ میں وہیں گرِل کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس گرِل کے دوسری طرف کوٹھی نما ایک گھر ہے اور اس گھر کے صحن میں ایک گائے بندھی ہوئی ہے۔ دو آدمی اس گائے کا دودھ نکالنے کے لئے آئے مگر گائے ان سے مانوس نہیں تھی جس کی وجہ سے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ جب وہ دودھ نکالنے کے لئے بیٹھے تو گائے نے انھیں بیٹھنے ہی نہ دیا۔ وہ بڑی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ایک آدمی گائے کو پکڑتا اور دوسرا تھن کو ہاتھ لگاتا تو گائے بھاگ کر دوسری طرف چلی جاتی تھی۔ وہ تقریباً آدھا گھنٹہ اس کے ساتھ کشتی کرتے رہے۔ میرا تو کام ہی یہی تھا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے عرب اشارہ کیا کہ اگر مجھے کہو تو میں اس کا دودھ نکال دیتا ہوں.....وہ تو عربی بولتے اور سمجھتے تھے اس لئے ان کو اشارے سے ہی دودھ نکال دینے کی پیشکش کی.....انہوں نے کہا، آ جاؤ۔ میں نے کہا کہ یہ جنگلہ ہے، میں تو نہیں آ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کوٹھی اس Sea Port (سی پورٹ) کے ڈائریکٹر کی تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے ہدایت کی ہوئی تھی کہ اپنے بیٹے کو گائے کا دودھ پلایا کریں.....اس زمانے میں فیڈر کی ماں نہیں ہوتی تھی......اس نے اسپیشل اپنے بیٹے کے لئے وہ گائے رکھی ہوئی تھی۔ گائے کے اندر دودھ تو ہوتا تھا مگر وہ اسے نکالنے نہیں دیتی تھی جس کی وجہ سے ڈائریکٹر اور اس کی بیوی کو بڑی پریشانی تھی کہ بچے کو دودھ پورا نہیں ملتا.....اب جب میں نے کہا کہ میں گائے کا دودھ نکال دیتا ہوں تو ان دونوں نے جا کر ڈائریکٹر سے کہا کہ یہاں جنگلے کے اندر مسافروں میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں

تمہیں دودھ نکال دیتا ہوں۔اس نے کہا، یہ چابی لواور جا کر اسے لے آؤ۔وہ گیٹ کا تالا کھول کر میرے پاس آئے اور مجھے ڈائریکٹر صاحب کے پاس لے گئے۔جب میں نے گائے کوذرا ہاتھ پھیرا اور اسے پیار کی بات کہی تو وہ مانوس ہوگئی، میں نے نیچے بیٹھ کر اس کو آٹھ دس کلو دودھ نکال کر دے دیا۔

جب ڈائریکٹر کی بیوی نے دیکھا تو وہ بڑی خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ آج تو میرا بیٹا سارا دن دودھ پئے گا۔پھر وہ کہنے لگی کہ اس بندے کو نہیں جانے دینا۔جب ڈائریکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں تو پاکستان سے حج کرنے آیا ہوں۔وہ کہنے لگا کہ ہم تمہیں واپس نہیں جانے دیں گے، اس لئے کہ تم اچھا دودھ نکال لیتے ہو۔میں نے کہا کہ میں دودھ تو نکال دیا کروں گا لیکن میں نے حج بھی کرنا ہے۔وہ کہنے لگا کہ تم فکر نہ کرو ہم تمہیں حج بھی کروادیں گے۔دوسرے دن اس کی بیوی نے اپنے والد کو فون کیا اور اسے ساری تفصیل بتادی۔اس کے والد نے دوسو گائے بھینسوں کا باڑا بنایا ہوا تھا۔چنانچہ جب اس نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ہمیں تو خود ایسے ٹرینڈ بندے کی ضرورت ہے۔بعد میں اس نے ڈائریکٹر صاحب کوفون کیا اور کہا کہ اس بندے کو میرے پاس بھیج دو۔اس نے کہا، جی بہت اچھا، میں بھیج دیتا ہوں۔چنانچہ ڈائریکٹر صاحب نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور اپنے سسر صاحب کے گھر پہنچا دیا۔اس کے سسر نے مجھے کہا کہ میں تمہیں یہاں رکھتا ہوں، تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ تم صبح وشام میری گائے بھینسوں کا دودھ نکال دیا کرو گے۔جب دودھ دوہنے کا وقت آیا تو میں نے اس کو بیس پچیس گائے بھینسوں کا دودھ منوں کے حساب سے نکال دیا۔وہ بڑا حیران ہوا کہ اتنا دودھ بھی نکل سکتا ہے۔وہ مجھے کہنے لگا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے اور میں نے اسے کہا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہی کہتا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے لیکن میں جواب میں یہی کہتا کہ مجھے

حج پر جانا ہے۔ میں تین دن وہاں رہا اور تینوں دن وہ مجھے بار بار یہی کہتا کہ تم نے یہیں رہنا ہے اور میں اسے کہتا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔ تیسرے دن وہ کہنے لگا، میاں! ہم تجھے حج بھی کروائیں گے لیکن تو نے رہنا یہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں حج تو کروں گا لیکن باقی باتیں بعد میں کریں گے۔

اس نے مجھے حج بھی کروا دیا ہے۔ حج کرنے کے بعد میں نے اسے کہا کہ میرا حج ہو گیا ہے اب مجھے گھر واپس جانا ہے۔ وہ کہنے لگا، نہیں تو نے یہیں رہنا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے تو بیوی بچے وہاں ہیں۔ اس نے کہا، فکر نہ کرو، میں نے ایک نیا گھر بنایا ہے۔ وہ گھر میں تجھے دیتا ہوں، یہ میری نئی گاڑی ہے، یہ بھی تجھے دیتا ہوں اور یہ ڈرائیور ہے یہ بھی میں تجھے دیتا ہوں۔ اب تم اپنے بیوی بچوں کے نام اور ایڈریس بتا دو، میں پیغام بھیج دیتا ہوں اور آنے والے جہاز میں تمہارے بیوی بچے بھی پہنچ جائیں گے۔ پھر ایک حج کیا ہر سال حج کرتے رہنا۔ اب ایک ہفتے بعد میرے بیوی بچے بھی میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں نے حج بھی کر لیا ہے، اللہ نے گھر بھی دے دیا ہے اور گاڑی بھی دے دی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو دیکھنے کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی نعمتیں بھی عطا کر دی ہیں۔ اب میں یہیں رہوں گا اور ہر سال بیت اللہ شریف کا حج کروں گا..... بھئی! ہم سے تو وہ گوالا اچھا کہ اس نے دودھ نکالنے کی برکت سے بیت اللہ شریف دیکھ لیا۔ سچ ہے کہ جب جذبہ سچا ہو تو پھر بات بھی بن جاتی ہے۔

حضرت مدنیؒ کا سچا جذبہ

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس سفر حج کا خرچ نہیں تھا لیکن ان کا جذبہ بہت تھا کہ میں حج کو جاؤں۔ جب ذوالحجہ کے دن شروع ہوئے تو وہ روزانہ کھانا کھاتے ہوئے یاد کرتے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو حج پر جا چکے ہیں اور میں یہیں پر ہوں۔ یہ خیال آتے ہی ان کو کھانا اچھا نہیں لگتا تھا

رات کو نیند نہ آتی ۔ کئی مرتبہ آسمان کی طرف دیکھتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہتے
معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے ۔ یعنی جو حج پر جا چکے ہوتے ان کو وہ اللہ کے
عاشق کہتے تھے ۔ وہ بار بار یہی کہتے تھے،

۔معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے

۔کوئی طواف کر رہا ہوگا ،

۔کوئی مقامِ ابراہیم پر سجدے کر رہا ہوگا،

۔کوئی غلافِ کعبہ پکڑ کر دعا مانگ رہا ہوگا،

۔کوئی ملتزم سے لپٹ کر اللہ کے حضور اپنی فریاد پیش کر رہا ہوگا۔

ان کے لئے ذوالحجہ کے یہ دس دن گزارنے مشکل ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ جذبہ اتنا پسند آیا کہ ربِ کریم نے ان کے لئے حرمین شریفین کے دروازے کھول دیئے اور انہوں نے اٹھارہ سال مسجدِ نبوی ﷺ میں بیٹھ کر حدیث پاک کا درس دیا۔ کہاں جانے کو ترستے تھے اور کہاں مسجدِ نبوی ﷺ کے محدث بنے ......اللہ اکبر۔

مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی نسبت عطا فرمائی کہ،

...... پیدا ہوئے انڈیا میں،

...... پلے بڑھے انڈیا میں،

......تعلیم پائی انڈیا میں،

......خویش قبیلہ انڈیا میں،

......زندگی گزاری انڈیا میں،

......دفن ہوئے انڈیا میں۔

لیکن اللہ رب العزت نے حسین احمد کے ساتھ مدنی کا لفظ لگا دیا۔ آج اگر کوئی نام

نہ لے اور فقط یہ کہہ دے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا تو لوگ مدنی کے لفظ سے ان کی پہچان کر لیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

محبتِ بلالی رضی اللہ عنہ کی ضرورت

اگر دل میں تڑپ ہو تو اللہ تعالیٰ سب مشکلوں کو آسان کر دیتے ہیں۔ محبت کے بغیر یہ کام آگے نہیں بڑھتا۔ اور محبت بھی بلالی چاہیے۔.....سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کیسی محبت تھی؟ .....جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ فرمالیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ کہ پہلے اذان دیتا تھا تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا کرتا تھا، اب اگر اذان دوں گا اور دیدار نہیں کر سکوں گا تو پھر میں تو زندہ ہی نہیں رہوں گا۔ چنانچہ مدینہ طیبہ سے ہجرت کر کے شام چلے گئے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اذان دی ہے۔

(۱).....ایک اذان تو اس وقت دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المقدس فتح ہوا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات آئی کہ آج سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس قبلہ اول میں سنیں۔ چنانچہ انہوں نے فرمائش کی کہ بلال! آج بیت المقدس میں اذان دیجئے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں اذان دی مگر صحابہ کرامؓ کی حالت یہ تھی کہ مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے۔

(۲).....ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا،

''بلال! یہ کتنی سرد مہری ہے کہ تم ہمیں ملنے ہی نہیں آتے۔''

یہ سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے اسی وقت اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میں بس اسی وقت رات کو ہی سفر کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اپنی اونٹنی پر روانہ ہو

گئے۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو سب سے پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ اس کے بعد مسجدِ نبوی میں نماز پڑھی۔ دن ہوا تو صحابہ کرامؓ کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ آج ہم بلال ﷜ کی اذان پھر سنیں۔ چنانچہ کئی صحابہ نے ان کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جی میں نہیں سنا سکتا کیونکہ میں برداشت نہیں کرسکوں گا۔ مگر ان میں سے بعض حضرات نے حسنین کریمینؓ سے کہہ دیا کہ آپ بلال ﷜ سے فرمائش کریں۔ ان کا اپنا بھی دل چاہتا تھا۔ چنانچہ شہزادوں نے فرمائش کی کہ ہمیں اپنے نانا کے زمانے کی اذان سننی ہے۔ اب یہ فرمائش ایسی تھی کہ بلال ﷜ کے لئے انکار کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ چنانچہ یہ دوسرا موقع تھا جب بلال ﷜ اذان دینے لگے۔ جب انہوں نے اذان دینا شروع کی اور صحابہ کرامؓ نے وہ اذان سنی جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں سنا کرتے تھے تو ان کے دل ان کے قابو میں نہ رہے۔ حتیٰ کہ گھروں کے اندر جو مستورات تھیں جب انہوں نے وہ آواز سنی تو وہ بھی روتی ہوئی اپنے گھروں سے باہر نکلیں اور مسجد نبوی کے باہر ہجوم لگ گیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں سے پوچھنے لگا، ''اماں! بلال ﷜ تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آ گئے، یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کب واپس آئیں گے؟''

اس بات کو سن کر صحابہ کرامؓ مچھلی کی طرح تڑپ اٹھے..... اللہ اکبر..... یہ محبت تھی۔ جب دل میں بلالی ﷜ محبت ہو تو پھر اللہ رب العزت راستے ہموار کر دیا کرتے ہیں۔

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک واقعہ ابھی یاد آیا ہے۔ وہ بھی آپ کو سناتا چلوں ایک نوجوان کسی فیکٹری میں ہمارے ساتھ کام کرتا تھا۔ وہ اتنا خوبصورت تھا کہ اسے دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا تھا۔ اس کے نقش نین، اس کا قد اور اس کا ڈیل ڈول قابل دید تھا اور اس کی چھاتی ایسی باڈی بلڈرز کی طرح تھی کہ اگر اس کے سینے پر پانی کا گلاس رکھتے تو

وہ بھی ٹھہر سکتا تھا۔ جب وہ چلتا تو پتہ چلتا تھا کہ ایک نوجوان چل کے آ رہا ہے۔ جہاں اس کی Personality (شخصیت) خوبصورت تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے اسے مال و متاع بھی بڑا دیا تھا۔ وہ کئی مربع زرعی زمین کا وارث تھا۔ اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جو میجر تھا۔ وہ نوجوان یونیورسٹی کے ماحول میں جا کر دہریہ بن گیا تھا۔

جب ہمیں پتہ چلا کہ وہ دہریہ ہے تو ہمیں تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے ساتھ والے انجینئر سے کہہ دیا کہ آپ لوگوں نے اس سے کوئی بحث نہیں کرنی۔ البتہ جب کبھی کوئی بات ہوئی تو یہ عاجز فقیر ہی اس سے بات کرے گا۔ چونکہ ہم دونوں کا ایک ہی Status (عہدہ) تھا اس لئے وہ میرے ساتھ ذرا حساب سے بات کرتا تھا۔

اس نے طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ کسی سے کہتا، یار! جس طرح تم اللہ سے ڈرتے ہو میں نہیں ڈرتا۔ کبھی کچھ کہتا اور کبھی کچھ...... کوئی ملازم آ کر کہتا، جی مجھے چھٹی چاہیے۔ وہ پوچھتا، کیوں؟ وہ بتاتا کہ مجھے جماعت کے ساتھ جانا ہے۔ وہ آگے سے کہتا، اچھا اچھا، تم جہالت پھیلانے جا رہے ہو۔

ایک دن اس نے آ کر انجینئرز سے یہ کہا، یار! میں آج جنازہ پڑھنے گیا تھا۔ میں نے کئی قبروں کو ہاتھ لگا دیکھا لیکن مجھے تو ان میں سے کوئی بھی گرم محسوس نہیں ہوئی۔ اس طرح وہ Taunt (ملامت) کرتا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر ہم اس کی ہدایت کے لئے دعا بھی کیا کرتے تھے اور اس انتظار میں بھی تھے کہ کسی مناسب وقت میں اس سے بات کریں گے۔

ایک دن اس نے بتایا کہ میری والدہ نے میری شادی کا پروگرام بنایا ہے۔ ہم نے کہا، بہت اچھا۔ جب اس نے یہ بات ظاہر کی تو ادھر ادھر سے Proposals (تجاویز) آنی شروع ہو گئیں...... کبھی کرنل کی بیٹی کے لئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی جنرل کی بیٹی کے لئے ...... کبھی لیڈی ڈاکٹر کے لئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی پروفیسر کے لئے ...... ہم حیران تھے کہ

اس کے پاس ایک مہینے میں ایک سونو (۱۰۹) رشتے آئے کیونکہ جو بندہ بھی اس کو دیکھتا اس کا جی چاہتا کہ ہمارے قریب ہی کہیں اس کا رشتہ ہو جائے۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے کہا، جی آپ سب کو پڑھ لیں کہ یہ کیسے کیسے لوگ ہیں، پھر ان میں سے جو پانچ دس آپ کو مناسب نظر آئیں ان سے ملاقات کر لیں، اس کے بعد آپ کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اسی بات چیت کے دوران میں نے اسے کہا، جی آپ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی جرأت والی گفتگو نہ کیا کریں کیونکہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ کہنے لگا، آپ کہتے ہیں تو میں آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گا ویسے میں اتنا ڈرتا نہیں ہوں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے اس سے کہا، اچھا! پھر میری بات بھی سن لیں کہ اب آپ ذرا تیار ہو جائیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر اتنی جرأت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں...... جو باتوں سے نہیں مانتا وہ لاتوں سے مانتا ہے اور آپ تو اب باتوں کی حد کراس کر گئے ہیں ...... وہ کہنے لگا، ٹھیک ہے، آپ بھی یہیں ہیں اور میں بھی یہیں ہوں۔ میں نے بھی کہا،

فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ

[پس تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں]

دوسرے تیسرے دن ہمیں اطلاع ملی کہ وہ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ اس کا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا ہے، اس کو چوٹیں تو آئی ہیں مگر اتنی Serious نہیں، اسی وجہ سے وہ آج چھٹی پر ہے۔ ہم اس کی طبع پرسی کے لئے اس کی رہائش گاہ پر گئے۔ ہم نے اس سے پوچھا، جی آپ کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا، بس اچانک ہی ایکسیڈنٹ ہوا۔ سڑک بالکل صاف تھی، میں تو آرام سے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے جا رہا تھا، آنکھوں کے سامنے اچانک اندھیرا سا آیا اور میری موٹر سائیکل نیچے گر گئی۔

دو چار دن بعد اطلاع ملی کہ وہ پیدل چل رہا تھا کہ اچانک نیچے گر گیا۔ اس نے

لاہور جا کر اپنا چیک اپ کروایا تو انہوں نے اس کا علاج شروع کر دیا۔ علاج کرتے کرتے کسی نے بتایا کہ اس کے Nerve System (عصبی نظام) میں کوئی خرابی ہے لہٰذا اس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ اسکے بھائی نے نو بریگیڈیئر جنرل ڈاکٹروں کا ایک پینل بنوایا۔ وہ سب کے سب باہر سے پڑھ کر اور تجربہ کر کے آئے تھے۔ انہوں نے نوشہرہ میں ایک فوجی ہسپتال میں اس کا آپریشن کیا۔ آپریشن آٹھ گھنٹوں میں مکمل ہوا۔ جب وہ واپس آیا تو کچھ دنوں کے بعد اس کی طبیعت تھوڑی سی ٹھیک ہوئی۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ اب اس کو بخار ہو گیا ہے۔ بخار کا افاقہ ہوا تو پھر اس نے دفتر آنا شروع کر دیا۔

ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ مجھے تو چیزیں دو دو نظر آ رہی ہیں۔ یعنی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میری آنکھیں ایک چیز نہیں دیکھ رہیں بلکہ ان کا Focus (مرکز) ختم ہو چکا ہے، اب ہر آنکھ علیحدہ علیحدہ چیز دیکھ رہی ہے۔ اس طرح اس کو ایک کی بجائے دو بندے نظر آنے لگے......سلام اس کو کرے یا اس کو کرے......ایسا بندہ کارخانے میں کس طرح کام کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ گویا بیٹھ ہی گیا۔

ابھی دو چار دن ہی گزرے تھے کہ اس کے ہاتھوں سے پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔ اتنا پسینہ کہ اگر وہ ہاتھوں کا رخ نیچے کرتا تو پانی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہوتے تھے۔ وہ تین تین چار چار تولیے اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ ایسے گیلے ہو جاتے جیسے وہ دھوئے ہوں۔ ایک ابھی خشک نہیں ہوتا تھا کہ اگلا تولیہ پھر گیلا ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے لئے کسی کاغذ پر سائن کرنا مشکل ہو گیا۔ وہ عجیب مصیبت میں مبتلا تھا۔

ہم نے اسے کہا کہ یہ خدا کا ایک غیبی نظام ہے جو حرکت میں آ گیا ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ اپنے رب کو تسلیم کرو اور معافی مانگو ورنہ نہیں چھوٹو گے۔ وہ ہنس کے ٹال دیتا اور کہتا کہ

......زندگی میں صحت بیماری تو ہوتی ہی رہتی ہے

...... کیا مسلمان بیمار نہیں ہوتے ؟

...... کیا کافر کی صحت نہیں ہوتی ؟

ہم نے کہا، ٹھیک ہے اور دیکھ لو۔

اس کے بعد اسے بخار ہو گیا اور وہ لمبی چھٹی پر گھر چلا گیا۔ ایک مہینے کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ وہ تو اپنی زندگی کے بالکل آخری لمحات میں ہے۔ ہم سرگودھا میں اس کے گھر اس کی عیادت کے لئے گئے۔ میں نے اس بندے کو جا کر دیکھا تو وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔ اس کا وزن چالیس کلو کے قریب رہ گیا ہو گیا...... اس کو کمزوری اتنی ہو چکی تھی کہ وہ اپنی کروٹ بھی خود نہیں بدل سکتا تھا۔ اس کی امی اس کو کروٹ بدلواتی تھی...... وہ اپنے ہاتھ سے روٹی بھی نہیں کھا سکتا تھا...... وہ اپنے کپڑے بھی نہیں بدل سکتا تھا...... ذرا سوچئے کہ وہ کیسا ہو گیا ہو گا۔ اس کی جوانی بھی ہم نے دیکھی تھی اور اس کا یہ حال بھی ہم نے دیکھا۔

اس کی حالت دیکھ کر مجھے دل میں بہت ہی دکھ ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کے علاج کی کوئی تجویز بناتے ہیں، ہم آپ کو باہر ملک بھجوائیں گے، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ صحت مند ہو جائیں گے، کیا آپ واپس آتے ہوئے عمرہ کر کے آئیں گے؟ اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

انڈسٹری کے جو بڑے تھے ان کے ساتھ اس عاجز کا محبت کا ایک تعلق تھا۔ چنانچہ میں نے واپس آ کر انہیں کہا، جی دیکھیں کہ وہ جوان آدمی ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے آپ اس کو وہاں بھیجیں اور اس کا خرچہ ادا کریں۔ انھوں نے کہا، ٹھیک ہے، میں آپ کے ذمے کر دیتا ہوں، آپ ٹکٹیں بنوائیں اور ان کو بھیجیں، میں ساری Payment (ادائیگی) کر دوں گا۔

ہم نے فوراً World Health Organization (عالمی ادارہ صحت) کو

خط لکھا کہ یہ بیماری ہے، پوری دنیا میں اگر کہیں اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے تو ہمیں بتاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس بیماری کا علاج کینیڈا میں فقط ایک ڈاکٹر کے پاس ہے اور اس کے پاس اب تک صرف نو مریض ٹھیک ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے رابطہ کیا۔ اس ڈاکٹر نے بتایا کہ میری بیوی بھی اس مرض میں مبتلا تھی، میں نے دن رات محنت کی اور وہ صحت مند ہو گئی۔ اس وقت تک میرے پاس نو مریض ٹھیک ہو چکے ہیں، اگر آپ بھی آنا چاہتے ہیں تو آ جائیں، اتنا اتنا خرچہ ہوگا۔

ہم نے جہاں اس کی کینیڈا کے لئے ٹکٹیں بنوائیں وہاں ساتھ اس کے بھائی کی بھی بنوالیں کیونکہ وہ خود تو جا نہیں سکتا تھا۔ اللہ کی شان کہ جب اس عاجز نے ان کی ٹکٹیں بنوائیں تو واپسی سعودی عرب کے ذریعے بنوائیں۔ ہم نے اس کے بھائی سے کہہ دیا کہ دیکھو، اس نے عمرہ کرنے کے لئے ہاں کی ہوئی ہے لہٰذا آپ واپسی پر خود بھی عمرہ کرنا اور اس کو بھی ساتھ عمرہ کروانا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ جب وہ واپس آیا تو جیسے ہم توقع کر رہے تھے کہ وہ وہاں علاج کروا کے صحت مند ہو جائے گا، اسی طرح وہ کافی صحت مند واپس آیا اور ملا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھا تو کہنے لگا،

''نماز کا وقت ہو گیا ہے۔''

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا، خیر تو ہے۔ وہ کہنے لگا، نماز کے لئے تیاری کر لیں۔ میں نے کہا کہ نماز کے لئے تو ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ اس وقت میں آپ ہمیں اپنے سفر کی روئیداد سنا دیں، اس کے بعد انشاء اللہ نماز بھی پڑھیں گے۔ اب اس نے اپنی روئیداد خود سنائی۔

وہ کہنے لگا کہ جب میں یہاں سے کینیڈا گیا تو ڈاکٹر نے مجھے مشین پر لٹا دیا۔ میرے ساتھ کمپیوٹر مشینیں جوڑ دیں اور لیبارٹری میں پتہ نہیں کہ کیا کچھ تھا۔ میری ہر چیز مانیٹر ہو

رہی تھی ۔ Misthenea Gravous بیماری نکلی ۔ اس نے میرا پورا خون Centrifugal Machine (سینٹری فیوجل مشین) کے ذریعے نکال کر اس کو صاف کیا اور بیماری کا Plazma (پلازما) نکال کر باقی واپس کر دیا۔ اس نے ایک دفعہ بھی ایسا کیا اور پھر کئی دن بعد دوسری مرتبہ کیا اور پھر کئی دن بعد تیسری مرتبہ کیا۔ جب وہ تین دفعہ اس طرح کر چکا تو اس نے میرے بھائی کو بلایا اور کہا،

''بھئی! آپ کے بھائی کی زندگی کے چند دن ہی ہیں، بچنے کی امید نہیں ہے۔''

بھائی نے پوچھا، وہ کیسے؟

اس نے کہا،''میں نے جتنے مریضوں کا علاج کیا، ان کے لئے میں نے صرف ایک ایک مرتبہ یہ طریقہ اپنایا اور وہ سب ٹھیک ہو گئے جب کہ یہاں تین دفعہ یہ طریقہ استعمال کر چکا ہوں لیکن ٹھیک نہیں ہوا۔''

میرے بھائی نے کہا،''ڈاکٹر صاحب! جب آپ کی طرف سے جواب ہے تو بجائے اس کے کہ میں بھائی کی لاش لے کر واپس جاؤں، اسے زندہ ہی لے جاتا ہوں تا کہ یہ امی کو ایک نظر دیکھ لے۔''

اس نے کہا، ہاں لے جاؤ...... اس طرح ہم وہاں سے بغیر علاج کے واپس آ گئے۔

جب جدہ پہنچے تو وہاں سے اگلی فلائیٹ نہیں ملتی تھی ۔ میرے بھائی نے کہا، جی میرے ساتھ مریض ہے، انہوں نے کہا، جو مرضی ہے۔ اس وقت ساری فلائیٹس بک ہیں اور آپ لوگوں کو یہاں دو دن انتظار کرنا پڑے گا۔ میرے بھائی نے کہا، میرے ساتھ بہت ہی Serious مریض ہے۔ انہوں نے کہا، مریض ہے تو ہم کیا کریں، ہم اتنا کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کو ٹرانزٹ کا ویزہ دے سکتے ہیں تا کہ آپ ائیر پورٹ سے شہر چلے جائیں اور وہاں دو دن ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔ وہ کہنے لگے کہ اس طرح ہم جدہ شہر میں آ گئے۔

شہر میں پہنچ کر بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کو وہاں لے جاؤں جہاں کا

آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے لے جاؤ۔ چنانچہ بھائی مجھے مکہ مکرمہ لے کر چلے گئے اور میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا۔

وہ کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف کو دیکھ کر میرے دل پر عجیب سا اثر ہوا......اب دیکھئے کہ وہ مسلمان نہیں تھا بلکہ دہریہ تھا اور خدا کے وجود کو نہیں مانتا تھا، اس بندے کی یہ حالت تھی ......اس نے کہا کہ میرے دل میں کچھ عجیب سی کیفیت بنی اور میں نے بیٹھے بیٹھے دعا مانگی......ذرا توجہ فرمائیے گا ......

''اللہ! اگر تو ہے تو مجھے صحت عطا فرما تا کہ میں کل چل کر تیرے گھر کا طواف کر سکوں۔''

وہ کہنے لگا،

''اس کے بعد میرے دل میں ایک عجیب خوشی کی کیفیت آ گئی، میں نے دوائی لینا بند کر دی، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ جب میں اگلے دن سو کر اٹھا تو صبح تر و تازہ تھا، میں بھائی کے ساتھ بیت اللہ شریف کے پاس آیا، کلمہ پڑھا اور میں نے چل کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔''......اللہ اکبر کبیرا !!!

میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت اس گھر میں جانے والے دہریوں کی دعائیں بھی قبول کر لیتا ہے اور ان کو ہدایت بھی دے دیتا ہے اور ان کی مرادیں بھی پوری کرتا ہے تو جو مؤمن یہاں سے اللہ کے گھر کے دیدار کے لئے جاتے ہوں گے وہ وہاں جا کر اللہ کی رحمتوں سے کتنا حصہ پاتے ہوں گے۔

ایک عام دستور

دنیا کا عام طور پر یہ دستور ہے کہ آدمی جس کو اپنا سمجھتا ہے اس کو گھر بلاتا ہے۔ جس آدمی سے نفرت اور دشمنی ہو اس کو تو کوئی گلی سے بھی نہیں گزرنے دیتا بلکہ وہ کہتا ہے نہ میاں! تم ہمارے محلے میں بھی نظر نہ آؤ۔ اسے گھر بلانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسی

طرح اللہ تعالیٰ بھی حج اور عمرہ کی توفیق اسی کو عطا فرماتے ہیں جس کو اپنا سمجھتے ہیں۔

حج کا تعلق اعمال سے ہے

حج کا تعلق مال کے ساتھ نہیں، اعمال کے ساتھ ہے۔ غور کیجئے گا۔ اس کی چند مثالیں دے کر اپنی بات مکمل کر دوں گا۔

☆......آپ حیران ہوں گے کہ ایک آدمی کے بارے میں کسی نے بتایا کہ وہ اتنا بڑا کاروباری بندہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ہر مہینے دس لاکھ روپے خرچ دیتا ہے۔ ایک ملاقات میں اس عاجز نے اس سے پوچھا، بھئی! کیا آپ نے کبھی حج اور عمرہ بھی کیا ہے؟ وہ کہنے لگا، نہیں، آج تک توفیق نہیں ملی۔ اگر اس کا تعلق مال کے ساتھ ہوتا تو وہ تو سینکڑوں دفعہ عمرے کر چکا ہوتا۔ یورپ کے درجنوں چکر لگائے اور راستے میں سعودی عرب پڑتا ہے مگر توفیق نہ ملی۔

☆......چند سال پہلے کی بات ہے کہ پاکستان میں ہی ایک ایسا مالدار آدمی تھا کہ اگر وہ چاہتا تو وہ پاکستان سے جا کر روزانہ عمرہ کر سکتا تھا۔ وہ درجنوں دفعہ یورپ اور امریکہ تو گیا لیکن اسے حج کی توفیق نہ ملی۔ وہ مجھے ملا تو میں نے پوچھا کہ آپ حج اور عمرہ سے محروم کیوں ہیں؟ خیر، اس نے حج کرنے کی آمادگی ظاہر کر دی۔ جب حج کرنے کا موقع آیا تو انکم ٹیکس میں الجھ گیا، جس کی وجہ سے نہ جا سکا۔ بعد میں ملا تو پوچھا، بھئی! حج پر کیوں نہ گئے؟ وہ کہنے لگا، جی میں انکم ٹیکس میں الجھ گیا تھا۔ میں نے کہا، الجھ نہیں گئے تھے بلکہ الجھا دیئے گئے تھے لہٰذا توبہ کرو۔

☆......ایک سول انجینئر صاحب تھے۔ وہ ریٹائر ہوئے تو ہم نے اسے ترغیب دی کہ آپ پر حج فرض ہے کیونکہ آپ ذی حیثیت ہیں لہٰذا آپ اپنا فرض پورا کریں۔ آپ ابھی تو بڑی آسانی سے جا سکتے ہیں کیونکہ ابھی آپ کی عمر پینسٹھ سال ہے۔ چنانچہ اس نے حج کے لئے درخواست دے دی۔ اس کی درخواست منظور ہو گئی اور اسے گروپ لیڈر بنا دیا

گیا۔ اطلاع آ گئی کہ فلاں تاریخ کو آپ کی فلائٹ ہے۔ پاسپورٹ بنا، ٹکٹ بنی اور پاسپورٹ پر ویزہ لگ گیا۔

روانگی سے دو دن پہلے اس کا بڑا بھائی اسے ملنے کے لئے آیا۔ اس نے مل کر اسے کوئی ایسی زہریلی بات کہی کہ اس بندے نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہم نے اسے بڑا سمجھایا کہ بھئی! چلے جاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ اب تو نہیں جاؤں گا البتہ اگلے سال چلا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس کی ٹکٹ پر لکھا ہوا تھا کہ اس نے فلاں تاریخ کو جانا ہے اور فلاں تاریخ کو آنا ہے۔ وہ آدمی نہ گیا۔ لیکن جس تاریخ کو اس نے واپس آنا تھا اس تاریخ کے تین دن بعد اس کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اس دنیا سے چلا گیا۔ اگر وہ حج پر چلا جاتا، جیسے ہم نے اس کو تجویز دی تھی تو اس کے پچھلے گناہ بھی معاف ہو جاتے اور حج سے واپس آ کر تین دن بعد تو اس کا جانے کا مقدر تھا ہی، اس طرح وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر دنیا سے رخصت ہو جاتا۔

☆...... ہمارے دادا پیر حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا، عبدالمالک! آپ ہم سے ملاقات کے لئے نہیں آتے۔ عرض کیا، آقا! تمنا تو بڑی ہے مگر وسائل نہیں ہیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اچھا، ہم کہہ دیں گے۔''

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے سال ان کے متعلقین میں سے تین چار بندے ان کے پاس آ گئے اور عرض کرنے لگے، حضرت! میرے دل میں آ رہا ہے کہ آپ مہربانی فرمائیں اور میری طرف سے حج کریں۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، حتیٰ کہ سب نے یہی کہا۔ اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ایک کی طرف سے دعوت قبول کر لی۔ لہٰذا انتظام ہو گیا۔ اگلے سال دوسرے کی طرف سے، ہر سال پانچ سات بندے ایسے ہوتے تھے جو انہیں حج کے لئے کہتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ ستائیس سال تک زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ستائیس سال ہی حج کی توفیق عطا فرمائی...... سبحان اللہ

...... محبوب ﷺ نے فرما دیا تھا کہ ہم کہہ دیں گے، لہٰذا اللہ نے انتظام فرما دیا۔ ایک فقیر بندہ اپنے خرچے پر ایک حج بھی نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے ستائیس سال حج کرنے کی سعادت نصیب فرما دی۔

☆ ...... پچھلے سال حج کے موقع پر سعودی عرب کے اخبار میں ایک خبر آئی۔ یمن کے ایک حاجی صاحب آئے ہوئے تھے۔ ان کی تصویر بھی اخبار میں چھپی تھی۔ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ انہوں نے بیان دیا کہ میں نے پہلا حج بیس سال کی عمر میں کیا اور اس مرتبہ میں زندگی کا سوواں حج کرنے کے لئے آیا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے بیس حج سواری پر کئے اور اسی حج پیدل چل کے کئے۔

☆ ...... ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نیشا پور سے حج کرنے چلے اور وہ اڑھائی سال میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ انہوں نے ہر قدم پر دو رکعت نفل پڑھے۔ جب وہاں پہنچے تو جا کر دعا مانگی، اے اللہ! لوگ تو تیرے گھر میں قدموں کے بل پہنچتے ہیں اور میں پلکوں کے بل چل کے آیا ہوں۔ ...... چنانچہ حج کا تعلق مال سے نہیں، اعمال سے ہے۔ یہ بات یاد رکھئے گا، انشاء اللہ فائدہ ملے گا۔ محبوب ﷺ کو راضی کرنے والے اعمال اپناؤ، اللہ تعالیٰ راستہ کھول دیں گے۔

☆ ...... کسی ملک میں ایک ڈاکٹر صاحب ملے۔ انہوں نے اپنا واقعہ خود سنایا کہ ہم گھر والے عمرہ کرنے کے لئے گئے۔ ہم اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے کر گئے۔ وہ بھی ڈاکٹر تھا ...... کئی تو پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہوتے ہیں اور کئی صرف پی ایچ ڈی ہوتے ہیں۔ کیا مطلب؟ پی کی مطلب ''پھرا'' ایچ کا مطلب ''ہوا'' اور ڈی کا مطلب ''دماغ''۔ یعنی ''پھرا ہوا دماغ'' ...... انہوں نے بتایا کہ ہم نے احرام باندھے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ جب عمرہ کرنے کے لئے مسجد حرام کے دروازے پر پہنچے تو ہمارا بیٹا کہنے لگا کہ میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے لہٰذا میں اندر نہیں جاتا۔ ہم نے اسے سمجھایا لیکن وہ کہنے لگا، نہیں۔ ہم نے کہا کہ پھر تم یہیں بیٹھ جاؤ تاکہ تمہاری طبیعت کچھ سنبھل جائے۔ جب ہم دونوں میاں بیوی عمرہ کر

کے آئے تو بیٹا واپس کمرے میں آیا، کپڑے بدلے اور وہاں سے واپس اپنے ملک آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیت اللہ شریف کے دروازے سے واپس دھتکار دیا۔ بیت اللہ کے دروازے تک پہنچ گیا لیکن بیت اللہ شریف دیکھنے کی توفیق نہ ملی۔

حسرت ہے اس مسافرِ مضطر کے حال پر
جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

عشاق کا مجمع

پتہ نہیں کہ وہاں کیسے کیسے اللہ کے عشاق آتے ہیں۔ میں تو ان حاجیوں کو عشاق کا مجمع کہتا ہوں۔

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کہ کل تیرے در پر ہجومِ عاشقاں ہو گا

یہ اللہ کے در پر ہجومِ عاشقاں ہوتا ہے۔ سبحان اللہ

......کوئی اپنی تہجد لے کے آتا ہے۔

......کوئی پاک دامنی کی زندگی لے کے آتا ہے۔

......کوئی دین کی خدمت لے کے آتا ہے۔

......کوئی تقویٰ و پرہیزگاری لے کے آتا ہے۔

......کوئی عشق کی گتھیاں سلجھا کے آتا ہے۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک جوان لڑکی کو دیکھا۔ وہ بڑے ہی عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ جیسے کوئی اپنے محبوب کے عشق میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور محبوب کی ملاقات کے لئے بے قرار ہوتا ہے، اسی طرح وہ بھی بے چینی میں آہیں بھر رہی تھی اور عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ میں نے اس لڑکی سے کہا، اے لڑکی! **تو** نوجوان ہے اور تجھے ایسے کھلے کھلے عاشقانہ اشعار پڑھنا زیب نہیں

دیتا۔ اس نے میری طرف دیکھا تو کہنے لگی، جنید! مجھے یہ بتاؤ کہ تم بیت کا طواف کر رہے ہو یا رب البیت کا طواف کر رہے ہو؟ یعنی کیا تم گھر کا طواف کر رہے ہو یا گھر والے کا طواف کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو بیت کا طواف کر رہا ہوں۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی، ہاں جن کے دل پتھر ہوتے ہیں وہ پتھر کے گھر کا طواف کیا کرتے ہیں ...... اللہ اکبر...... کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو گھر کو دیکھ کے آتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گھر والے کی تجلیات کو دیکھ کر آتے ہیں۔ اسی لیے حج کے بعد کے طواف کا نام ''طوافِ زیارت'' ہے۔ جی ہاں قسمت والوں کو زیارت نصیب ہوتی ہوگی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی گھر بلائے اور ملاقات نہ کرے۔ کوئی خود آئے اور اگلا ملاقات سے انکار کر دے تو اور بات ہوتی ہے۔ بلا کر تو کوئی بھی ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتا۔ جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے خود ان الفاظ میں حج کے لئے بلایا،

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (الحج: ۲۷)

[اور ان لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کر دو]

میرے پیارے ابراہیم! دو اذان، کرو اعلان کہ آؤ میرے بندو حج کے لئے۔ جب اس محبوب نے بلایا ہے تو اپنا دیدار بھی عطا کرتا ہوگا۔ واہ میرے مولا! وہ بہت ہی عجیب جگہ ہے۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بارش کی طرح طرح چھم چھم برس رہی ہوتی ہیں۔

حاجی کی دعا کا مقام

اگر وہاں جا کر ہمارے اعمال کی بنیاد پر مغفرت ہونی ہوتی تو پھر تو پتہ نہیں کہ کیا معاملہ ہوتا۔ مگر مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے ایک دعا ایسی کر دی کہ جس کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرفات میں جا کر دعا فرمائی:

''اے اللہ! تو حاجی کی بھی مغفرت فرما اور جس کی مغفرت کی حاجی دعا کرے تو

اس کی بھی مغفرت فرما۔''

کیا ہی رحمۃ للعالمینی کا ظہور ہے......!!!......اب جانے والے حاجی گنہگار ہی سہی، ان کے عملوں کی وجہ سے نہیں بلکہ محبوب ﷺ کی دعا کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی ہے۔ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے دروازے کھول دیئے۔ سبحان اللہ۔

دو کام ضرور کیا کریں

جب کوئی حاجی حج پر جا رہا ہو تو دو کام ضرور کیا کریں۔ ایک کام تو یہ کہ اس خوش نصیب کی خدمت میں یہ عرض کیا جائے کہ بھئی آپ میری مغفرت کے لئے دعا فرما دیجئے گا، ملتزم سے بھی لپٹ کر دعا کیجئے گا اور عرفات کے میدان میں بھی دعا کیجئے گا۔ اور دوسرا کام یہ کہ اس سے یہ کہیں کہ آپ میری طرف سے اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام ضرور پیش فرما دیجئے گا۔ آج کل یہ عجیب سرد مہری دیکھنے میں آتی ہے کہ حاجی لوگ حج پر جا رہے ہوتے ہیں لیکن لوگ ان کے ذریعے اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام کا تحفہ نہیں بھیجتے۔ اس کا ضرور اہتمام کیا کریں۔

سچے جذبے سے حج کی سعادت مانگئے

یہ تو اللہ رب العزت کا کرم ہوتا ہے۔ یہ مانگنے کا وقت ہے لہٰذا ان دنوں میں اللہ سے مانگئے۔ اس لئے کہ جب کسی کام کا ماحول ہوتا ہے تو پھر اس کے مطابق دعائیں بھی جلدی قبول ہو جاتی ہیں۔ یہ عنوان بھی آج اسی لئے چھیڑا ہے کہ آج کل اللہ کے چاہنے والے اللہ کے گھر کا دیدار کرنے کے لئے سفر پر جا رہے ہیں۔ روز خبریں آتی ہیں کہ آج اتنے حاجی چلے گئے، آج اتنے حاجی چلے گئے۔ ہم بھی اس بات کا احساس کریں اور اللہ تعالیٰ سے تنہائیوں میں، دنوں میں، راتوں میں، خلوتوں میں اور جلوتوں میں دعائیں مانگیں، اگر اللہ رب العزت راستہ کھول دیں گے تو ہمارے لئے جانا آسان ہو جائے گا۔

اس کا تعلق مال و دولت سے نہیں بلکہ اس کا تعلق جذبوں کی سچائی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ سچائی عطا فرمادے اور ہمیں اپنی زندگی میں اپنے گھر کا بار بار دیدار عطا فرمادے ..... حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب بندہ حج کر کے واپس لوٹتا ہے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر آتا ہے جس طرح اس دن پاک تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا..... جب یہ سعادت ملتی ہے تو کیوں نہ ہم بھی اس سفر پر جائیں اور اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ جو حضرات جا چکے ہیں وہ بار بار جانے کی دل میں تمنا کریں اور جو نہیں جا سکے وہ دل میں تمنا کریں کہ اے پروردگار آپ ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔ شرط یہ ہے کہ ان کے دل میں سچی تڑپ ہونی چاہیے کہ اے اللہ! ہم آپ کا گھر دیکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ

به مکه بینی از توحید نورے
بیثرب از حبیب اللہ ظہورے
گر ایں دو شہر مارا تو نہ دیدے
چہ دیدی گر دریں دنیا رسیدے

[مکہ میں توحید کا نور دیکھ اور یثرب میں اللہ کے حبیب ﷺ کا ظہور دیکھ، اگر ہم نے دنیا میں آ کر ان دو شہروں کو نہیں دیکھا تو پھر دنیا میں ہم نے دیکھا ہی کیا ہے]

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ اگر جذبہ سچا ہو تو اللہ رب العزت اسی دنیا میں حج پر جانے کا دروازہ کھول دیں گے اور اگر دنیا میں دروازہ نہ بھی کھلا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن حجاج میں ضرور شامل فرما دیں گے۔ اللہ رب العزت ہم عاجز مسکینوں کو بار بار سفرِ حج کی سعادت نصیب فرمادے۔ (آمین ثم آمین)

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف:۴۰)

حکم خدا کی اہمیت

بیان حضرت اقدس

مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

دامت برکاتہم

اقتباس

حکمِ خدا، حکمِ خدا ہے۔ آج کے زمانے کے فسادات میں سے ایک فساد یہ بھی ہے کہ احکامِ الٰہی کی عظمت دل سے نکلتی جارہی ہے۔ شریعت کے احکام جب کسی کے سامنے آتے ہیں اور وہ ان کی منشاء کے خلاف ہوتے ہیں تو ان کے نفوس تاویلات نکالنا شروع کر دیتے ہیں، فرار کی راہیں اختیار کرتے ہیں اور سوالات پوچھتے ہیں کہ شریعت میں ایسا کیوں ہے؟...... یادرکھئے کہ جس بندے نے کلمہ پڑھ لیا اور کہہ دیا کہ

قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ

تو اب اس کے پاس سوال کرنے کا اختیار نہیں رہا، اب وہ یہ نہیں پوچھ سکتا کہ شریعت میں ایسا کیوں ہے؟ جب احکام قبول کر لئے تو اب فقط احکام پر عمل کرنا باقی رہ گیا۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

حکم خدا کی اہمیت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف:۴۰)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّم

عاجزی کا دروازہ

اللہ رب العزت عظمت اور کبریائی والے ہیں۔ وہ اس کائنات کے خالق اور مالک ہیں۔ زمین اور آسمان میں اسی پروردگار کا حکم چلتا ہے اور ان کے درمیان اسی کی بادشاہی کارفرما ہے۔ سب شان اور بلندی اسی کو زیبا ہے۔ اسی لئے حدیث قدسی میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

اَلْكِبْرُ رِدَائِىْ [بلندی اور بڑائی میری چادر ہے]

بلاشبہ یہ چادر پروردگارِ عالم کو ہی سجتی ہے۔ اس لئے بندے کو چاہیے کہ وہ عاجزی اختیار کرے۔ عاجزی وہ نعمت ہے کہ جس کو اختیار کئے بغیر کسی بھی انسان کو اللہ رب العزت کی معرفت نصیب نہیں ہوسکتی۔ جو انسان بھی اللہ کے در تک پہنچا اسے عاجزی کے دروازے سے گزرنا پڑا۔ اس دروازے میں سے گزرے بغیر کوئی بندہ بھی اللہ سے

واصل نہیں ہوا۔ اس عاجزی کو پیدا کرنے لئے مشائخ عظام مجاہدے کرواتے ہیں، پروردگار کے در پر جھکنا اور اس کی ماننا سکھاتے ہیں اور اس کے احکام کی عظمت دل میں پیدا کرتے ہیں۔

حکمِ خدا کی اہمیت

حکمِ خدا، حکمِ خدا ہے۔ آج کے زمانے کے فسادات میں سے ایک فساد یہ بھی ہے کہ احکامِ الٰہی کی عظمت دل سے نکلتی جا رہی ہے۔ شریعت کے احکام جب کسی کے سامنے آتے ہیں اور وہ ان کی منشاء کے خلاف ہوتے ہیں تو ان کے نفوس تاویلات نکالنا شروع کر دیتے ہیں، فرار کی راہیں اختیار کرتے ہیں اور سوالات پوچھتے ہیں کہ شریعت میں ایسا کیوں ہے؟...... یاد رکھئے کہ جس بندے نے کلمہ پڑھ لیا اور کہہ دیا کہ

قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ

[میں نے اللہ تعالیٰ (کی شریعت) کے سب احکام قبول کر لئے]

تو اب اس کے پاس سوال کرنے کا اختیار نہیں رہا، اب وہ یہ نہیں پوچھ سکتا کہ شریعت میں ایسا کیوں ہے؟ جب احکام قبول کر لئے تو اب فقط احکام پر عمل کرنا باقی رہ گیا۔

جانوروں کی فرمانبرداری

اللہ رب العزت نے جانوروں کو انسان کے تابع بنا دیا ہے۔ مثال کے طور پر......

(۱)......اونٹ اتنا بڑا جانور ہے کہ اگر ایک لات مار دے تو بندے کی جان ہی نکل جائے۔ لیکن چھوٹے سے بچے کے ہاتھ میں اس کی نکیل دے دی جائے تو اونٹ اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ آٹھ دس سال کا بچہ ہے۔ مگر اونٹ کو اس کا بھی مطیع و فرمانبردار بنا دیا گیا۔ اس نے اپنے مالک سے کبھی جھگڑا نہیں کیا کہ میری کمر پر بوجھ نہ

لادو۔ اونٹ کی جسامت دیکھیں اور چھوٹے بچے کا معاملہ دیکھیں ...... کیا کوئی تُک بنتی ہے؟ ...... مگر نہیں، پروردگار نے اسے مطیع بنا دیا ہے، اس لئے سر جھکائے پیچھے پیچھے چل رہا ہوتا ہے۔ اس کا مالک اس کو جہاں چاہے لے جائے وہ بغیر کسی حیل و حجت کے پیچھے چلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ سینکڑوں میل کا سفر طے کر لیتا ہے۔

(۲) ...... اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو انسان کے ماتحت بنا دیا ہے اور وہ انسان کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گھوڑے سے بولنے کا اختیار بھی چھین لیا ہے۔ اگر بالفرض گھوڑے کو بولنے کی قوت مل جاتی اور وہ بھی قدم قدم پر کہتا کہ آپ نے مجھے دانہ نہیں دیا...... یا چارہ نہیں دیا یا مجھے بھی Sick Leave (بیماری کی چھٹی) چاہیے کیونکہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ......تو ہمارے لئے مصیبت کھڑی ہو جاتی۔ انسان کا حال دیکھو کہ وہ سارا دن گھوڑے سے کام لیتا ہے اور شام کو اسے دانہ ڈالنا بھی بھول جاتا ہے۔ گھاس تھوڑا ملا تو جتنا تھا وہی ڈال دیا۔ اس کا پیٹ بھرے یا نہ بھرے وہ صبر شکر کے ساتھ اس کو کھا کے کھڑا ہو جاتا ہے ...... سردیوں کی رات میں۔ مالک خود تو بستر میں رضائی اوڑھ کر سو گیا جبکہ وہ بسا اوقات گھوڑے کو کمرے میں باندھنا بھی بھول جاتا ہے۔ یوں گھوڑا ساری رات سردی کے اندر کھڑا رہتا ہے، اس کے لئے پلنگ، بستر ور رضائی بھی نہیں ہوتی، اسے سردی میں نیند بھی نہیں آتی اور وہ لیٹ بھی نہیں سکتا بلکہ کھڑے کھڑے سو جاتا ہے۔ وہ ساری رات اسی طرح گزار دیتا ہے۔ اگلے دن اس کے لئے Sick Leave بھی نہیں ہوتی۔ وہ مالک کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج میں کام پر نہیں جا سکتا کیونکہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور رات کو میری نیند بھی پوری نہیں ہوئی۔ مالک اسے دوسرے دن بھی تانگے میں جوت دیتا ہے اور پھر سارا دن بھاگتا رہتا ہے۔

کئی مرتبہ ہم نے دیکھا کہ مالک نے اپنے گھوڑے کو پانی بھی نہیں پلایا ہوتا اور کہیں آ کے کھڑا کیا تو قریب ہی گندی نالی سے گھوڑے نے پانی پینا شروع کر دیا۔ وہ اپنے

مالک کا شکوہ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ کے لئے تو پیپسی اور کوک ہے اور میرے لئے پانی بھی نہیں ہے......اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ سارا دن بھاگنے کی وجہ سے گھوڑا تھک چکا ہوتا ہے اور اسی دوران مالک کو اسٹیشن جانے والی سواریاں مل جاتی ہیں، سواریاں اسے کہتی ہیں کہ ہم آپ کو پانچ روپے زیادہ دیں گے، گھوڑے کو ذرا جلدی دوڑائیں کیونکہ ہماری گاڑی نکل رہی ہے۔ گھوڑا سارا دن کا تھکا ہوا ہوتا ہے مگر مالک اسے چابک مارنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ مالک کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو سارا دن بھاگتا رہا ہوں، اب پانچ روپے کی خاطر مجھ پر اتنا ظلم کر رہے ہو۔ وہ بیچارہ چابک بھی کھا رہا ہوتا ہے اور بھاگ بھی رہا ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی مجبوری دیکھئے کہ اس بھاگنے کے دوران اگر اس کو لید کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کو اس ضرورت کے لئے بھی کھڑا ہونے کی فرصت نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ بھاگ بھی رہا ہوتا ہے اور لید بھی کر رہا ہوتا ہے......آپ نے کبھی کسی کو اتنا مجبور بھی دیکھا ہے کہ اس طبعی ضرورت کے لئے بھی اس کو کھڑا ہونے کی فرصت نہیں دی جا رہی......گھوڑا لید بھی پھینکتا جا رہا ہوتا ہے اور وہ اپنا سفر بھی کرتا جا رہا ہوتا ہے ......اگر اس کے جسم پر زخم ہو اور مالک اس پر کچھ نہ لگائے تو مکھیاں اس پر بیٹھ کر اسے تنگ کرتی ہیں لیکن وہ اپنے مالک کو بتا نہیں سکتا کہ جناب! کچھ اس پر بھی لگا دیجئے۔ مالک اگلے دن پھر اس پر زین ڈال دیتا ہے جس سے اس کا پرانا زخم پھر تازہ ہو جاتا ہے۔ مگر اس کو بتانے کی اجازت نہیں ہوتی ......آپ سوچئے تو سہی کہ گھوڑا اپنے مالک کا کتنا فرمانبردار ہے کہ ہر کام میں آمین ہی کہہ رہا ہوتا ہے، اس کو آگے سے بولنے یا نافرمانی کرنے کی اجازت ہی نہیں ہوتی۔

(۳)......لوگ حفاظت کے لئے اپنے گھروں میں کتے پالتے ہیں۔ کتے کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ آکر جوتوں میں بیٹھتا ہے۔ کبھی کسی کتے کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ دسترخوان پر پڑے ہوئے کھانے میں سے کوئی بوٹی اٹھا کر لے جائے۔ حالانکہ اس میں

اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اگر وہ جھپٹ پڑے تو دستر خوان پر بیٹھ کر لوگوں سے روٹی بھی چھین کر لے جائے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ اس کے بیٹھنے کی جگہ قالین نہیں ہوتی بلکہ اس کے بیٹھنے کی جگہ جوتوں میں ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں ماتحت ہوں اور میری جگہ یہی ہے۔ تو آپ اندازہ لگائیے کہ کتا اپنے مالک کے جوتوں میں بیٹھتا ہے اور جوتوں سے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتا...... کیوں؟...... اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ماتحت بنا دیا ہے۔ وہ ساری رات جاگ کر مالک کے گھر پر پہرہ دیتا ہے اور صبح اس کے لئے کوئی بستر ہی نہیں ہوتا۔ کتے کا کوئی گھر ہی نہیں ہوتا، کبھی اس دیوار کے نیچے اور کبھی اس درخت کے نیچے، اس طرح وہ زندگی گزار دیتا ہے۔ اگر مالک جوتے اور ڈنڈے بھی مارے تو کتے کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے کہیں اوجھل ہو جاتا ہے اور پھر اسی مالک کے دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے۔ یہ کتنا وفادار جانور ہے کہ جوتے کھا کر بھی اپنے مالک کا گھر نہیں چھوڑتا اور ہماری یہ حالت ہے کہ ہم نعمتیں کھاتے ہوئے بھی اپنے مالک کا در یاد نہیں آتا۔

کتے کی وفاداری

کتے کی وفاداری کے بیسیوں واقعات کتابوں میں ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر

(۱)...... حیات الحیوان میں لکھا ہے کہ ایک شخص سفر پر نکلا۔ راستہ میں اس نے کسی جگہ پر ایک خوبصورت قبہ بنا ہوا دیکھا۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی تعمیر پر خوب خرچ کیا گیا ہے۔ اس قبہ پر لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس قبہ کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنا چاہے وہ اس گاؤں میں سے جا کر معلوم کرے۔

اس آدمی کے دل میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ گاؤں جا کر اس قبے کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنی چاہیے۔ چنانچہ وہ اس گاؤں میں گیا اور لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا۔ وہ جس سے بھی پوچھتا وہ لاعلمی کا اظہار کرتا۔ بالآخر پتہ کرتے کرتے اسے ایک ایسے شخص کا علم

ہوا جس کی عمر دو سو برس تھی ۔ وہ آدمی ان کے پاس گیا اور ان سے اس قبے کے متعلق سوال کیا ۔ اس ضعیف العمر شخص نے بتایا کہ میں اپنے والد سے سنا کرتا تھا کہ اس گاؤں میں ایک زمیندار رہتا تھا ۔ اس کے پاس ایک کتا تھا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتا تھا ۔

ایک دن وہ زمیندار کہیں سیر کرنے گیا اور اپنے کتے کو گھر پر ہی باندھ گیا تاکہ وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے اور چلتے وقت اپنے باورچی کو بلا کر ہدایت کی کہ میرے لئے دودھ کا کھانا تیار کر کے رکھے ...... زمین دار وہ کھانا بڑے شوق سے کھاتا تھا ...... زمیندار کے گھر میں ایک گونگی لونڈی بھی تھی ۔ جب زمیندار باہر گیا تو وہ لونڈی اس بندھے ہوئے کتے کے قریب جا کر بیٹھ گئی ۔ کچھ دیر کے بعد زمیندار کے باورچی نے اس کے لئے دودھ کا کھانا تیار کیا اور اس کو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر اس گونگی لڑکی اور کتے کے قریب لا کر اونچی جگہ پر رکھ دیا تاکہ جب زمیندار واپس آئے تو اس کو آسانی سے کھانا مل جائے ۔

جب باورچی کھانا رکھ کر چلا گیا تو ایک کالا ناگ اس جگہ پر آیا اور اس اونچی جگہ پر چڑھ کر اس پیالے میں سے دودھ پی کر چلتا بنا ۔ کچھ دیر کے بعد جب زمیندار واپس آیا اور اس نے اپنا پسندیدہ کھانا پیالے میں تیار رکھا ہوا دیکھا تو پیالہ اٹھا لیا اور جیسے ہی اس کو کھانے کا ارادہ کیا تو گونگی لڑکی نے بڑے زور سے تالی بجائی اور ساتھ ساتھ زمیندار کو ہاتھ کے اشارے سے بھی کہا کہ وہ اس کھانے کو نہ کھائے ۔ مگر زمیندار گونگی کی بات نہ سمجھ سکا اور ایک نظر گونگی کو دیکھ کر پھر پیالے کی طرف متوجہ ہوا ۔ ابھی اس نے کھانے کے لئے ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ اتنے میں کتا بہت زور سے بھونکا اور مسلسل بھونکتا رہا ، حتیٰ کہ جوش میں آ کر اس نے اپنی زنجیر بھی توڑنے کی کوشش کی ۔

زمیندار کو ان دونوں کی ان حرکتوں پر تعجب ہوا اور وہ سوچنے لگا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے ؟ چنانچہ وہ اٹھا اور پیالے کو رکھ کر کتے کے پاس گیا اور اس کو کھول دیا ۔ کتے نے زنجیر

سے آزادی پاتے ہی اس پیالے کی طرف چھلانگ لگائی اور جھپٹا مار کر اس پیالے کو نیچے گرا دیا۔ زمیندار یہ سمجھا کہ یہ کتا اس کھانے کی وجہ سے بے تاب تھا۔ چنانچہ اپنا پسندیدہ کھانا گرانے پر غصے میں آ کر اس نے کتے کو کوئی چیز اٹھا کر ماردی۔ لیکن کتے نے اب بھی پیالے میں کچھ دودھ بچا ہوا دیکھا تو اس نے فوراً اپنا منہ اس پیالے میں ڈال دیا اور بچا ہوا دودھ پی گیا۔ دودھ کا کتے کے حلق سے نیچے اترنا ہی تھا کہ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور کچھ دیر کے بعد مر گیا۔

اب زمیندار کو اور بھی حیرانی ہوئی اور اس نے گونگی لڑکی سے پوچھا کہ آخر اس دودھ میں کیا بات تھی کہ کتا اس کو پیتے ہی مر گیا۔ اس وقت گونگی نے اشاروں سے زمیندار کو سمجھایا کہ اس دودھ میں سے ایک کالا ناگ کچھ دودھ گیا تھا جس کے زہر کی وجہ سے کتا مر چکا ہے اور وہ خود اور کتا اسی وجہ سے تم کو اس کے پینے سے روک رہے تھے۔ جب زمیندار کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تو اس نے باورچی کو بلایا اور اس کو سرزنش کی کہ اس نے کھانا کھلا ہوا کیوں رکھا تھا۔ اس کے بعد زمیندار نے اس کتے کو دفنا کر اس کے اوپر یہ قبہ تعمیر کرا دیا...... ذرا سوچئے کہ کتے کے اندر کتنی وفاداری ہوتی ہے کہ اس نے اپنی جان دے کر اپنے مالک کی جان بچالی۔

(۲)...... عجائب المخلوقات میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے اسکی لاش کسی کنوئیں میں ڈال دی۔ مقتول کا کتا واردات کے وقت اس کے ساتھ تھا۔ وہ کتا روزانہ اس کنوئیں پر آتا اور اپنے پنجوں سے اس کی مٹی ہٹاتا اور اشاروں سے بتاتا کہ اس کا مقتول مالک یہاں ہے اور جب کبھی قاتل اس کے سامنے آتا تو وہ اس کو دیکھ کر بھونکنے لگتا۔ لوگوں نے جب بار بار اس بات کو دیکھا تو انہوں نے اس جگہ کو کھدوایا۔ چنانچہ وہاں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی اور اس کے قاتل کو سزائے موت دی گئی۔

ایک نازک مسئلہ

جس طرح حیوانوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کا فرمانبردار اور ماتحت بنا دیا ہے اور وہ اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے محبوب ﷺ کا ماتحت بنا دیا ہے، لہٰذا جتنے بھی انسان ہیں ان کو چاہیے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر ہر وقت لبیک اور آمین کہا کریں۔ نہ کوئی انکار کی گنجائش ہے اور نہ ہی نبی علیہ السلام کی کسی سنت پر اعتراض کی کوئی گنجائش ہے۔ کلمہ پڑھ کر ہم نے عہد کیا ہے کہ اے اللہ! جس طرح ہمارے جانور ہمارے ماتحت ہیں اسی طرح ہم آپ کے اور آپ کے محبوب ﷺ کے ماتحت ہیں۔ اے اللہ! اگر ہم جانوروں کے مالک ہیں اور وہ ہماری اتنی فرمانبرداری کرتے ہیں تو ہمارے اصل مالک تو آپ ہیں، ہمیں بھی آپ کی فرمانبرداری کرنی چاہیے...... اسی لئے اللہ تعالیٰ کے احکام میں نکتہ چینی کرنا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں پر اعتراض کرنا ایمان سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے۔ لہٰذا آج کے دور کا یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ آج کل کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لڑکے آپس میں بیٹھ کر یہ Topic (موضوع) چھیڑ لیتے ہیں کہ جی شریعت میں یہ کیوں ہے، یہ کیوں ہے اور ایمان جیسی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ بہت نازک ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے **مَالَا بُدَّ مِنْہُ** میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر دو بندوں میں گفتگو ہو رہی ہو اور ان میں سے ایک یہ کہہ دے کہ یار! یہ تو شریعت کی بات ہے اور سننے والا جواب میں کہہ دے کہ ''رکھ پرے شریعت کو'' تو **فقد کفر**۔ یعنی ان لفظوں کے کہنے سے وہ بندہ کافر بن جاتا ہے۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے کہ ایک بندہ شریعت کی بات کہے اور دوسرا کہے کہ ''رکھ پرے شریعت کو''۔

یاد رکھیں کہ جہاں بھی سنت کا استخفاف ہوگا وہاں انسان ایمان سے محروم ہو جائے گا۔ اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے سنت پر عمل نہ کرنا الگ مسئلہ ہے، اس سے انسان

گنہگار تو ضرور ہوتا ہے مگر اس سے کافر نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی بندہ سنت پر اعتراض کر دے یا سنت کا مذاق اڑائے یا کوئی ایسی بات کر دے جس سے سنت ہلکی اور بے وزن نظر آئے تو اس سے انسان ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہاں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اپنے دل میں حکمِ خدا کی عظمت بٹھائیے۔ یاد رکھیں کہ جب تک سالک کے دل میں حکمِ خدا کی عظمت پیدا نہیں ہوگی اس وقت تک نفس کو لگام نہیں پڑے گی، نفس ہمیشہ شریعت کے اندر اپنی منشاء تلاش کرے گا۔ حتیٰ کہ عالم بھی جب قرآن پڑھے گا تو اس میں سے منشائے خداوندی تلاش کرنے کی بجائے اپنی منشاء تلاش کرے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن مجید میں اللہ رب العزت کی منشاء تلاش کریں اور یہ تب ہوتا ہے جب نفس کے گھوڑے کو لگام دے دی جائے اور حکمِ خدا کی عظمت دل میں آ جائے۔

ایاز کے دل میں حکمِ شاہی کی قدر

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑا نیک مسلمان بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ''ایاز'' تھا۔ وہ ایک دیہاتی آدمی تھا لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گار ثابت ہوا۔ بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آ گئی۔ اسی لئے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرما لیا۔

اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی عزت افزائی کیوں ہوتی ہے...... جی ہاں، جہاں فضل و کمال ہوتا ہے وہاں حاسدین بھی پیدا ہو جاتے ہیں...... اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں تاکہ یہ یہاں سے دفع دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے...... حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں اس لئے حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن سنا کر ان کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆...... ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے

مقرب ہیں، پڑھے لکھے ہیں، خاندانی لوگ ہیں اور امراء بھی ہیں لیکن آپ کی محبت کی جو نظر ایاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا، ٹھیک ہے، میں آپ کو کبھی اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک پھل منگوایا جو بہت ہی کڑوا تھا۔ اس نے اس کی قاشیں بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کروادی۔ ایک قاش ایاز کو بھی دی۔ اب جس نے بھی وہ پھل کھایا اسے بہت ہی کڑوا لگا۔ ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ پھل تو بہت ہی کڑوا ہے۔ لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ مزے سے پھل کھا رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا، ایاز! آپ کو پھل کڑوا نہیں لگ رہا؟ عرض کیا، بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔ بادشاہ نے کہا، آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں۔ کہنے لگا،

''مجھے خیال آیا ہے کہ آپ کے جن ہاتھوں سے میں زندگی میں سینکڑوں مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا ہوں، اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی ہے تو میں اس کو کیسے واپس کروں، لہٰذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔''

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہو جائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گزاری بجالائیں۔ جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائیں اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آجائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا در چھوڑیں۔ آج تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انتہا نہیں اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

☆......ایک دوسرے واقعہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبین نے انہیں یہ شکایت لگائی کہ بادشاہ سلامت! ایاز کی ایک الماری ہے، یہ اس الماری کو تالا لگا

کر رکھتا ہے، وہ روزانہ اس الماری کو کھول کر دیکھتا ہے اور کسی دوسرے بندے کو دیکھنے نہیں دیتا۔ ہمارا خیال ہے کہ اس نے آپ کے خزانے کے قیمتی ہیرے اور موتی اس کے اندر چھپا کر رکھے ہوئے ہیں، آپ ذرا اس کی تلاشی لیجئے۔

جب بادشاہ کو یہ شکایت لگائی گئی تو بادشاہ سلامت نے اسی وقت ایاز کو بلوایا اور کہا، ایاز! کیا تمہاری کوئی الماری ہے؟ اس نے کہا، جی ہے،

پوچھا، کیا اسے تالا لگا کر رکھتے ہو؟

اس نے کہا، جی ہاں

پوچھا، کسی اور کو دیکھنے دیتے ہو؟

عرض کیا، جی نہیں

پھر پوچھا، کیا تم خود اسے روزانہ دیکھتے ہو؟

عرض کیا، جی ہاں

پھر بادشاہ نے فرمایا کہ چابی لاؤ۔ ایاز نے چابی دے دی۔ بادشاہ نے کسی بندے کو بھیجا کہ جاؤ اور اس الماری میں جو کچھ موجود ہے وہ سب کچھ لا کر یہاں سب کے سامنے پیش کر دو...... وہ حاسدین بڑے خوش ہوئے کہ دیکھو اب اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ جب اس کی چوری کا سامان سامنے آئے گا تو بادشاہ ابھی اس کو یہاں سے دھکے دے کر نکال دے گا۔

اللہ کی شان کہ جب وہ بندہ واپس آیا تو اس نے آکر بادشاہ کے سامنے تین چیزیں رکھ دیں۔ ایک پرانا جوتا، ایک پرانا تہہ بند اور ایک پرانا کرتہ

بادشاہ نے پوچھا، اس میں کچھ اور نہیں تھا؟ اس نے کہا، جی نہیں۔ پھر بادشاہ نے ایاز کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا، ایاز! کیا اس میں کچھ اور نہیں ہے؟

اس نے کہا، جی نہیں، یہی کچھ تھا۔

بادشاہ نے کہا، ایاز! اس میں تو کوئی ایسی قیمتی چیز نہیں ہے جسے تم تالے میں بند کر کے رکھو اور کسی دوسرے کو دیکھنے بھی نہ دو اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ جسے تم روزانہ آ کر چیک کرو کہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

اس نے کہا، بادشاہ سلامت! بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ بہت قیمتی ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا، بھئی! وہ کیسے؟

اس نے کہا، ''بادشاہ سلامت! وہ اس لئے کہ جب میں آپ کے دربار میں پہلی مرتبہ آیا تھا تو یہ جوتے پہنے ہوئے تھا، یہ تہہ بند باندھا ہوا تھا اور یہ کرتہ پہنا ہوا تھا۔ میں نے ان تینوں چیزوں کو محفوظ کر لیا تھا۔ اب میں روزانہ الماری کھول کر ان کو دیکھتا ہوں اور اپنے نفس کو سمجھاتا ہوں کہ ایاز! تمہاری اوقات یہی تھی، تم اپنی اوقات نہ بھولنا، اب تمہیں جو کچھ ملا ہے یہ سب تمہارے بادشاہ کا تم پر احسان ہے۔ لہٰذا تم اپنے بادشاہ کا احسان سامنے رکھنا۔ بادشاہ سلامت! اس طرح مجھے اپنی اوقات یاد رہتی ہے کہ میں کیا تھا اور مجھے بادشاہ کے قرب نے کیا کیا عزتیں بخشیں۔''

کاش! ہماری بھی یہی کیفیت ہو جاتی کہ ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں کا استحضار رکھتے اور اپنی اوقات کو یاد رکھتے۔ ہمیں تو ذرا سا کچھ مل جاتا ہے تو سب سے پہلے اپنی اوقات بھول لیتے ہیں۔

☆...... ایک دن بادشاہ نے اپنے خزانے سے ایک قیمتی ہیرا منگوایا۔ پھر ایک ہتھوڑی منگوائی اور اپنے درباریوں سے کہا کہ آج میں تمہاری ذہانت کا امتحان لیتا ہوں۔ انہوں نے کہا، جی بہت اچھا۔ اب اس بادشاہ نے اپنے ایک درباری کو ہیرا دیا اور ساتھ ہی ہتھوڑا بھی پکڑا دیا۔ پھر اسے کہا کہ اسے توڑو۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ تو ہماری عقل کا امتحان ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا، بادشاہ سلامت! یہ ہیرا تو بڑا قیمتی ہے، یہ تو آپ کے خزانے میں ہی سجتا ہے لہٰذا اسے نہیں توڑنا چاہیے۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہا، بہت اچھا۔ وہ سمجھا کہ میرا

جواب بالکل ٹھیک ہے۔ پھر بادشاہ نے وہ ہیرا دوسرے درباری کو دیا۔ اس نے بھی توڑنے سے معذرت کر لی۔ اس کے الفاظ مختلف تھے مگر مفہوم ایک ہی تھا۔ پھر تیسرے کو دیا تو اس نے بھی معذرت پیش کر دی۔ پھر چوتھے نے بھی عذر کر دیا۔ حتیٰ کہ بھرے دربار میں جس کو بھی ہیرا دیا سب نے ہیرے کو بڑا قیمتی سمجھا اور اس کو توڑنے سے سب نے معذرت کر لی۔ آخر پر ایاز بیٹھا تھا۔ اب بادشاہ نے ہیرا اسے پکڑا دیا اور ساتھ ہی ہتھوڑا بھی دے دیا اور کہا، ایاز! اس کو توڑ دو۔ ایاز نے اسے زمین پر رکھا اور ہتھوڑا مار کے اس ہیرے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ یہ اتنا بے وقوف اور کم عقل ہے کہ اس نے شاہی خزانے کا اتنا بڑا نقصان کر دیا، آج تو بادشاہ اس کو ضرور نکال دے گا......

جب بادشاہ نے ہیرا ٹوٹا ہوا دیکھا تو پوچھا، ''ایاز! تم نے تو ہیرے کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''

ایاز نے جواب دیا، ''بادشاہ سلامت! میرے سامنے دو صورتیں تھیں۔ یا تو میں آپ کا حکم مان کر ہیرے کو توڑ دیتا یا پھر ہیرے کو بچا کر آپ کا حکم توڑ دیتا۔ میری نظر میں آپ کا حکم ایسے ہزاروں ہیروں سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس لئے میں نے ہیرے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر میں نے آپ کا حکم نہیں توڑا۔''

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسی ایاز کے دل میں بادشاہ کے حکم کی قدر و قیمت تھی، کاش کہ حکمِ خدا کی وہ عظمت ہمارے دل میں بھی آ جاتی۔

میں کس کا حکم توڑ رہا ہوں؟

محترم جماعت! اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو توڑنے لگے تو ستر دفعہ سوچے کہ میں کس کا حکم توڑ رہا ہوں۔ اس لئے کہ جب بندہ اللہ رب العزت کے حکم کو اور اس کی حدود کو توڑتا ہے تو پروردگار کو اس پر اس طرح جلال آتا ہے جیسے شیر کو اپنا شکار دیکھ کر جلال

آتا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو جلال میں دیکھیں گے تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ارشاد فرمایا ہے کہ

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا (البقرۃ:۱۸۲)

[یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ]

لہٰذا سالکین کو چاہیے کہ وہ اللہ رب العزت کے حکم کی عظمت اپنے دل میں پیدا کریں اور ان کو یہ احساس رہے کہ جو کچھ بھی ہو ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں توڑنا۔ یہ تصوف کا پہلا قدم ہے۔

ایک شیطانی عمل

چونکہ آج کا انسان من پسند کی نعمتیں کھاتا پیتا ہے اس لئے پیٹ بھرا بنا پھرتا ہے اور اس کے دل میں اللہ رب العزت کی نعمتوں کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کی طبیعت کے اندر ضد، عناد اور ہٹ دھرمی ہے...... ہٹ دھرمی کیا ہوتی ہے؟...... ہٹ دھرمی یہ ہے کہ بات بھی غلط کرنا اور اس کے اوپر ڈٹ بھی جانا۔ بجائے شرمندہ ہونے کے تاویلیں نکالنا اور اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ یاد رکھیں کہ ہٹ دھرمی ایک شیطانی عمل ہے اس لئے دنیا میں سب سے پہلے ہٹ دھرمی شیطان نے کی تھی۔ آج یہ ہٹ دھرمی اتنی عام ہو چکی ہے کہ شاید سو میں سے نوے سے زیادہ بندے آپ کو اس کے مریض نظر آئیں گے۔ گھروں میں دیکھو کہ بیوی بات کرتی ہے تو کہتی ہے کہ بس اب تو میں نے بات کر دی ہے۔ خاوند سے لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے تو ڈٹی رہتی ہے، وہ دل میں سمجھتی بھی ہے کہ میں غلط کر رہی ہوں لیکن پھر بھی بات نہیں مانتی۔ اسی طرح خاوند بھی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بیوی پر ظلم کر رہا ہوں اور شریعت کے حکموں کو توڑ رہا ہوں لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد پر ڈٹا رہتا ہے۔ اسی طرح دو بھائیوں میں کوئی چھوٹی سی بات بھی ہو جائے تو وہ اپنی اپنی بات پر ڈٹ جاتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر مقدمے چلانا شروع کر دیتے ہیں

۔اس طرح ان کے لاکھوں روپے لگ جاتے ہیں لیکن وہ اپنی اپنی بات پر ڈٹے ہوئے ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنی غلطی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

معافی مانگنے میں عظمت ہے

میرے دوستو! ایک جملہ بہت خوبصورت اور پیارا ہے۔ کون سا جملہ ہے؟ وہ جملہ یہ ہے کہ...... ''غلطی ہوگئی ہے معاف کر دیجئے'' ...... اگر ہم یہ کہنا سیکھ لیں تو ہمارے کئی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی موقع پر خاوند اپنی بیوی سے ناراض ہو جائے اور بیوی یہ کہہ دے کہ غلطی ہوگئی ہے معاف کر دیجئے تو خاوند معاف کر دے گا...... اگر بیٹے سے باپ ناراض ہو جائے اور بیٹا آگے سے کہہ دے کہ ابو! غلطی ہوگئی ہے معاف کر دیجئے تو باپ ناراض ہونے کی بجائے خوش ہو جائے گا...... دوست دوست کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اگر ان میں سے ایک کہتا ہے کہ بھئی! غلطی ہوگئی ہے، معاف کر دیجئے تو بڑے بڑے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ مگر ہمیں یہ الفاظ آج تک کسی نے سکھائے ہی نہیں۔ یہ پیر و مرشد کا کام ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ آج غلطیوں کی معافی ایک دوسرے سے مانگ لینا بہت آسان ہے لیکن قیامت کے دن ان فیصلوں کو نمٹانا بہت مشکل ہوگا۔ قیامت کے دن جس کو کھڑا کیا گیا کہ تم ذرا بتاؤ کہ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا تھا؟ فلاں کو ذلیل کیوں کہا تھا؟...... فلاں کو بے ایمان کیوں کہا تھا؟ ...... اگر وہاں ثابت نہ کر سکے تو پھر ہماری کیا درگت بنے گی؟ اسی لئے آج ایک دوسرے سے معافی مانگنے کی عادت ڈال لیں۔ یہ بہت اچھی عادت ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی صفت ہے اور اسی میں عظمت ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے گندم کا خوشہ کھایا تو ان پر پروردگارِ عالم کا عتاب نازل ہوا۔ چنانچہ پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کیا ہم نے تمہیں اس کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا۔ یعنی جب منع کیا تھا تو پھر تم نے کیوں کھایا؟...... آگے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ

...... اے اللہ! مجھ سے بھول ہوگئی تھی،

...... میں سمجھا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت اور ہوگا،

...... میں نے ارادے سے یہ کام نہیں کیا،

...... بلکہ فقط ایک سیدھی سی بات کی کہ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

(الاعراف : ۲۳)

[اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں اور رحمت نہ فرمائیں تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے]

تو پتہ چلا کہ غلطی کو مان لینا حضرت آدم علیہ السلام کی صفت ہے۔ لہٰذا مؤمن بندہ وہ ہوتا ہے جو اپنی غلطی کو جلدی تسلیم کر لے۔ آج کل تو غلطی تسلیم کرنے کی بجائے اکثر جھوٹ بولتے ہیں...... سروس میں دیکھ لیجئے...... دفتر کا کلرک اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لئے افسر کے سامنے جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ پتہ نہیں کہ جھوٹ کی ایک سیریز ہی چل پڑتی ہے۔ کیا یہ سب سے آسان نہیں ہے کہ غلطی کو تسلیم ہی کر لیا جائے۔ اگر افسر کہے کہ آپ نے یہ کام غلط کیا ہے تو وہ کہے، جی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اس طرح وہ افسر ناراض ہونے کی بجائے الٹا اس سے راضی ہو جائے گا۔

اس کے برعکس دیکھیں کہ شیطان نے بھی غلطی کی تھی۔ جب پروردگارِ عالم کے حکم کے باوجود بھی ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا، اے ابلیس! تم نے سجدہ کیوں نہ کیا؟ تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر لیتا، الٹا اس کی Reason (وجہ) بتانے لگا کہ میں اس پر فضیلت رکھتا ہوں کیونکہ

خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (ص: ۷۶)

[پروردگار! مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا]

جب ابلیس نے اپنی غلطی کے باوجود ہٹ دھرمی کا اظہار کیا تو اللہ رب العزت نے

فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ (ص:۷۷)

[پس تو نکل جا میرے دربار سے، تو مردود ہے]

دیکھا، جو خدا کے حکم کو توڑتا ہے پھر پروردگارِ عالم اس کا کیسا حشر فرماتے ہیں۔ نہ صرف یہی کہ دربار سے نکال دیا بلکہ فرما دیا کہ

اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (ص:۷۸)

[بے شک تیرے اوپر قیامت تک میری لعنتیں برسیں گی]

تو جو بندہ بھی غلطی کرے گا اور الٹا ہٹ دھرمی کا بھی مظاہرہ کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی معاملہ فرمائیں گے جو شیطان کے ساتھ کیا تھا...... حضرت آدم علیہ السلام کو ادب واحترام سے یاد کیا جاتا ہے جبکہ شیطان مردود سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

یہودیوں کا ایک بڑا جرم

آج ہٹ دھرمی حد سے بڑھ گئی ہے۔ چھوٹا بھائی بڑے کی بات نہیں مانتا۔ وہ آگے سے Logic پیش کر دیتا ہے...... بیٹا ماں کی بات نہیں مانتا اور آگے سے Logic پیش کر دیتا ہے...... اس ہٹ دھرمی کے گناہ سے کوئی بھی توبہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی صاحبِ علم کوئی غلط مسئلہ بیان کر بیٹھے تو پھر وہ ہار نہیں مانتا۔ بلکہ کتابیں تلاش کرتا ہے کہ مجھے اپنی اس بات کی کہیں سے کوئی تائید مل جائے۔ اب وہ قرآن وحدیث میں رب کی منشا تلاش کرنے کی بجائے اپنی منشا کو ڈھونڈے گا۔ یاد رکھیں کہ اس سے گمراہی بڑھتی ہے۔ یہودیوں کا بھی یہی بڑا جرم تھا کہ وہ ایک بات کر دیتے تھے اور پھر اللہ کی کتاب تورات میں سے اپنی منشا کو تلاش کرتے تھے کہ کہیں سے ہماری بات کی سپورٹ میں کوئی آیت مل

جائے۔اس لئے ان کو پھٹکار دیا گیا۔

حقوق العباد معاف کروانے کی ضرورت

یاد رکھیں کہ اگر اپنی غلطی کو تسلیم کر کے جلدی معافی مانگ لی جائے تو بندے کے بڑے بڑے مسئلے منٹوں میں حل ہو جائیں گے۔اگر ہم نے اللہ رب العزت کے حقوق ضائع کئے تو اللہ تعالیٰ جلدی معاف فرما دیں گے مگر حقوق العباد اللہ کے بندوں سے معاف کروانے پڑیں گے۔سوچیں تو سہی کہ ہم نے

......کتنوں کی غیبت کی......

......کتنوں پر بہتان لگائے......

......کتنوں سے حسد کیا......

......کتنوں کا دل دکھایا......

......کتنوں سے بدگمانی کی......

......کتنوں سے بدزبانی کی......

......کتنوں کو ہاتھوں سے تکلیف پہنچائی......

......کتنے رشتوں کو زبان کی تلوار سے کاٹا......

لیکن کیا ہم نے کبھی کسی سے معافی بھی مانگی ہے؟......دیکھنے میں تو صوفی بنے پھرتے ہیں لیکن یاد رکھنا کہ یہ ورد وظیفے کسی کام نہیں آئیں گے۔ جہاں حقوق العباد کا معاملہ آ جائے گا وہاں معافی مانگنی پڑے گی۔لہٰذا آج ہی سے اس کو عادت بنا لیجئے۔دنیا میں معافی مانگنا آسان ہے اور قیامت کے دن اس کا جواب دینا مشکل کام ہے۔

گائے کا فیصلہ

محمد شاہ مکران کا ایک بادشاہ گزرا ہے۔ایک مرتبہ وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ شکار کو

نکلا۔ بادشاہ سلامت شکار کھیل رہے تھے۔ سپاہیوں کے ہاتھ ایک بوڑھی عورت کی گائے آ گئی۔ انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر کھا لیا۔ بڑھیا نے کہا کہ مجھے کچھ پیسے دے دو تا کہ میں کوئی اور گائے خرید لوں۔ انہوں نے پیسے دینے سے انکار کر دیا۔ اب وہ بڑی پریشان ہوئی۔ اس نے کسی عالم کو بتایا کہ میرا تو روزی کا دارومدار اسی گائے پر تھا، یہ سپاہی اس کو بھی کھا گئے ہیں اور اب پیسے بھی نہیں دیتے، اب میں کیا کروں انہوں نے کہا کہ بادشاہ نیک آدمی ہے لہٰذا تم ڈائریکٹ جا کر بادشاہ سے بات کرو۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ سپاہی آگے جانے نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہیں ایک طریقہ بتا دیتا ہوں کہ بادشاہ نے پرسوں اپنے گھر واپس جانا ہے۔ اس کے گھر کے راستے میں ایک دریا ہے اور اس کا ایک ہی پل ہے۔ وہ اس پل پر سے لازمی گزرے گا۔ تم اس پل پر پہنچ جانا اور جب بادشاہ کی سواری وہاں سے گزرنے لگے تو اس کی سواری ٹھہرا کر تم اپنی بات بیان کر دینا۔ چنانچہ تیسرے دن بڑھیا وہاں پہنچ گئی۔

بادشاہ کی سواری پل پر پہنچی تو بڑھیا تو پہلے ہی انتظار میں تھی۔ اس نے کھڑے ہو کر بادشاہ کی سواری کو روک لیا۔ بادشاہ نے کہا، اماں! آپ نے میری سواری کو کیوں روکا ہے؟ بڑھیا کہنے لگی، محمد شاہ! میرا اور تیرا ایک معاملہ ہے، اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ تو وہ معاملہ اس پل پر حل کرنا چاہتا ہے یا قیامت کے دن پل صراط پر حل کرنا چاہتا ہے؟ پل صراط کا نام سنتے ہی بادشاہ کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ وہ نیچے اترا اور کہنے لگا، ''اماں میں اپنی پگڑی آپ کے پاؤں پر رکھنے کو تیار ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے معافی دے دو، میں قیامت کے دن پل صراط پر کسی جھگڑے کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔'' چنانچہ اس بڑھیا نے اپنی بات بتا دی۔ بادشاہ نے اسے ستر گایوں کے برابر قیمت بھی دے دی اور معافی مانگ کر اس بڑھیا کو راضی بھی کیا تا کہ قیامت کے دن پل صراط پر اس کا دامن نہ پکڑے۔

مجاہدین کا معافی مانگنا

ہمارا تو یہ حال ہے کہ غلطی بھی کرتے ہیں اور پھر معافی بھی نہیں مانگتے اور اللہ والوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ نیکیاں بھی کر رہے ہوتے ہیں اور پھر اللہ سے معافی بھی مانگ رہے ہوتے ہیں کہ اے اللہ! جیسے نیکی کرنے کا حق تھا ہم وہ حق ادا نہیں کر سکے۔...... قرآن عظیم الشان سے اس کی دلیل ملتی ہے ...... جو لوگ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○

(آل عمران :۱۴۶)

[اور بہت سے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ ہوکر بہت سے اللہ والے لڑے، نہ تو انہوں نے ہمت ہاری ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں آئے اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ وہ دبے، اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے]

جو اتنی استقامت کے ساتھ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے وہ اپنے اس عمل کو پیش کر کے احسان نہیں جتلا رہے تھے بلکہ وہ کہہ رہے تھے:

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا (آل عمران :۱۴۷)

[اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو اور ہمارے حد سے نکل جانے کو معاف فرما دیجئے]

حضرت نوح علیہ السلام کا معافی مانگنا

اس سے ذرا اور اونچی بات سن لیجئے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ کی قوم نے

آپ کی بہت نافرمانی کی ہے، اب ہم آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو بچالیں گے اور ان سب کو نیست و نابود کر دیں گے۔ چنانچہ آپ ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا لیجئے اور ظالموں کے بارے میں سفارش نہ کیجئے۔

جب طوفان آیا اور ایمان والے کشتی پر سوار ہو گئے تو سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو، جس کے عمل اچھے نہیں تھے، فرمایا،

یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا (ھود : ۴۲)

[اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا]

مگر بیٹا کہنے لگا کہ میں اس پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا اور یہ مجھے پانی سے بچا دے گی۔ ابھی گفت وشنید ہو ہی رہی تھی کہ اسی دوران ایک موج آئی اور بیٹا باپ کی آنکھوں کے سامنے پانی میں غرق ہو گیا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے اہل خانہ کو بچالوں گا اس لئے شفقتِ پدری نے جوش مارا اور انہوں نے پروردگارِ عالم سے دعا کی،

اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ (ھود : ۴۵)

[اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے تھا، اور آپ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ سب سے بڑے حاکم ہیں۔]

بس اتنی سی بات کہنی تھی کہ پروردگار کی طرف سے جلال بھرا خطاب آیا کہ

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (ھود : ۴۶)

[اے نوح! یہ آپ کے اہل میں سے نہیں تھا، اس کے اعمال اچھے نہیں تھے]

اور آگے پروردگار نے اور بھی بات کر دی۔ ذرا دل تھام کے سن لیجئے۔ فرمایا،

فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ

الْجٰهِلِيْنَ (هود :۴٦)

[اے نوح! آپ مجھ سے وہ مت پوچھئے جس کا علم نہیں، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ آپ کہیں جاہلوں میں سے ہو جائیں]

اللہ تعالیٰ کا یہ جلال بھرا خطاب سن کر سیدنا نوح علیہ السلام نے نہ کوئی عذر پیش کیا اور نہ ہی کوئی Logic پیش کی بلکہ معافی مانگتے ہوئے فوراً عرض کیا:

رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ط وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَ تَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ (هود :۴۷)

[اے رب! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں آئندہ آپ سے ایسی بات کا سوال کروں جس کے بارے میں نہیں جانتا۔ اور اگر آپ میری مغفرت نہیں فرمائینگے اور مجھ پر رحم نہ فرمائینگے تو میں تباہ ہی ہو جاؤں گا]

ربِ کریم ہمیں بھی سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں بھی اسی دنیا میں اپنی غلطیوں کی مانگنے کی توفیق عطا فرمادے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۔

محنت وریاضت

یہ بیان 29 جون 2002ء کو بمطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
بعد نماز فجر مسجد نور لوساکا (زیمبیا) میں ہوا۔ جس میں کثیر
تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔

اقتباس

جب بندہ دین کی محنت کر کر کے تھک جائے تو اسے خوش ہونا چاہیے۔ جس دن جسم زیادہ تھکے اس دن زیادہ خوش ہو۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اتنی عبادت کرو اتنی عبادت کرو کہ خالق اور مخلوق دونوں کو تم پر ترس آنے لگ جائے۔ دستور بھی یہی ہے کہ انسان ادھار کی چیز سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام نکالتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی عورت کی استری خراب ہو جائے تو وہ اپنی ہمسائی سے منگواتی ہے۔ جب اسے استری ملتی ہے تو وہ اس سے صرف اپنے میاں کے کپڑے استری نہیں کرتی بلکہ وہ اسی وقت اپنے بھی، بچے کے بھی اور بچی کے بھی کپڑے استری کر لے گی..... اسی طرح یہ جسم ہمارے پاس ادھار کا مال ہے، یہ اللہ تعالی کی ملکیت ہے اور ہمارے پاس تھوڑے سے وقت کے لئے اس کا کنٹرول ہے۔ اب ہم جتنا چاہیں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

محنت وریاضت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ (البلد: ۴)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

محنت میں عظمت

مقصدِ زندگی کام ہے آرام نہیں۔ آرام کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کو بنایا ہے۔ اس دنیا میں دینی اعتبار سے جس بندے نے بھی عزتیں پائیں وہ محنت ہی سے پائیں۔ چونکہ محنت میں عظمت ہے اس لئے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ محنت کو اچھا سمجھیں۔ محنت سے جان چھڑانا اور جی چرانا پسندیدہ بات نہیں ہے۔ آرام طلبی اور تن آسانی جیسی چیزیں مومن کی زندگی میں نہیں ہوتیں بلکہ اس کی زندگی میں محنت، مشقت اور مجاہدہ ہوتا ہے۔ تو یہ نوٹ کرلیں کہ مقصدِ زندگی...... کام، کام اور بس تھوڑا سا آرام...... اور آرام بھی اس لئے کرنا ہے کہ پھر کام کرنا ہے۔ جو کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آرام کرنے پر بھی اجر عطا فرماتے ہیں۔ اسی لئے حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے،

نوم العلماء عبادة [علماء کی نیند عبادت ہے]

یعنی جو علماء دین کا کام کرتے ہیں اور پھر وہ پنے جسم کو آرام دیتے ہیں تا کہ پھر کام کر سکیں، اللہ تعالیٰ ان کے اس آرام کے وقت کو بھی کام میں شامل فرما دیتے ہیں۔

ادھار کی چیز کی قدر

جب بندہ دین کی محنت کر کر کے تھک جائے تو اسے خوش ہونا چاہیے۔ جس دن جسم زیادہ تھکے اس دن زیادہ خوش ہو۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اتنی عبادت کرو اتنی عبادت کرو کہ خالق اور مخلوق دونوں کو تم پر ترس آنے لگ جائے۔ دستور بھی یہی ہے کہ انسان ادھار کی چیز سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام نکالتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی عورت کی استری خراب ہو جائے تو وہ اپنی ہمسائی سے منگواتی ہے۔ جب اسے استری ملتی ہے تو وہ اس سے صرف اپنے میاں کے کپڑے استری نہیں کرتی۔ اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ ادھار کی چیز ہے اور مجھے واپس دینی ہے۔ اس لئے وہ اسی وقت اپنے بھی، بچے کے بھی اور بچی کے بھی کپڑے استری کر لے گی...... اسی طرح یہ جسم ہمارے پاس ادھار کا مال ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور ہمارے پاس تھوڑے سے وقت کے لئے اس کا کنٹرول ہے۔ اب ہم جتنا چاہیں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔...... جب کوئی آدمی مشین لگاتا ہے تو وہ آٹھ گھنٹے کام کر کے سولہ گھنٹے کام بند نہیں کرتا، بلکہ وہ تین شفٹیں لگاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بندے تو بدلتے رہیں لیکن مشین سے کام ہوتا رہے۔ بالکل اسی طرح اللہ والوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اس ادھار کی مشین سے دن رات عبادت کر کے خوب کام نکالتے ہیں۔

قابلِ رشک ذوقِ عبادت

ہمارے مشائخ کے دلوں میں عبادت کرنے کا بہت شوق ہوتا تھا۔ ایک بزرگ کی

عمر ستر سال تھی۔ وہ ستر سال کی عمر میں روزانہ ستر طواف کیا کرتے تھے...... ہم نے زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں پانچ طواف کر لئے ہوں گے، ایک طواف کے سات چکر ہوتے ہیں، اس حساب سے ہم نے ایک وقت میں پینتیس چکر لگا لئے ہوں گے...... وہ ستر طواف میں چار سو نوے چکر لگاتے تھے اور ہر طواف کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔ اس حساب سے ایک سو چالیس نفل بھی بن گئے۔ اب ذرا سوچیں کہ اگر ہم اپنی زندگی میں کبھی پچاس رکعتیں پڑھ لیں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ آخری رکعت میں سمع اللہ کی جگہ ''اوئی اللہ'' نکل رہا ہوگا...... طواف کے چار سو نوے چکروں کے علاوہ ایک سو چالیس نفل پڑھنا ان کا ایک عمل ہے اور باقی عبادات مثلاً تلاوت اور تسبیحات وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ گویا کہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ہمارے مشائخ نے اتنی عبادات کی ہیں کہ انہوں نے (One minute accurated develop) یعنی کہ انہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک منٹ کو بھی صحیح استعمال کیا ہے۔

حضرت جرجانیؒ کا معمول

ایک دفعہ خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کو ستو پھانکتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے پوچھا، اکیلے ستو کیوں پھانک رہے ہیں، روٹی ہی پکا لیتے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے روٹی چبانے اور ستو پھانکنے کا حساب لگایا ہے، روٹی چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ آدمی ستر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے، اس لئے میں نے گزشتہ چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ہے اور فقط ستو پھانک کر گزارا کرتا ہوں...... گویا سلف صالحین اپنی ضروریات کے وقت کو بھی کم کر کے عبادات میں لگایا کرتے تھے۔

شاگرد ہوں تو ایسے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ

بھی درس دیتے تھے اور فارغ ہو کر دوسری جگہ بھی درس دیتے تھے۔ ان کو فرصت نہیں ہوتی تھی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں شوق ہوتا تھا کہ میں فلاں کتاب بھی حضرت سے پڑھ لوں۔ جب انہوں نے اپنے شوق کا اظہار کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وقت کی صورتحال تو آپ کے سامنے ہے بلکہ درس کروانے والے حضرات نے تو مجھے سواری کا انتظام کر کے دیا ہوا ہے، چنانچہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر دوسری جگہ پہنچتا ہوں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، حضرت! جب آپ گھوڑے پر سفر کر رہے ہوں گے، میں اس دوران آپ کے گھوڑے کے ساتھ دوڑتا ہوا جاؤں گا، آپ گھوڑے پر بیٹھ کر درس دیتے رہنا، میں اس حالت میں بھی آپ سے درسِ حدیث حاصل کروں گا۔

ایک حدیث سے چالیس مسائل کا جواب

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے وہاں رات جاگتے ہوئے گزار دی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، آپ رات کو کیوں نہیں سوئے؟ فرمانے لگے کہ میرے سامنے ایک حدیثِ پاک آگئی تھی کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک چھوٹے سے بچے کو جو انس ﷺ کا بھائی تھا، فرمایا:

يَا اَبَا عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ

[اے ابوعمیر! تیرے پرندے نے کیا کیا]

اس نے اک پرندہ رکھا ہوا تھا۔ وہ مر گیا تو جب بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے ملتے تو اس کو خوش طبعی سے فرماتے کہ تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ یعنی مر گیا اور تجھے چھوڑ گیا...... تو میں ان الفاظ پر غور کرتا رہا اور حدیثِ پاک کے اتنے سے ٹکڑے سے میں نے فقہ کے چالیس مسائل کا جواب نکال لیا ہے۔ جیسے

......چھوٹے بچے کو تصغیر کے صیغے سے بلا سکتے ہیں،

......کنیت سے کیسے پکارا جاتا ہے،

سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔

قرب سجدے سے ملتا ہے

حدیثِ پاک میں آیا ہے:

یتقرب الی عبدی بالنوافل

[میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے]

اورقرآن مجید کی ایک آیت ہے:

وَ اسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق:۱۹)

[اور سجدہ کر اور قرب حاصل کر]

چونکہ نوافل میں بھی سجدہ ہوتا ہے اس لئے حدیثِ پاک بھی بتلاتی ہے کہ قرب سجدے سے ملتا ہے۔ اورقرآن مجید کی آیت بھی بتلاتی ہے کہ قرب سجدے سے ملتا ہے، مگر ہم سجدے کرنے سے گھبراتے ہیں۔ ہمیں تو نفلوں کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ ہم تو فرضوں کے ساتھ والے نوافل بھی بڑی مشکل سے پڑھتے ہیں باقی نفل کیا پڑھیں گے۔ جب نفل ہی نہیں پڑھنے تو پھر قرب کیا ملے گا۔ نہ تو قرآن مجید کی آیت غلط ہوسکتی ہے اور نہ ہی اللہ کے محبوب ﷺ کا فرمان غلط ہوسکتا ہے۔ دونوں طرف سے ثبوت مل رہا ہے کہ قرب نفلوں سے ملے گا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا ذوقِ عبادت

ایک حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تہجد کی نماز

پڑھی اور اس کے بعد جب فجر کا وقت ہوا تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ جب مسجد میں تشریف لے جانے لگے تو آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا مصلے پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے مسجد میں آ کر فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ فجر کی قرأت لمبی فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نماز پڑھانے کے بعد مسجد میں ہی تشریف فرما ہوئے۔ صحابہ کرام ارد گرد بیٹھ گئے، وہ محفل کافی دیر تک منعقد رہی حتیٰ کہ چاشت کا وقت ہو گیا...... یوں سمجھئے کہ آج کل کے مطابق دن کے نو بجے کا وقت ہو گیا...... پھر اس کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے۔ جب آپ گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اسی حالت میں مصلے پر بیٹھی ذکر کر رہی ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، جویریہ! جب میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا تو اس وقت آپ بیٹھی ذکر کر رہی تھیں، کیا آپ اس وقت سے لے کر اب تک ذکر میں ہی لگی ہوئی ہیں؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے فجر کی نماز ادا کی اور میں اس وقت سے لے کر اللہ کی یاد میں بیٹھی ہوئی ہوں...... اس سے معلوم ہوا کہ امہات المومنین کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ وہ گھنٹوں مصلے پر گزارا کرتی تھیں اور یہی عادت امت کی نیک بیبیوں کی رہی ہے۔ ان کے دلوں میں عبادت کا شوق تھا اور انہیں مصلے کے ساتھ محبت ہوتی تھی۔ یاد رکھیں کہ جو انسان یہ دیکھنا چاہے کہ میرے دل میں اللہ رب العزت کی کتنی شدید ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کو مصلے پر بیٹھ کر کتنا سکون ملتا ہے۔ اگر محبت میں شدت ہو گی تو اسے مصلے پر بیٹھ کر ایسے ہی سکون ملے گا جیسے بچے کو ماں کی گود میں بیٹھ کر سکون ملتا ہے۔

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا جواب سن کر فرمایا، میمونہ رضی اللہ عنہا! میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں اکہ اگر تم ان کو تین مرتبہ صبح و شام پڑھ لو گی تو

تمہیں اتنا اجر ملے گا کہ تم نے تہجد سے لے کر اب تک جتنی عبادت کی ہے اس سے بھی زیادہ اجر ملے گا۔ جب نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا تو بڑی خوش ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! ضرور بتا دیجئے۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضٰى نَفْسِهٖ وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

[اللہ کی پاکی (اور پاکیزگی) بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف اس کی مخلوق کے برابر، اور اس کی ذات کی رضا کے موافق اور اس کے عرش کے ہم وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کی مقدار کے برابر۔]

نبوت کی سوچ اور اس کی پرواز

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا میں کتنی گہرائی ہے ااس کا اندازہ اسکے مفہوم سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔

☆......سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ

یعنی میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتی ہوں۔

☆......عَدَدَ خَلْقِهٖ

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کی اتنی حمد بیان کرتی ہوں جتنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے......سبحان اللہ......اللہ کے محبوب ﷺ نے یہ کیسا نوبل آئیڈیا پیش فرما دیا ہے۔ واقعی اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کو یہ تعلیم نہ دیتے تو امتیوں کے دماغ کی پرواز ہی اتنی نہیں تھی کہ وہ ایسی دعائیں اپنی عقل کے بل بوتے پر مانگ سکتے۔ یہ تو محسنِ انسانیت کا امت پر احسان ہے کہ انہوں نے ایسی پیاری پیاری تعلیمات دیں کہ ہم تھوڑے وقت

میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کما سکتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کتنی ہے؟......اس وقت پوری دنیا میں بلین انسان ہوں گے، جواب تک گزر چکے ہیں وہ ٹریلین ہوں گے اور جو قیامت تک آئیں گے وہ بھی ٹریلینہوں گے۔ اتنی مخلوق تو انسانوں پر مشتمل ہے ......پھر پوری دنیا میں جانور کتنے ہوں گے...... پرندے کتنے ہوں گے......پھر سمندروں اور دریاؤں میں مچھلیاں اور دوسری آبی مخلوق کتنی ہوگی...... کیڑے مکوڑے کتنے ہوں گے......مکھیاں اور مچھر کتنے ہوں گے......اور ذرا نیچے چلے جائیں...... پوری دنیا میں جراثیم کتنے ہوں گے...... کہتے ہیں کہ اگر زمین سے ایک گرام مٹی اٹھائی جائے تو اس میں کئی ملین جراثیم موجود ہوتے ہیں...... بیکٹیریا کتنے ہوں گے......ہم جو سانس لیتے ہیں، ایک مرتبہ سانس لینے میں کئی ملین بیکٹیریا ہمارے اندر چلے جاتے ہیں اور اسی طرح باہر بھی نکلتے ہیں۔ اگر سانس کے اندر کئی ملین بیکٹیریا ہیں تو پوری دنیا میں کتنے بیکٹیریا ہوں گے......پھر ہمارے اپنے جسم کے اندر کتنے بیکٹیریا ہیں......اللہ اکبر......اگر ان سب کو ہم شمار کرنا چاہیں تو ہم تو اس کو شمار ہی نہیں کر سکتے...... پھر جن بھی اللہ کی مخلوق ہیں......فرشتے بھی اللہ کی مخلوق ہیں...... جنت میں حور و غلمان بھی اللہ کی مخلوق ہیں...... یہ تو ذی روح مخلوقات ہیں......اس کے علاوہ درخت بھی مخلوق ہے، اس کے پتے بھی مخلوق ہیں......زمین کے ذرات بھی اللہ کی مخلوق ہیں...... پانی کے قطرے بھی اللہ کی مخلوق ہیں......اگر ہم ان سب کو گننا چاہیں تو کیا ہم گن سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا،

وَمَايَعْلَمُ جُنُوْدُ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر:۳۱)

[اور اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا]

تو جب اللہ کی اتنی مخلوق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تو دیکھو کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی پیاری اور جامع دعا تعلیم فرمائی ہے......اللہ اکبر

کبیرا...... بات تو چھوٹی سی ہے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی کتنی حمد بیان ہوئی ہے۔

☆ وَ رِضٰی نَفۡسِهٖ

یعنی اے اللہ! میں تیری اتنی تعریف کرتا ہوں کہ جس تعریف سے آپ خوش ہو جائیں ...... اللہ تعالیٰ کتنی تعریف سے خوش ہوتے ہیں؟ ...... یہ تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے ۔ یہ تو ہمارے وہم وگمان سے بھی بڑی بات ہے۔

☆ وَ زِنَةَ عَرۡشِهٖ

اور اے اللہ! جتنا آپ کے عرش کا وزن ہے اس وزن کے برابر میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں ...... اب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اس کے عرش کا وزن کتنا ہے۔

☆ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ

اور اے اللہ! جتنی آپ کے کلمات ہیں، ان کلمات کے بقدر میں آپ کی تعریفیں کرتا ہوں ...... اب اللہ تعالیٰ کی صفات کتنی ہیں ...... آیئے! قرآن پاک میں دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا (الکھف:۱۰۹)

[اے محبوب ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ اگر ساری دنیا کے سمندروں کا پانی سیاہی بنا دیا جاتا اور اس سیاہی سے تیرے رب کی تعریفیں لکھنی شروع کی جاتیں تو ایک وقت آتا کہ یہ سیاہی ختم ہو جاتی مگر تیرے رب کی تعریفیں کبھی ختم نہ ہوتیں]

پھر اس سے آگے بڑھ کر بات کہی۔ فرمایا کہ اگر ساری دنیا کے درختوں کی قلمیں بنا دی جاتیں اور ساری دنیا کے سمندروں کا جتنا پانی ہے اتنے سات سمندر اور ہوتے، یہ سب پانی سیاہی بن جاتا اور یہ سب درخت قلمیں بن جاتے، پھر ان قلموں اور سیاہی سے تیرے رب کی تعریفیں لکھنی شرورع کی جاتیں تو ایک وقت آتا کہ یہ قلمیں ٹوٹ جاتیں اور

یہ سیاہی خشک ہو جاتی مگر تیرے رب کی تعریفیں کبھی ختم نہ ہوتیں۔ سبحان اللہ، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوچ کا حسن اور پرواز دیکھئے۔ واقعی یہ نبوت کی سوچ ہے جو اللہ رب العزت کی تعریف اتنے پیارے انداز میں بیان کرتی ہے۔

اب دیکھئے کہ یہ ایک چھوٹی سی دعا ہے جسے ہر بچہ یاد کر سکتا ہے، ہر عورت یاد کر سکتی ہے، جوان بھی اور بوڑھی بھی، حتیٰ کہ نوے سال کی عمر کو پہنچ چکی ہو تو وہ بھی یاد کر سکتی ہے۔ اگر ہمیں علم ہو تو پھر ہم اسے صبح و شام پڑھ کر اجر کما سکتے ہیں۔ مگر آج کتنے لوگ ہیں جو اس دعا کو روزانہ پڑھتے ہیں۔ یہ سوال اپنے آپ سے پوچھ کر دیکھئے۔ جواب ملے گا کہ اکثریت اس دعا کو پڑھنے میں غفلت کر جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ ہم اپنے فارغ اوقات کو صرف نیکی میں ہی نہ لگائیں بلکہ نیکیاں بھی وہ کریں جنکی وجہ سے ہم تھوڑے وقت میں زیادہ اجر کما سکیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل ہو سکے۔ آج کتنے لوگ ہیں جو دل میں یہ تمنا رکھتے ہوں کہ ہم تہجد کے وقت اپنے پروردگار کے دربار میں حاضری لگوائیں۔ یاد رکھئے کہ تہجد کے وقت میں اللہ تعالیٰ اپنے چاہنے والوں کی حاضری لگواتے ہیں۔ فرشتے تہجد میں اٹھنے والے لوگوں کے نام لکھتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ رات کے آخری پہر میں اللہ کے چاہنے والوں کے ناموں کی فہرست بنتی ہے اور اللہ رب العزت کے حضور پیش کی جاتی ہے۔ ہمارے دل میں یہ تمنا ہونی چاہیے کہ کاش میرا نام بھی اللہ رب العزت کے چاہنے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائے۔

اب تجھے نیند کہاں آئے ......!!!

ذکر کی لائن میں لگ کر اور بالخصوص اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر عبادت کا ذوق اتنا بڑھ جاتا ہے کہ نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ ہم لوگ اپنے شیخ کی صحبت میں کبھی تین دن کے لئے اور کبھی پانچ دن کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اس وقت خانقاہ میں اتنا فیض ہوتا تھا کہ ہمیں نیند ہی نہیں آتی تھی۔ یہ ایک دو دفعہ کی بات نہیں بلکہ ہم نے اسے بیسیوں دفعہ

آزمایا، نہ دن میں نیند آتی نہ رات کو حتیٰ کہ چوتھے پانچویں دن بدن تھک جاتا تھا مگر ذکر کی وجہ سے روح کے تو مزے ہوتے تھے۔ جب جسم تھک جاتا تو ہم عشاء کی نماز کے بعد دو نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! آج مجھے سکون کی نیند عطا فرما دے، مگر نیند پھر بھی نہیں آتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت! پتہ نہیں کیا معاملہ ہے کہ جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، دن اور رات میں کسی وقت بھی نیند نہیں آتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر فرمانے لگے، ''ہاں، مجھے میرے شیخ نے جگایا تھا اور تجھے میں نے جگایا ہے، اب تجھے نیند کہاں آئے۔''

؎ موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام
نیند بھر کے وہی سویا جو کہ جاگا ہو گا

جو دنیا میں جاگے گا وہ قبر میں میٹھی نیند سوئے گا۔ اسلئے ہمیں اپنے اندر عبادات کرنے کا شوق پیدا کرنا چاہیے۔ علماء اور طلباء بالخصوص اس طرف متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (الحجر:۹۹)
[اپنے رب کی عبادت کرو حتیٰ کہ تمہیں موت آجائے]

رمی جمار کا مسئلہ اور شیطان سے نجات

جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر نزع کی کیفیت طاری تھی اس وقت انہوں نے ایک شاگرد سے مسئلہ پوچھا کہ رمی جمار راکباً (سوار ہو کر) افضل ہے یا ماشیاً (پیدل) افضل ہے؟...... اس نے کہا، راکباً فرمایا، لا۔ اس نے کہا، ماشیاً۔ آپ نے فرمایا، لا۔ پھر بتایا کہ راکباً کب افضل ہے اور ماشیاً کب افضل ہے۔ ابھی یہی مسئلہ بتا رہے تھے کہ اسی دوران ان کی وفات ہو گئی۔

علماء نے لکھا ہے کہ آخر انہوں نے یہ مسئلہ خود کیوں چھیڑا؟ انہوں نے اس کا جواب بھی لکھا ہے کہ موت کے آخری لمحات میں بندے کے پاس شیطان آتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت شیطان آیا ہو اور امام صاحب نے جیسے ہی شیطان کو دیکھا انہوں نے اسی وقت رمی ء جمار کا مسئلہ چھیڑ دیا ہو اور اسی رمی ء جمار کے مسئلہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان سے نجات عطا فرما دی۔

فتویٰ پڑھتے پڑھتے اللہ کو پیارے ہو گئے......!!!

دارالعلوم دیو بند کے ایک مفتی کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ایک فتویٰ ان کے سینے پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے فتویٰ پڑھنا شروع کیا اور پڑھتے پڑھتے وہ فتویٰ ہاتھ سے گر گیا اور اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ہمارے مشائخ نے اپنے اوقات کو اس طرح غنیمت سمجھا اور عبادات میں اپنا وقت گزارا۔

رابعہ بصریہ کا قابلِ رشک معمول

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس ایک آدمی دعاؤں کے لئے حاضر ہوا۔ وہ اس وقت ظہر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ اس نے سوچا کہ اچھا میں بعد میں آؤں گا۔ جب وہ بعد میں آیا تو وہ نفلیں پڑھ رہی تھیں، پھر آیا تو عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں، عصر کے بعد آیا تو وہ ذکر اذکار میں مشغول تھیں، پھر آیا تو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں، پھر آیا تو وہ اوابین پڑھ رہی تھیں، پھر آیا تو وہ عشاء پڑھ رہی تھیں، جب عشاء کے بعد آیا تو دیکھا کہ لمبی رکعت کی نیت باندھی ہوئی تھی، سلام ہی نہیں پھیر رہی تھیں۔ وہ بیٹھا رہا، بیٹھا رہا، جب بہت تھک گیا تو کہنے لگا، اچھا سو جاتا ہوں اور فجر کے بعد مل لوں گا۔ پھر فجر کے وقت آیا تو وہ فجر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ اس کے بعد وہ اشراق پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے لیٹیں تو وہ آدمی پھر

آیا۔ کسی نے بتایا کہ انہوں نے ابھی اشراق کے نفل پڑھے ہیں اور ابھی لیٹی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں بس تھوڑی دیر ہی بیٹھا تھا کہ وہ گھبرا کر اٹھیں اور آنکھیں مل کر کہنے لگیں:

اللھم انی اعوذبک من عین لا تشبع من النوم

[اے اللہ! میں ایسی آنکھوں سے تیری پناہ مانگتی ہوں جو نیند سے سیر نہیں ہوتیں]

یہ کہہ کر اٹھ بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے سو جاتے تھے اور باقی پورا وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ یہ بات پہلے سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ لیکن ذکر کی لائن میں لگنے کے بعد بالآخر سمجھ میں آ گئی کہ ہمارے مشائخ کو ساری ساری زندگی عبادات کی توفیق کیسے مل جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیند کے وقت میں برکت دے دیتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کی نیند ان کے جسم کو سکون دے دیتی ہے۔ ان کے نزدیک سونا برائے سونا تو ہوتا نہیں۔ نیند کا مقصد تو جسم کو راحت دینا ہوتا ہے کہ جسم تازہ دم ہو جائے اور پھر کام میں لگ جائے۔ اسی لئے حضرت مرشدِ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے، ''اب میرے لئے دن اور رات کا فرق ختم ہو گیا ہے۔''

محنت کی چکی

یاد رکھیں کہ عبادات کے شوق میں مجاہدے سے نہیں گھبرانا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ یہ جسم دنیا کے لئے تو ہزاروں مرتبہ تھکا، شکر ہے کہ یہ آج اللہ رب العزت کے لئے بھی تھکا ہے۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا:

''خدا طلبی بلا طلبی؟''

یعنی اللہ کو طلب کرنا اور پھر دل میں طلب بھی نہ ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ

''خدا طلبی بَلا طلبی'' ہے

یعنی اللہ کو طلب کرنا بلاؤں کو دعوت دینا ہے۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ مجاہدہ

کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ دل کی بات کہوں کہ اس دنیا میں انسان کو چکی پیسنی پڑتی ہے یا تو وہ دین کے لئے پیس لے یا پھر اللہ دنیا کے لئے پسوائیں گے۔ پیسے بغیر گزارہ نہیں ہوگا۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِ نْسَانَ فِیْ کَبَدْ (البلد:۴)

[بے شک ہم نے انسان کو چکی پیسنے کے لئے پیدا کیا ہے]

یہ چکی انبیائے کرام نے بھی پیسی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیسی اور پھر اولیائے امت کو یہ چکی پیسنی پڑی۔ یاد رکھنا کہ اگر کوئی دین سے ہٹے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دفتر میں لگا دیں گے اور وہاں وہ گدھے کی طرح کام کر رہا ہوگا۔ دفتر والے بھی ماشاءاللہ اوور ٹائم میں کام کروا رہے ہوں گے اور پھر بھی خوش نہیں ہوں گے۔ سولی پر جان لٹکی ہوئی ہوگی کہ آج تو باس ناراض ہے۔ جی ہاں، جسے خدا کو راضی کرنے کی فکر نہیں ہوتی اسے اللہ تعالیٰ باس کو راضی کرنے کی فکر ڈال دیتے ہیں۔ جب چکی ہر ایک کو پیسنی ہے تو بہتر ہے کہ دین کی چکی پیسی جائے تاکہ صحیح معنوں میں انسانیت کی معراج نصیب ہوسکے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

حضرت شبلیؒ کے عظیم مجاہدے کی داستان

ولید بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی حکومت دنیا کے بیشتر ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہر ہر علاقے کے گورنر مقرر کئے ہوئے تھے۔ اس دوران آمدورفت کا سلسلہ اتنا تیز نہیں تھا۔ مختلف جگہوں سے چھ چھ مہینوں کے بعد اطلاعات آتی تھیں۔ کہیں سے اطلاع ملتی کہ یہاں کے گورنر کا انتظام بہت اچھا ہے اور کہیں سے اطلاع ملتی کہ گورنر صاحب نے لوگوں کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ولید بہت پریشان ہوا کہ اتنا پھیلا ہوا کام ہے، میں کیا کروں۔ ان کا وزیر باتدبیر تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ بادشاہ

سلامت ! آپ سب گورنروں کو ایک دفعہ بلالیں اور ان میں سے جو اچھا کام کرنے والے ہیں ان کو انعام دے دیں اور دوسرے بھی سمجھ دار ہیں، وہ یہ سب کچھ دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ ہمیں بھی اپنے آپ کو انعام کا مستحق بنانا چاہیے۔ بادشاہ کو یہ مشورہ پسند آیا اور اس نے سب گورنروں کو اطلاعات روانہ کر دیں کہ تمام گورنر فلاں تاریخ کو میرے دربار میں پہنچ جائیں۔ بادشاہ کے محل کے ساتھ بہت بڑا گراؤنڈ تھا۔ اس نے کہا کہ جو مہمان آئیں وہ آ کر یہاں ٹھہرنا شروع کر دیں۔ اس زمانے میں بادشاہ کے مسافر خانے نہیں ہوتے تھے جہاں آ کر لوگ ٹھہر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر کرنا مشکل ہوتا تھا ...... اب جس بندے نے ایک ہزار کلو میٹر سے چلنا ہے، راستے میں دیہات ہیں، ویرانے ہیں، جنگل ہیں، دریا ہیں تو اسے ایک ہزار کلو میٹر کا سفر طے کرنے میں ایک مہینہ درکار ہوتا ہے۔ ایک مہینہ آنے میں لگے گا اور ایک مہینہ جانے میں لگے گا۔ دو مہینے کا یہی سفر بن گیا اور وہاں ٹھہرنا بھی ہوتا ہے۔ اس طرح ایک ہزار کلو میٹر کا سفر طے کرنے میں تین مہینے لگ جاتے تھے...... جب وہ چلتے تو اپنی فیملی کو بھی ساتھ لے کر چلتے تھے۔ جب بیوی بچے بھی ساتھ ہوتے تھے تو صاف ظاہر ہے کہ خدمت کے لئے بھی لوگ درکار ہوتے تھے۔ پھر ان کا تین مہینے کا راشن بھی ساتھ لے کر چلتے تھے...... آج کل تو اگر گاڑی میں ڈیزل ڈلوانا پڑے تو بچے کوئی ایسی جگہ دیکھتے ہیں جہاں سے آئس کریم بھی دستیاب ہو سکے ...... جب اتنے بندے ہوتے تھے تو ان کی سیکورٹی کے لئے بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ اس کی ترتیب یہ ہوتی تھی کہ کچھ لوگ جنگل میں اونٹوں سے بھی آگے پیدل چل رہے ہوتے تھے تا کہ اگر کوئی دشمن یا جانور راستے میں چھپا ہوا ہو تو اس کا دفاع کر سکیں۔ ان کے پیچھے وہ جانور ہوتے تھے جن پر مال لدا ہوا ہوتا تھا۔ پھر اس کے بعد مہمان خصوصی اور اس کی بیگمات اور بچے ہوتے تھے۔ ان کے پیچھے پھر مال والے جانور ہوتے تھے، پھر ان کے پیچھے پیدل چلنے والے لوگ ہوتے تھے۔ اس طرح سوسو اونٹوں کا قافلہ بن جاتا

تھا، اب جہاں سواونٹوں نے آ کر مہمان بننا ہوتا تھا تو وہاں وہ کمرے تو نہیں بنا سکتے تھے، اوپن فیلڈ میں ہی ایسا ممکن تھا...... چنانچہ انہوں نے کہا کہ جو بھی مہمان آتا جائے وہ اس گراؤنڈ میں اپنے خیمے لگاتا جائے۔

مختلف علاقوں کے گورنر صاحبان پہنچنا شروع ہو گئے۔ ہر علاقے کی لباس پہننے کی عادات مختلف ہوتی ہیں۔ کہیں کوئی رنگ کہیں کوئی رنگ۔ لہٰذا جب وہ مقررہ دن آیا تو پورے علاقے میں خیمے بھی مختلف رنگوں کے لگے ہوئے تھے اور لباس بھی مختلف رنگوں اور ڈیزائنوں کے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے گلشن سجا ہوا ہو۔

جب سب لوگ آ گئے تو بادشاہ نے سب گورنروں کو اپنے دربار میں بلایا۔ جو اچھا کام کرنے والے تھے ان کو انعام دیا اور جو ڈھیلے تھے ان کی آٹو میٹک تنبیہ بھی ہو گئی کہ انہیں بھی اچھا کام کرنا چاہیے۔ جب محفل برخاست ہو گئی تو بادشاہ نے ہر گورنر کو ایک ایک خلعت (پوشاک) ہدیہ کی۔ جس آدمی کو بادشاہ وہ پوشاک دے دیتا تھا تو اس کو بادشاہ کے دربار میں آنے جانے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ گویا وہ اس وقت کا گرین کارڈ تھا، اسے کوئی دربان روک نہیں سکتا تھا۔ وہ جب چاہتا خلعت پہن کر بادشاہ کے ساتھ پرسنل میٹنگ کر لیتا تھا۔ وہ اس وقت کی بہت بڑی نعمت ہوتی تھی۔

بادشاہ نے پوشاکیں دے کر کہا کہ کل میں آپ کی اس خلعت دینے کی خوشی میں دعوت کروں گا۔ چنانچہ سب گورنر وہ خلعت پہن کر دعوت کے لئے آئے۔ دعوت کھانے کے بعد پھر محفل لگی۔ بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا اور حالاتِ حاضرہ پر تبادلہ خیالات ہونے لگا۔ اس محفل کے دوران ایک گورنر کو چھینک آنا چاہی...... اب نہ تو وہ سائنس کا زمانہ تھا اور نہ ہی ان کو امریکن چھینک آتی تھی۔ امریکی لوگ چھینکنے میں بڑے ماہر ہیں، بے شک آپ غور کر کے دیکھ لیں۔ ان کو محفل میں چھینک آتی ہے مگر پتہ ہی نہیں چلنے دیتے۔ ہمیں آج تک اس کی سمجھ نہیں آئی۔ یہ ایسی چیز ہے جو میں **Learn** کرنا چاہتا ہوں مگر میں

ابھی تک اس کو Learn نہیں کر سکا۔ میں مانتا ہوں کہ واقعی وہ اس میں کمال رکھتے ہیں ......وہ گورنر صاحب جتنا چھینک کو روکتے کہ نہ آئے اتنا چھینک اور آتی وہ بے چارہ اپنے اندر ہی اندر چھینک کے ساتھ Fight کر رہا تھا۔ بالآخر اس کو دو تین مرتبہ یک دم چھینکیں آئیں ...... چھینک ہے تو ایک قدرتی سی چیز مگر بندے کو اس سے سبکی سی ہو جاتی ہے اور ہر بندہ اس کی طرف دیکھنے لگتا ہے ......اب جب اس کو چھینکیں آئیں تو اس نے اپنا سر نیچے کر لیا۔ اب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا اور پھر بادشاہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اللہ کی شان کہ جب چھینک آتی ہے تو کئی مرتبہ ناک میں سے پانی بھی آ جاتا ہے۔ اس کی ناک میں سے بھی پانی نکل آیا۔ نہ تو اس کے پاس ہماری طرح کا رومال تھا اور نہ کوئی اور انتظام، جس سے ناک کا پانی صاف کرتا، وہ بڑا پریشان ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سوچا کہ اب تو سب بندوں نے توجہ ہٹا لی ہوگی اس وقت اس نے پوشاک کے اوپر والے کپڑے کے ساتھ اپنی ناک صاف کر لی، جب اس نے اس خلعت کے ساتھ اپنی ناک صاف کی تو عین اسی لمحے بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ لیا۔ بادشاہ کو بڑا غصہ آیا اور وہ کہنے لگا کہ میری دی ہوئی پوشاک کی اتنی ناقدری کہ اس کے ساتھ تو نے اپنی ناک صاف کی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس سے پوشاک چھین لو اور بھرے دربار سے اس کو دھکا دے دو۔ کارندوں نے اس سے پوشاک چھین لی اور دربار سے باہر نکال دیا۔ اس کے بعد بادشاہ بھی Serious (سنجیدہ) ہو گیا اور باقی لوگ بھی خاموش ہو گئے۔ وزیر باتدبیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت! محفل برخاست کر دیں۔ چنانچہ بادشاہ نے محفل برخاست کرنے کا اعلان کر دیا۔ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ اب دربار میں بادشاہ اور اس کا وزیر رہ گئے۔

بادشاہ غصے کی وجہ سے خاموش تھا اور وزیر یہ سوچ رہا تھا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ جس کی وجہ سے بادشاہ کا غصہ بڑھنے کی بجائے کم ہو جائے۔ ابھی وزیر باتدبیر کوئی

بات کرنا ہی چاہتا تھا کہ اتنے میں باہر سے دربان نے آ کر کہا، بادشاہ سلامت! نہاوند کے علاقے کا گورنر شرفِ باریابی چاہتا ہے۔ بادشاہ نے کہا، پیش کرو۔ چنانچہ نہاوند کے علاقے کا گورنر بھی آ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا، کیسے آئے؟ کہنے لگا، بادشاہ سلامت! میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا چھینک بندے کے اختیار میں ہے یا اختیار میں نہیں ہے۔ اس نے کہا، تم مجھ سے ایسا Silly (بے وقوفی والا) سوال کرتے ہو۔ اس نے کہا، بادشاہ سلامت! میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس گورنر صاحب نے جو آپ کی دی ہوئی پوشاک سے اپنی ناک صاف کی، کیا یہ ضروری تھا کہ اس کو بھری محفل میں رسوا کیا جاتا یا اس کو علیحدگی میں بھی تنبیہ کر کے اس سے خلعت لی جا سکتی تھی؟ کیا اس کی Public insult ضروری تھی؟ یہ سن کر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا، خبردار! تمہارے اس سوال سے محاسبے کی بو آتی ہے، اگر تم نے مزید زبان کھولی تو میں تمہارا بھی وہی حشر کروں گا۔ اس نے کہا، بادشاہ سلامت! آپ کو حشر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے خود ہی بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ کہنے لگا، تمہیں کون سی بات سمجھ میں آ گئی ہے؟ گورنر کہنے لگا کہ آپ نے بھرے دربار میں اسے رسوا بھی کیا اور دھکے دلوا کر باہر بھی نکلوا دیا، مجھے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے انسانیت کی پوشاک پہنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے، اگر میں اس انسانیت کی پوشاک کی Respect (قدر) نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بھرے مجمع میں مجھے ذلیل کر کے باہر نکلوا دیں گے۔ بادشاہ سلامت! میں پہلے اس پوشاک کی قدر کر لوں، مجھے آپ کی دی ہوئی پوشاک کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے وہ پوشاک اتاری اور بادشاہ سلامت کی طرف پھینک ماری اور یہ کہہ کر نکل گیا کہ اپنی گورنری اپنے پاس ہی رکھو، میں جا رہا ہوں۔ اس طرح اسی وقت اس کے ہاتھ سے گورنری کا عہدہ نکل گیا۔ باہر نکل کر اس نے ساتھ آنے والے لوگوں سے کہا کہ وہ اس کے گھر والوں کو گھر پہنچا دیں اور ادھر گھر والوں کو بھی پیغام پہنچا دیا کہ

میں اب اس مقصدِ زندگی کو سمجھنے کے لئے جا رہا ہوں جس کو میں اب تک بھولا ہوا تھا۔

اس زمانے میں حضرت سراج رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور بزرگ تھے۔ اس نے سوچا کہ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ سیدھا ان کے پاس چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت سے کہنے لگا، حضرت! میں انسان بننا چاہتا ہوں اس لئے مجھے آپ انسانیت سکھا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، ہمارے پاس رہو، تمہیں اپنا گوہرِ مقصود مل جائے گا۔ چونکہ وہ گورنر رہا تھا اور ابھی تک اصلاحِ نفس نہیں ہوئی تھی اس لئے اس کے کاموں میں اور باتوں میں تیزی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ذرا ذرا سی بات پر تیزی دیکھ کر سوچا کہ اس بندے کو سنبھالنا آسان کام نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے چند دنوں کے بعد فرمایا، بھئی! یہ خلعت تمہیں بغداد سے ملے گی۔ وہاں پر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک بزرگ ہیں تم انکے پاس چلے جاؤ۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ اس بندے نے سفر کیا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، جی آپ کے پاس ایک نعمت ہے، میں اس کو لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں، اگر آپ چاہیں تو میں اس نعمت کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم آپ سے قیمت لیں تو آپ دے نہیں سکتے یعنی اگر محنت کروائیں تو تم محنت نہیں کر سکتے اور اگر بغیر قیمت کے تمہیں دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی۔ اس نے عرض کیا، حضرت! پھر کیا صورت بنے گی؟ حضرت نے فرمایا کہ یہیں رہو، دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیا صورت پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہیں رہنا شروع کر دیا۔

کچھ عرصہ رہنے کے بعد ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا، حضرت! میں نہاوند کے علاقے کا گورنر تھا۔ حضرت نے فرمایا، اچھا۔ اب وہ سمجھ گئے کہ اس گورنر کے دماغ میں سے ''میں''

نکالنی پڑے گی کیونکہ یہ گورنر بھی چھوٹے سے خدا بنے ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ بغداد کے بازار میں جا کر گندھک کی دکان بنا لو...... اب کہاں گورنر اور کہاں گندھک کی دکان۔ گندھک کی دکان میں سے عجیب طرح کی Smell (بو) آتی ہے اور اسے خریدنے والے لوگ بھی اتنے پڑھے لکھے نہیں ہوتے۔ ان کی Deelings بھی بہت ہی Rough قسم کی ہوتی ہیں۔ یہ ایسے ہی تھا جیسے کسی ملک کے صدر سے کہا جائے کہ تم کریانہ کی دکان بنا لو...... اس زمانے میں گندھک کا استعمال زیادہ تھا۔ حتیٰ کہ کپڑے دھونے میں بھی استعمال ہوتی تھی۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے گندھک کی دکان کے بارے میں کہا تو اسے بہت ہی عجیب لگا۔ لیکن چونکہ شیخ نے فرمایا تھا اس لئے کہنے لگے کہ حضرت! ٹھیک ہے میں گندھک کی دکان کھولتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک سال تک گندھک کی دکان چلائی۔ وہ بے چارے گنتے رہے کہ کب دن پورے ہوتے ہیں۔

جب ایک سال پورا ہوا تو کہنے لگے، حضرت! آپ نے فرمایا تھا کہ ایک سال گندھک کی دکان چلاؤ، وہ ایک سال پورا ہو گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا، اچھا، تم دن گنتے رہے ہو، چلو ایک سال اور یہی دکان چلاؤ۔ چنانچہ جب اس دفعہ گئے تو دن گننے چھوڑ دیئے۔

دوسرا سال گزرنے کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا، بھئی اب تو ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے، لگتا ہے تم نے دن گننا بھی چھوڑ دیئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے واپس آ کر عرض کیا، حضرت! اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ حضرت نے انہیں ایک پیالہ پکڑایا اور فرمایا کہ بغداد کے شہر میں جا کر بھیک مانگو اور جو کچھ تمہیں ملے وہ خانقاہ کے فقیروں کو لا کر کھلا دینا، تم نے خود نہیں کھانا۔ خود روزے رکھو اور بھیک مانگو۔ ...... اللہ اکبر ...... اب ایک علاقے کا گورنر بھیک مانگنے کے لئے کیسے تیار ہوا ہوگا ...... وہ

شکل وصورت سے تو بڑے پڑھے لکھے اور صحت مند لگتے تھے۔ لہٰذا سوچ میں پڑ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر تمہارے دل میں اس نعمت کی طلب ہے تو جو کام کہہ دیا ہے کرو ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔

انہوں نے پیالہ ہاتھ میں پکڑا اور بازار جا کر صدا لگائی کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔ اب جس سے بھی وہ بھیک دینے کی درخواست کرتے، اسے وہ اچھے خاصے صحت مند لگتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتا کہ "شرم نہیں آتی، اچھے بھلے ہوتے ہیں اور مانگنے آجاتے ہیں، کام چور کہیں کے، چلو میاں یہاں سے چلے جاؤ"۔ جب ایک ڈانٹ پلاتا تو دوسرے کے پاس چلے جاتے۔ وہ بھی ڈانٹ پلا دیتا...... شیخ کا اصل مقصد بھی یہی تھا کہ جب یہ مخلوق کی ڈانٹ ڈپٹ سنیں گے تو ان کو اپنی اوقات کا پتہ چلے گا کہ میں کیا ہوں...... وہ جس سے بھی بھیک مانگتے تھے وہی آگے سے کھری کھری سناتا جس کی وجہ سے ان کی خوب رسوائی ہوتی تھی۔ اسی طرح انہیں روزانہ دھتکارا جاتا اور کوئی بھی ان کو کچھ نہ دیتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد لوگوں کو بھی پہچان ہوگئی کہ یہ پھرتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ دور سے دیکھتے ہی اسے کوسنا شروع کر دیتے۔ اب ان کے لئے ان لوگوں کے سامنے جانا بھی مشکل ہوگیا تھا۔

ایک سال بھیک مانگنے کی وجہ سے ان کا "من" اتنا صاف ہوگیا کہ انہیں مخلوق کے تعلق سے نجات مل گئی...... اگر شیخ کسی کو تنہائی اختیار کرنے کو کہیں یا کسی کو کہیں کہ تم فلاں شخص سے نہ ملو تو اس سے ان کی نظر میں اصل مقصود انقطاع عن المخلوق ہوتا ہے۔ اور یہ قرآنی فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً (المزمل:۸)

[اور ذکر کر اپنے رب کے نام کا سب سے ہٹ کٹ کر]

ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب! آپ کا نام

کیا ہے؟ عرض کیا، ابوبکر شبلی۔ فرمایا، اچھا، اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی۔ چونکہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا دل پہلے ہی صاف ہو چکا تھا اس لئے اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں۔ چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہو گیا۔

بالآخر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن بلایا اور فرمایا کہ شبلی! آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں، آپ نے کسی سے زیادتی کی ہوگی اور کسی کا حق دبایا ہوگا، لہٰذا آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ آپ نے کس کس کا حق پامال کیا ہے، آپ نے فہرست بنانا شروع کر دی۔ ساتھ حضرت کی توجہات بھی تھیں، چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہو گئی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو۔ لہٰذا جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ۔ چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی۔ بعض نے تو جلدی معاف کر دیا، بعض نے کہا تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا لہٰذا ہم اس وقت تک معافی نہیں دیں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں نہ کھڑے رہو۔ بعض نے کہا کہ ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو۔ آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے اور ان سے حق بخشواتے رہے حتیٰ کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے۔

اب آپ کو خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا۔ مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ''میں'' نکل گئی تھی۔ باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے۔ پس رحمتِ الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا۔ بس پھر کیا تھا

......آنکھ کا دیکھنا بدل گیا،

......پاؤں کا چلنا بدل گیا،

......دل و دماغ کی سوچ بدل گئی،

......غفلت کے تار پود بکھر گئے،

......معرفتِ الٰہی سے سینہ پر نور ہو کر خزینہ بن گیا اور

......آپ عارف باللہ بن گئے۔

واقعی جو بندہ اللہ رب العزت کے لئے مشقتیں برداشت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ایسی رہنمائی فرماتے ہیں کہ وہ اپنے گوہرِ مقصود کو پا لیتا ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں،

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت :٦٩)

[اور جو بندے ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو نئی نئی راہیں سجھاتے رہتے ہیں]

ویسے بھی اللہ تعالیٰ کا قرآنی فیصلہ ہے کہ

لَيْسَ لِلْاِ نْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم:٣٩)

[انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔]

اس عظیم مجاہدے کی وجہ سے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ رب العزت کی طرف سے انعامات کی خوب بارش ہوئی۔ ان کے دل میں اللہ رب العزت کی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ جو شخص بھی آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا تھا آپ اس کے منہ میں شیرینی ڈال دیتے تھے۔ ایک شخص نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جو شخص میرے محبوب کا نام لے میں اس کے منہ کو شیرینی سے نہ بھر دوں تو اور کیا کروں ......جی ہاں، جن لوگوں نے

اپنے نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر کندن بنایا ہوتا ہے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔

مجاہدہ کسے کہتے ہیں؟

یاد رکھیں کہ دنیا دار المجاہدہ ہے اور آخرت دار المشاہدہ ہے ...... مجاہدہ کسے کہتے ہیں؟...... اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لئے اپنے نفس کی مخالفت کرنے، اپنی چاہتوں کو چھوڑنے اور اپنی خواہشات کو قربان کرنے کے لئے بندے کو جو تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اسے مجاہدہ کہتے ہیں۔ اسی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا،

المجاهد من جاهد نفسه فی اطاعة الله

[مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے مجاہدہ کرتا ہے]

نفس کو پالنے والے

نفس کو لگام دینا ایک مستقل کام ہے۔ آج کل تو اکثر لوگ نفس کو لگام دینے کی بجائے نفس کو اس طرح پالتے ہیں جیسے لوگ گھوڑے کو پالتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ لوگوں سے اپنی تعریف کروانے سے، اپنی تعریف پر خوش ہونے سے، ان کے سامنے اپنے خواب بیان کرنے سے، اپنے درجات اور کیفیات بتانے سے، من پسند کھانا کھانے سے اور دل میں پیدا ہونے والی ہر چاہت کو پورا کرنے سے نفس موٹا ہوتا ہے۔ جب یہ نفس اڑیل ٹٹو بن جاتا ہے تو پھر بندہ کہتا ہے کہ اب میرا شریعت پر عمل کرنے کو دل نہیں کرتا۔ اصل میں نفس شریعت پر عمل کرنے لئے آمادہ نہیں ہو رہا ہوتا۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے، اے دوست! تو نفس کو پالنے میں مشغول ہے اور نفس تجھے جہنم میں دھکیلنے میں مشغول ہے۔ تو اسے پالے گا اور یہ تجھے کندھے پر اٹھا کر جہنم میں دھکا دے

دے گا۔

اتباعِ سنت سے نفس مغلوب ہوتا ہے

اس نفس کو کس طریقے سے قابو کیا جائے؟......

اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر کام سنت سے مطابق کیا جائے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ من گھڑت یعنی اپنے بنائے ہوئے نفلی مجاہدے کرنا نفس کے لئے آسان ہوتا ہے لیکن ہر کام سنت کے مطابق کرنا اس پر بڑا بھاری ہوتا ہے۔ ۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ ایک آدمی اس عاجز کو ملنے آیا۔ وہ سولہ سال سے مسلسل روزے رکھ رہا تھا۔ میرے دوست بڑے حیران ہوئے کہ یہ سولہ سال سے مسلسل روزے رکھ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے کیسے مشکل کام نہیں ہے، سردی، گرمی، صحت، بیماری، سفر، حضر میں ہر وقت روزے سے رہنا بہت مشکل ہے۔ میں نے کہا، اچھا، اس سے پوچھ لیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بندے سے پوچھا کہ کیا آپ کو روزہ رکھنے میں کوئی دقت پیش آتی ہے؟ وہ کہنے لگا، نہیں۔ پھر وہ مجھے کہنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اس کی عادت بن گئی ہے۔ کچھ لوگ دن میں تین دفعہ کھانا کھاتے ہیں اور کچھ لوگ صبح و شام دو دفعہ کھاتے ہیں۔ اسی طرح آپ یوں سمجھیں کہ یہ بھی دن میں دو دفعہ کھاتے ہیں، ایک دفعہ سحری کے وقت اور ایک دفع افطاری کے وقت۔ لہٰذا ان کی یہ عادت بن گئی ہے۔ میں نے کہا کہ ان سے کہیں کہ جی آپ صوم، داؤدی رکھیں۔ یعنی ایک دن روزہ رکھیں اور دوسرے دن ناغہ کریں۔ چنانچہ انہون نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ صومِ داؤدی رکھ سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا، نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے پوچھا، وہ کیوں؟ وہ کہنے لگے، اس لئے کہ یہ تو میری عادت بن گئی ہے اور دن کے وقت اب میرا کچھ کھانے کو دل ہی نہیں کرتا، اگر میں ایک دن کھاؤں اور ایک دن روزہ رکھوں تو اس میں میرے نفس پر زیادہ بوجھ ہو گا، جو کہ

میرے لئے بہت مشکل ہے۔ میں نے کہا، دیکھو کہ یہ جو اپنی مرضی سے مجاہدہ کر رہا ہے وہ کام آسان ہے لیکن حدیث میں جو طریقہ آیا ہے اس کے مطابق کام کرنا اس کے لئے بہت مشکل ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ڈھونڈ ڈھونڈ کر سنتوں پر عمل کریں۔ کھانے کی، پینے کی، سونے کی، جاگنے کی اور لباس پہننے کی سنتیں اپنائیں۔ ہم نے ''باادب بانصیب'' کتاب میں احادیث کے ذخیرے میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان سنتوں کو درج کیا ہے۔ اس لئے جو بندہ چاہے کہ میری زندگی بالکل سنت کے مطابق بن جائے وہ ''با ادب با نصیب'' کتاب کو پڑھنا شروع کر دے اور اپنی ہر عادت کو اس کے مطابق ڈھالتا چلا جائے۔ اس طرح اس کی زندگی بالکل سنت کا نمونہ بن جائے گی۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اسے سنت پر عمل کرنا بے ساختگی کے ساتھ نصیب ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس کا ہر کام خود بخود سنت کے مطابق ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نو سال تک رہا۔ ایک دن وہ کہنے لگا، حضرت! مجھے اجازت دیں میں کسی اور شیخ کے پاس جاتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا، خیریت تو ہے؟ وہ کہنے لگا، حضرت میں نو سال تک آپ کی خدمت میں رہا اور میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت نے فرمایا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان نو سالوں میں مجھے کوئی کام خلافِ سنت کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں۔ فرمانے لگے، اس سے بڑی اور کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ نو سال میں ایک کام بھی نبی علیہ السلام کی سنت کے خلاف نہیں کیا۔ گویا یہ سب کرامتوں سے بڑی کرامت ہے۔

سنت کی محبوبیت

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کی کرامتیں ہم

سے چھین لیں اور اتباع سنت ہمیں دے دیں تو خوش نصیبی کے سوا کچھ نہیں ہے اور اگر ساری دنیا کی کرامتیں دے دیں اور اتباع سنت چھیں لیں تو ساری دنیا کی بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی لئے ہماری اکابرین کو اللہ تعالیٰ نے سنت والی زندگی دی۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، بول چال، رفتار گفتار، اور سب طور طریقے سنت کے مطابق تھے۔ نبی علیہ السلام ہر ایک کے لئے سراپا رحمت تھے اور ہمارے اکابرین بھی سراپا رحمت تھے۔ نبی علیہ السلام کا دل دوسروں کی تکلیف پر دکھتا تھا اور ان اللہ والوں کا دل بھی دکھتا ہے۔ نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے اور ان اللہ والوں کے دل بھی ہر وقت اللہ رب العزت سے واصل رہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے دین کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا اللہ والے بھی دین کے لئے ہر وقت اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہوتے ہیں۔

تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیو بند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے۔ آپ نے بیان فرمایا۔ بیان کے بعد دعا ہوگئی اور ساتھ ہی نماز کے لئے اذان ہوگئی۔ حضرت با وضو تھے، آپ اسٹیج سے اٹھے تا کہ نماز کے لئے مسجد میں جائیں۔ آگے سلام کرنے والوں کا اتنا مجمع تھا کہ انہوں نے آپ کو گھیر لیا...... اب مجمع میں بندہ بعض اوقات ایسا گھر جاتا ہے کہ اسی کو پتہ ہوتا ہے، دوسرے کو پتہ نہیں ہوتا۔ بندہ سوچتا ہے کہ اب میں کروں تو کیا کروں...... اب حضرت چاہتے تھے کہ لوگ ہٹیں اور میں مسجد میں پہنچوں۔ حتیٰ کہ جب مجمع کو ہٹاتے ہوئے بڑی مشکل سے مسجد میں پہنچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور امام نے ایک رکعت پڑھا لی تھی۔ حضرت نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑی حسرت کے ساتھ کہا،

''آج تیئیس سال کے بعد تکبیرِ اولیٰ قضا ہوگئی۔''

اب اس قضا ہونے میں ان کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔ جلسہ گاہ کے ساتھ ہی مسجد تھی،

وہ وقت سے پہلے نماز کے لئے تیار بھی تھے اور باوضو بھی تھے، جا رہے تھے مگر اللہ کے بندے درمیان میں آگئے۔ وہ جانے ہی نہیں دے رہے تھے۔

اللہ اکبر!!!...... تیئیس تیئیس سال تک تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے دنیا میں درجے پائے ہوتے ہیں، انہوں نے مجاہدے کئے ہوتے ہیں۔

حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کا مجاہدہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کا علمی فیض ایسا پھیلا کہ پورے ملک میں جہاں جائیں ان کے شاگردوں کے مدارس نظر آتے ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی خدمت کے باغ لگائے ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عمرے پر گیا تو میں جتنے دن بھی حرم شریف میں رہا، میری ہر نماز تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ، پہلی صف کے اندر اور امام کے بالکل پیچھے ادا ہوتی تھی۔ ہمارے لئے تو یہ ناممکن بات ہے۔ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم نے وہاں ایک دن بھی کبھی ایسا نہیں گزارا۔ وہاں اتنا مجمع ہوتا ہے کہ ہر نماز پہلی صف میں پڑھنا مشکل ہوتی ہے، اگر آدمی اس کیلئے آگے جانا بھی چاہے تو نہیں جا سکتا۔ پھر ہر نماز پہلی صف میں پڑھنا اور وہ بھی تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ اور پھر امام کے پیچھے پڑھنا کتنا دشوار ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسجد میں ہی رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ وہ وضو کر کے مسجد میں فجر کی نماز پڑھتے ہوں گے اور عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آتے ہوں گے...... اللہ اکبر...... جب ہمارے بزرگ ایسے ایسے مجاہدے کرتے تھے تو پھر اللہ رب العزت کی طرف سے انعام بھی پاتے تھے۔

خواجہ سراج الدینؒ کا مجاہدہ

ایک مرتبہ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف لے گئے۔ آپ عالم

تھے، جونی کی عمر تھی۔ آپ مکہ مکرمہ میں تیرہ دن رہے اور ان تیرہ دنوں میں نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نہ آپ کو پیشاب آتا تھا اور نہ ہی پاخانہ آتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا، حضرت! یہ کیا؟ حضرت فرماتے تھے،

''میں کالا کتا، اس پاک دیس کو کیسے ناپاک کروں۔''

آپ تیرہ دنوں میں حج کر کے وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یہ ان کی کرامت تھی۔ مگر ایسی کرامت بھی انہی کو ملتی ہے جنہوں نے مجاہدے کئے ہوتے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ ہم ایک دن میں کتنی مرتبہ بیت الخلاء میں چلے جاتے ہیں۔

مخالفتِ نفس کے مجاہدے

ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ مخالفتِ نفس کے لئے چار مجاہدے ہیں۔

۱......قلتِ طعام (تھوڑا کھانا)

۲......قلتِ منام (تھوڑا سونا)

۳......قلتِ کلام (تھوڑا بولنا)

۴......قلتِ اختلاط مع الانام (لوگوں سے میل جول رکھنا)

دو مجاہدوں میں چھوٹ

چونکہ ہم کمزور ہیں اس لئے آج کے دور میں دو مجاہدے باقی ہیں اور دو مجاہدوں میں چھوٹ دے دی گئی ہے۔ قلتِ طعام اور قلتِ منام میں آسانی دے دی گئی ہے۔

ہماری مشائخ نے فرمایا کہ جتنی بھوک ہو اتنا کھالو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا، حضرت! کتنا کھایا کروں؟ انہوں نے فرمایا، اچھا کھا اور کام اچھی طرح کر۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس بیل کو مالک خوب کھلائے اور وہ بیل کام بھی خوب کرے تو مالک کو خوشی ہوتی ہے اور اس کو

کھلانا برانہیں لگتا۔ ہماری گائیں یہاں دودھ دیتی ہیں تو دل کرتا ہے کہ ان کے منہ میں لقمے ڈالے جائیں۔ اسی طرح جو بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو اس بندے کا کھانا اللہ تعالیٰ کو بھی برانہیں لگتا۔ ہاں، جس کا کھایئے اس کے گیت گایئے۔ اللہ کا دیا کھاتے ہیں اور اب اطاعت بھی اسی کی کریں۔

پہلے زمانے کے بزرگ متواتر ایک ایک مہینہ تک پانی کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ اب اتنے مجاہدے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آج کے دور میں قویٰ پہلے ہی ضعیف ہیں۔ جو اس طرح کے مجاہدے کرے گا وہ تو ہڈی بن جائے گا اور بیماریاں اس پر حملہ کر دیں گی جس کی وجہ سے وہ عبادت کرنے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔ آج کے دور میں عبادت بھی وہی کر سکتا ہے جس کے جسم میں طاقت ہے۔ اب میں دو دن بھوکا رہوں تو کیا خیال ہے کہ تیسرے دن میری آواز مجمع تک پہنچ جائے گی؟ نہیں، بلکہ آواز بھی نہیں نکلے گی۔ بلکہ آ...... آ...... آ...... کر رہا ہوں گا۔

اللہ والے کہتے ہیں کہ ضرورت کے مطابق کھاؤ۔ یہ بھی نہیں کہتے کہ دن میں پانچ مرتبہ کھانا کھاؤ اور یہ بھی نہیں کہتے کہ دن میں صرف ایک لقمہ کھاؤ۔ ہاں، اگر محسوس کریں کہ نفس کے اندر سرکشی زیادہ ہے اور دماغ میں ہر وقت نفسانی، شیطانی اور شہوانی خیالات بھرے رہتے ہیں اور طبیعت پر شہوت کا غلبہ رہتا ہے اور زندگی بھی ایسی ہے کہ نکاح کی صورت حال نہیں، تو اب اس کو بھوکا رکھو۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایسی صورت حال میں روزے رکھو۔ پھر دو چار روزوں سے کام نہیں بنتا بلکہ ڈٹ کر روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ ایک دن روزہ رکھیں اور دوسرے دن افطار کریں۔ روزے والے دن تو پکا روزہ ہو اور افطار والے دن بھی اتنا کھائیں کہ نام تو افطار کا ہو لیکن حقیقت میں وہ بھی روزے کی طرح ہو۔

جب نفس کو اس طرح لمبے عرصے تک بھوک دی جاتی ہے تو پھر یہ سیدھا ہو جاتا

ہے۔ کیونکہ یہ سب مستیاں پیٹ بھرے کی مستیاں ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فاقے کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ کسی نے کہا، حضرت! فاقہ بھی کوئی ایسی چیز ہے جس کی فضیلت بیان کی جائے۔ فرمایا، ہاں یہ فضیلت بتانے والی چیز ہے۔ اگر فرعون کو زندگی میں فاقے آئے ہوتے تو وہ کبھی بھی خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ وہ تو بادشاہ تھا، اسے فاقے کا کیا پتہ۔ انگریزوں میں مشہور ہے کہ کسی ملک کے لوگوں نے مہنگائی اور بھوک کے خلاف ہڑتال کی اور جلوس نکالا۔ بادشاہ اور اس کی ملکہ دونوں نے جلوس دیکھا۔ ملکہ نے بادشاہ سے پوچھا کہ لوگ نعرے کیوں لگا رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ اس لئے نعرے لگا رہے ہیں کہ روٹی کھانے کو نہیں ملتی۔ وہ کہنے لگی، اچھا، اگر روٹی نہیں ملتی تو ان سے کہیں کہ وہ ڈبل روٹی کھا لیا کریں۔ اس بے چاری کی زندگی محل میں گزری تھی، اسے کیا پتہ کہ بھوک کیا چیز ہوتی ہے۔

عورتوں نے خدائی کا دعویٰ کیوں نہ کیا

ایک نکتے کی بات سنئے۔ جو بندہ اپنے آپ کو دوسروں سے چھوٹا سمجھے وہ کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ پکی بات ہے کہ خدائی کا دعویٰ وہی کرے گا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانیت میں کبھی بھی کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے کہ عورت اپنے آپ کو ہمیشہ مرد کے ماتحت سمجھتی ہے اور مرد کو اپنے آپ پر فوقیت دیتی ہے۔ چونکہ اس کے ذہن میں ہوتا کہ کوئی نہ کوئی مرد میرا بڑا ہے مثلاً یہ میرا باپ ہے، یہ میرا خاوند ہے، یہ میرا بھائی ہے، لہٰذا کبھی کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

زیادہ کھانے کی قباحت

احادیث میں کم کھانے کے فضائل اور زیادہ کھانے کی قباحت بیان کی گئی ہے۔ نبی

علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''تفکر کرنا نصف عبادت ہے اور کم کھانا پوری عبادت ہے۔'' ایک اور جگہ پر فرمایا کہ ''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ افضل وہ ہے جو بہت تفکر کرے اور بہت بھوکا رہے اور اللہ کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو بہت کھائے پیئے اور بہت زیادہ سوئے''۔ یہ بھی فرمایا کہ ''جو شخص پیٹ بھر لیتا ہے اسے آسمان کی بلندی کی طرف راستہ نصیب نہیں ہوتا'' بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ زیادہ کھا پی کر اپنے دل کو مردہ نہ بناؤ اس لئے کہ دل کھیت کی مانند ہے اور زیادہ پانی سے بھی کھیت مرجھا جاتا ہے۔......ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کم کھانا زیادہ پسندیدہ ہے، مگر اس کے باوجود کچھ لوگ بسیار خوری کے اتنے عادی ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

بسیار خوری کے واقعات

(۱)......۱۹۷۴ء میں مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں جیل بھرو تحریک چلائی تھی جس کے نتیجے میں حکومت نے مرزائیوں کو کافر قرار دیا تھا۔لوگ خود گرفتاریاں پیش کرتے تھے۔ مسجدوں میں بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور شیعہ حضرات اکٹھے ہو جاتے تھے اور سب علماء ختم نبوت کے عنوان پر تقریریں کرتے تھے۔تقریریں کرنے کے بعد پندرہ بیس نوجوان جو گرفتاریاں پیش کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے وہ گلے میں پھولوں کے ہار ڈال لیتے، جلوس نکالا جاتا اور وہ نوجوان جلوس کے آگے آگے ہوتے اور خوب نعرے لگتے تھے اور پولیس اسی جلوس کے آگے آگے چل رہی ہوتی تھی۔ جہاں جلوس ختم ہوتا وہاں پولیس ہار پہننے والے لوگوں کو گاڑی میں بٹھا کر جیل لے جاتی تھی اور باقی لوگ گھروں کو چلے جاتے تھے۔ یہ روز کا معمول تھا۔

یہ لوگ اخلاقی مجرم تو تھے نہیں، یہ تو شرفاء تھے۔ ان میں جہاں علماء، حفاظ اور قراءٗ ہوتے تھے۔ وہاں دنیا کے پڑھے لکھے نوجوان بھی ختم نبوت کے جذبے سے سرشار گرفتاریاں پیش کرتے تھے۔ یہ بات پولیس بھی جانتی تھی اس لئے وہ ان کے ساتھ

بدتمیزی نہیں کرتی تھی۔ وہ ان کو گاڑیوں میں بٹھا کر لے جاتی اور انکو جیل میں لے جا کر چھوڑ دیتی تھی۔ بس فرق اتنا تھا کہ وہ باہر کی بجائے جیل کے گیٹ کے اندر ہوتے تھے۔ جیل کے اندر مسجد بنی ہوتی تھی۔ وہ مسجد میں نماز بھی پڑھتے اور ادھر ادھر گھومتے پھرتے بھی تھے۔

اسی دوران ہمارے حضرت مرشدِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ میں بھی گرفتاری پیش کروں۔ ...... حضرت صاحبزادہ صاحب بہت ہی دلیر اور جی دار بندے تھے۔ اللہ ایسا نیک بیٹا ہر ایک کو دے...... ایک دن حضرت نے بھی گرفتاری پیش کردی۔ پولیس نے ان کو جیل میں پہنچا دیا۔ گرفتاریاں پیش کرنے والے جو نمایاں اور خاص خاص بندے ہوتے تھے ان کو پولیس اسی شہر میں نہیں رکھتی تھی بلکہ انہیں کسی دوسرے شہر میں بھیج دیتی تھی۔ چنانچہ پولیس نے انہیں چکوال جیل میں رکھنے کی بجائے جہلم بھیج دیا۔ اس وقت وہ ضلع کا صدر مقام تھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ راولپنڈی سے ایک اور بزرگ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ بھی گرفتار ہو کر جہلم جیل میں آئے ہوئے تھے۔ وہ شیخ القرآن کے نام سے مشہور تھے۔ جیل سپرنٹنڈنٹ نے سوچا کہ مولانا صاحب عالم ہیں اور ان کے ہزاروں شاگرد ہیں اور صاحبزادہ صاحب پیر کے بیٹے ہیں اور ان کے بھی ہزاروں مرید ہیں۔ اسلئے ان دونوں کو ایک ہی کمرے میں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے ان دونوں حضرات کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔

دن میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ان کی ملاقات کے لئے روزانہ پہنچے ہوتے تھے۔ مزے کی بات یہ کہ جو بھی ملاقات کے لئے آتا تو کوئی مٹھائی کا ڈبہ لاتا، کوئی بسکٹ لاتا اور کوئی کھانے کی کوئی اور چیز لاتا۔ ان دونوں کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کا ڈھیر

لگ جاتا تھا۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ یہاں اتنے لوگ آئے ہوئے ہیں، اگر ہم روزانہ چائے بنالیا کریں اور یہ مٹھائی اور بسکٹ وغیرہ سے ان کو ناشتہ کروادیا کریں تو روز بروز نکلتا بھی رہے گا اور مہمان نوازی بھی ہوتی رہے گی۔ چنانچہ یہ روزانہ کا معمول بن گیا۔

حضرت قاسمی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن ہم آکر بیٹھے تو بات چیت کی کہ ہم نے کل کے لئے فلاں بندے کو بھی دعوت دی ہے اور فلاں کو بھی۔ چکوال کا ایک آدمی تھا۔ اس کا نام مولا بخش تھا۔ وہ بھی ختم نبوت کے شوق میں جیل آیا ہوا تھا۔ مولانا غلام اللہ خان نے فرمایا کہ میں نے مولا بخش کو بھی دعوت دی ہے۔ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں نے سنا کہ مولا بخش کو بھی دعوت دے دی ہے تو میں بہت ہی پریشان ہوا۔ مولانا صاحب نے فرمایا، تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا، کیا آپ نے واقعی مولا بخش کو دعوت دی ہے۔ فرمایا کہ ہاں، میں نے اس کو بھی دعوت دے دی ہے۔ میں نے کہا، پھر تو دوسروں کے لئے کھانا کم پڑ جائے گا۔

انہوں نے فرمایا، ہم فجر کی نماز پڑھ کر پہلے مولا بخش کو بلالیں گے اور سب کچھ اس کے سامنے رکھ دیں گے۔ وہ جتنا چاہے گا کھالے گا اور جو بچے گا، اس کے حساب سے اور مہمانوں کو بلالیں گے۔ میں نے کہا کہ ہاں یہ تجویز ٹھیک ہے۔

حضرت قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے حساب لگایا تو میرے پاس دس کلو مٹھائی پڑی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر کوئی ایک پاؤ مٹھائی بھی کھائے تو چالیس بندوں کا ناشتہ تیار ہو جائے گا۔ عام طور پر آدھا پاؤ مٹھائی بھی مشکل سے کھائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس فوجیوں والے بڑے بڑے مگ تھے جن میں تین کپ چائے آسکتی تھی۔ میں نے پانی کے چالیس مگ ڈالے اور اوپر سے دودھ ڈالا اور چائے بنائی۔ اندازہ تھا کہ ہر آدمی ایک مگ چائے پیئے گا اور ایک پاؤ مٹھائی کھائے گا۔ فرماتے

ہیں کہ میں نے تہجد کے بعد انتظام کر دیا تھا اور اس کے بعد نماز پڑھنے چلا گیا۔

نماز فجر کے بعد درسِ قرآن ہوا اور درسِ قرآن کے بعد مولا بخش آ گیا۔ ہم نے اُس کو دستر خوان پر بٹھا دیا۔ کہتے ہیں کہ ہم اس کے سامنے مٹھائی کا ایک ایک ڈبہ کھول کر دستر خوان پر رکھتے رہے اور فوجیوں والا مگ بھی چائے سے بھر بھر کر دیتے رہے۔ وہ باتیں بھی کرتا رہا اور ادھر سے مٹھائی بھی کھاتا رہا اور چائے بھی پیتا رہا۔ حضرت قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو کہ اللہ کے اس بندے نے دس کلو مٹھائی کھائی اور چالیس مگ چائے پی۔

جب اس نے سب کچھ کھا پی لیا تو پھر اس نے ادھر ادھر بھی دیکھا۔ وہ ادھر ادھر اس لئے دیکھ رہا تھا کہ سب کچھ خیر خیریت سے سمٹ گیا ہے یا نہیں۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ یہاں سب کچھ سمٹ گیا ہے تو وہ مولانا صاحب سے کہنے لگا، اچھا مولانا! اب آپ مجھے اجازت دیجئے، میں اب یہاں سے جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا، بھئی! آپ بیٹھیں اور ہمارے ساتھ باتیں کریں۔ وہ کہنے لگا، نہیں حضرت! اب آپ اجازت دیں۔ جب اس نے واپسی کا اصرار کیا تو مولانا غلام اللہ خان صاحب سمجھے کہ اب اس کو پیٹ میں مروڑ اٹھ رہا ہے اس لئے اب یہ بھاگنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مولانا صاحب نے اسے کہا، یار! تمہیں کیا جلدی ہے؟ اتنا جلدی کیوں جانا چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگا،

''مولانا! اصل وجہ یہ ہے کہ میرا ناشتہ چوہدری ظہور الٰہی کی طرف ہے۔''

ایک دفعہ وہ ہمارے حضرت مرشدِ عالمؒ کے سامنے آیا تو حضرت اسے ڈانٹتے ہوئے کہا، ''او مولا بخشا! روٹی تاں نئیں پیا کھاندا، روٹی تاں پئی کھاندی اے۔'' (اے مولا بخش! تُو روٹی نہیں کھا رہا بلکہ روٹی تجھے کھا رہی ہے)

یہ بات بتانے کا مقصد یہ ہے کہ کچھ لوگ بہت زیادہ کھاتے ہیں حالانکہ اتنی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲)...... حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مولانا صاحب تشریف لائے جو ایک وقت میں صرف ایک بکرا اور اس کے ساتھ روٹیوں کے دو تین بنڈل کھایا کرتے تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دیا کہ حضرت! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میرا کھانے کا معمول یہ ہے۔ ان کا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کہیں بھوکا ہی نہ رہوں۔ لیکن اتنا کھانے کے باوجود وہ ایک پکے سالک تھے۔ وہ حافظِ قرآن تھے اور ایک بکرا اور روٹیوں کے دو تین بنڈل کھا کر نوافل کی نیت باندھ لیتے اور پوری رات نوافل میں گزار دیتے تھے۔ وہ واقعی باخدا بندے تھے لیکن ان کی زیادہ کھانے کی عادت بنی ہوئی تھی۔

جب کھانا کھانے کا وقت آیا تو سب مہمانوں کے لئے ایک دیگ سے بھی کم کھانا تھا۔ ان مولانا صاحب کو پریشانی لاحق ہوئی کہ اب میرا کیا بنے گا۔ حضرتؒ نے لنگر والے خادم کو بلا کر فرمایا کہ ان کو بھی دو چپاتیاں اور شوربے میں ایک بوٹی ڈال دینا۔ مولانا صاحب حیران و پریشان تھے کہ میرا کیا بنے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ وہ مولانا صاحب دسترخوان پر بیٹھ کر روٹی اور سالن کھاتے رہے، کھاتے رہے حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا لیکن ان سے وہ روٹیاں اور سالن ختم نہ ہوا۔ یہ حضرت کی کرامت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں اتنی برکت دی کہ وہ مولانا صاحب کھا کھا کر تھک گئے، ان کا پیٹ بھر گیا لیکن کھانا ختم نہ ہوا۔

برکات کا ظہور

حدیث پاک میں بھی اس طرح کے واقعات ملتے ہیں۔

(۱)...... حضرت جابر بن عبداللہ ؓ ایک صحابی ہیں۔ ان کی بیوی کے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ خندق کھودی جا رہی تھی۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ نبی علیہ السلام کئی دنوں سے خندق کھود رہے ہیں، پتہ نہیں کہ کھانا بھی ملا ہے یا نہیں۔ لہٰذا میں گھر میں کھانا بنا

دیتی ہوں، اللہ کے محبوب ﷺ تشریف لے آئیں اور میرے گھر میں کھانا کھالیں اور آرام فرمالیں۔ چنانچہ اس نے اپنے خاوند کو بھیجا کہ جائیں اور اللہ کے محبوب ﷺ کو دعوت دیں کہ حضرت! آپ خود بھی تشریف لائیں اور اپنے ساتھ دو تین حضرات کو بھی لے آئیں۔ ہمارے پاس تین چار بندوں کا کھانا ہے، ہم چاہتے ہیں آپ تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمائیں۔

حضرت جابر ؓ نے آ کر نبی علیہ السلام کو دعوت دی۔ دعوت کا پیغام سن کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری فوج میں اعلان کروادیا کہ جی آج جابر بن عبداللہ ؓ کے گھر میں دعوت ہے او سب مجاہدین کھانا کھانے کے لئے ان کے گھر چلیں۔ جب حضرت جابر ؓ نے یہ سنا تو تیزی سے گھر کی طرف چلے تاکہ میں جا کر بتاؤں کہ یہ مسئلہ بن گیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا،

''جابر! ہمارے آنے کا انتظار کرنا، ہنڈیا چولہے پر رہے اور روٹیاں چادر کے اندر چھپی رہیں، میں خود آ کر شروع کرواؤں گا۔''

انہوں نے گھر جا کر بیوی سے کہا کہ اب نو سو آدمی آ رہے ہیں، ان کی بیوی بڑی سمجھ دار تھی۔ اس نے کہا، اچھا مجھے ایک بات بتاؤ کہ ان نو سو آدمیوں کو دعوت آپ نے دی ہے یا نبی علیہ السلام نے دی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے تو صرف نبی علیہ السلام کو دعوت دی تھی، آگے نبی علیہ السلام نے اعلان کروایا ہے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگی، اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔

جب کھانا تیار ہوا تو نبی علیہ السلام تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ بھی پہنچ گئے۔ نبی علیہ السلام خود تقسیم کرنے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ روٹیاں نکال نکال کر دیتے رہے اور سالن بھر بھر کر دیتے رہے، حتیٰ کہ نو سو آدمیوں نے کھانا کھایا، پیٹ بھر اور پورا لشکر پیٹ بھر کر واپس آ گیا۔ بعد میں جب حضرت جابر بن عبداللہ ؓ نے دیکھا تو سالن بھی اتنا

ہی تھااور روٹیاں بھی اتنی ہی تھیں ۔سبحان اللہ،سبحان اللہ

(۲)......حضرت ابو ہریرہ ﷺ کئی کئی دنوں تک بھوکے رہتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دن مجھے بھوک لگی ہوئی تھی ۔ میں بھوک کی وجہ سے اتنا تنگ تھا کہ میں نے سوچا کہ نمازِ عشاء پڑھ کر مسجد نبوی میں بیٹھ جاؤں گا اور کوئی اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دے گا۔ ......ان حضرات کی مہمان نوازی کی عادت تھی ...... کہنے لگے کہ میں بیٹھا تھا کہ حضرت ابو بکر ﷺ تشریف لائے ۔انہوں نے سلام تو کیا لیکن کھانے کی دعوت نہی دی، حالانکہ ان کی عادت ایسی نہیں تھی ۔ میں سمجھ گیا کہ آج ان کے گھر بھی کچھ نہیں ہے ورنہ مجھے دعوت ضرور دیتے ۔ پھر حضرت عمر ﷺ آئے ،انہوں نے بھی سلام کیا اور چلے گئے ۔ میں سمجھ گیا کہ آج ان کے گھر میں بھی فاقہ ہے۔

ان کے بعد اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے ۔ مجھے دیکھ کر پہچان گئے اور مسکرا کر فرمایا، ابو ہریرہ! آؤ، تجھے کچھ کھلاتے ہیں ۔ میں کئی دنوں سے بھوکا تھا لہٰذا میں خوشی خوشی اللہ کے محبوب ﷺ کے ساتھ چلنے لگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر میں پیغام بھجوایا کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے تو دو۔ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ کھانے کو تو کچھ نہیں البتہ پینے کے لئے دودھ کا پیالہ پڑا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، چلو وہی دے دو۔ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ کھانے کو کچھ نہیں ، صرف دودھ کا پیالہ ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ ادھر بھی فاقہ ہے، پھر میں نے سوچا کہ چلو دودھ کا پیالہ تو پیتے ہیں۔

اللہ کی شان کہ جب وہ دودھ کا پیالہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں آیا تو اللہ کے محبوب ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ! جاؤ، اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ اصحابِ صفہ ستر آدمی تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اگر میں ان ستر بندوں کو بلاؤں گا تو نبی علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ اب تم ان کو دودھ پلاؤ، اس کا مطلب ہے کہ میرا

نمبر آخر پر آئے گا، پتہ نہیں کہ آج میرے لئے بچے گا یا نہیں بچے گا۔ بہر حال میں گیا اور اصحابِ صفہ کو بلا لایا۔

جب ستر اصحابِ صفہ آ گئے تو نبی علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ! ان سب کو دودھ پلاؤ۔ کہتے ہیں کہ میں نے پیالہ لیا اور ایک صحابی کو پینے کیلئے دے دیا اور دیکھنے لگا کہ کچھ بچتا ہے یا نہیں۔ جب اس کا پیٹ بھر گیا تو اس نے پیالہ واپس دیدیا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی خاص کمی نہیں آئی تھی۔ پھر میں نے دوسرے صحابی کو دیا۔ حتیٰ کہ میں نے ستر بندوں کو دودھ کا وہ پیالہ پلایا لیکن ابھی دودھ موجود تھا۔ اس کے بعد وہ پیالہ میرے ہاتھوں میں آیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے فرمانے لگے، ابو ہریرہ! اب تو پی لے۔ چنانچہ میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ جب میرا پیٹ بھر گیا اور میں نے بس کر دی اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ! اور پی لے، چنانچہ میں نے اور پیا حتیٰ کہ خوب پیٹ بھر گیا۔ اب جب میں نے پیالہ ہٹایا تو اللہ کے محبوب ﷺ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، ابو ہریرہ! اور پی لے۔ میں نے پھر پیالہ منہ سے لگا لیا اور اتنا پی لیا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اب تو یہ باہر آ جائے گا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اب میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور پھر آپ ﷺ نے وہ پیالہ لے کر اس میں سے دودھ نوش فرمایا اور وہ دودھ ختم ہو گیا۔

اب برکات کے ظہور کا ایک اور واقعہ سنا کر اپنی بات مکمل کرتا ہوں۔

(۳)...... ایک مرتبہ حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے کھیت سے گندم نکالی گئی۔ وہی گندم پکتی تھی اور خانقاہ کے لوگ کھاتے تھے...... الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں بھی ایسا ہی سلسلہ بنا دیا ہے، ہماری اپنی زمین کی گندم نکلتی ہے اور سارا سال علماء اور طلبا وہی گندم کھاتے ہیں...... انہوں نے وہ گندم لا کر مسجد کے صحن میں ڈھیر کر دی۔ اس وقت مٹی کے بھڑولے بنا کر ان میں گندم کو محفوظ کیا جاتا تھا۔ مریدین نے وہ گندم مسجد کے صحن

سے اٹھا کر بھڑ ولے کے اندر ڈالنی شروع کر دی۔ وہ گندم اٹھاتے رہے، اٹھاتے رہے مگر ڈھیر ختم ہونے کو ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ جتنی گندم لے جاتے تھے، اتنی پیچھے پڑی ہوتی تھی۔ وہ دیہاتی لوگ تھے۔ ان بے چاروں کی گردنیں بوجھ اٹھا اٹھا کر تھک گئیں۔

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عقلمند تھے۔ وہ بھی اصل حقیقت سمجھ گئے۔ چنانچہ وہ حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کرنے لگے، حضرت! جو برکت یہاں ظاہر ہو رہی ہے وہ اندر جا کر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ حضرت! نے فرمایا، بھئی! مسئلہ کیا ہے؟ عرض کیا، حضرت گندم اٹھا اٹھا کر گردنیں تھک گئی ہیں، اب تو صرف ٹوٹنی رہ گئیں ہیں، لہٰذا مہربانی فرما کر توجہ فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا، چلو، اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ ساتھ آئے اور سب نے گندم اٹھائی اور حضرت نے بھی تھوڑی سی اٹھائی اور ایک ہی مرتبہ وہ ساری گندم اندر چلی گئی۔ اللہ اکبر!!!

یہ کیا چیز تھی؟ یہ برکت تھی۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی دین کا کام کرے گا وہ کام ہمیشہ برکت سے چلے گا۔ برکت نہ ہو تو کام چل ہی نہیں سکتا۔ دنیا والوں کا کام بے برکتی سے چل جاتا ہے لیکن دین والوں کا کام بے برکتی سے نہیں چل سکتا۔ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ رحمتیں اور برکتیں دین کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں بھی اخلاص کے ساتھ دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس راستے میں پیش آنے والے حالات کو برداشت کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرما دیں۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ.

طالب علم کی شان

حضرت اقدس دامت برکاتہم کا یہ بیان ۱۹ دسمبر ۲۰۰۳ء کو بسلسلہء افتتاح بخاری شریف جامعہ دارالقرآن، مسلم ٹاؤن، فیصل آباد میں ہوا جس میں ملک بھر کے جید علماء اور طلباء کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔

اقتباس

طالب علم اس نوجوان اور اس بوڑھے کو کہتے ہیں جس کے اندر اس نورنسبت کو حاصل کرنے کی پیاس موجود ہو۔ آپ نے اسفنج کو دیکھا ہوگا۔ جب بھی آپ اس کو پانی میں ڈالیں تو وہ پورے پانی کو چوس لیتا ہے اور اس کی نس نس میں پانی پہنچ جاتا ہے۔علم چوس انسان کو طالب علم کہتے ہیں ۔ وہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں اس طرح بیٹھتا ہے کہ جو لفظ ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ کی یادداشت کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ جیسے پیاسا انسان گرمی کے موسم میں کتنی رغبت اور طلب کے ساتھ ٹھنڈا پانی پیتا ہے، طالب علم اس سے زیادہ رغبت اور طلب کے ساتھ اپنے استاد کی باتوں کو سنتا ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

طالب علم کی شان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰهِ وَکَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَاءَ. (المائدہ: ۴۴)

......وَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ......

اَلْعِلْمُ نُوْرٌ

......او کما قال علیه الصلوٰة والسلام ......

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ. وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ.

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

علم ایک نور ہے

علم ایک نور ہے جو ہدایت کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انبیائے کرام یہ نور لے کر دنیا میں تشریف لائے اور انہوں نے لوگوں میں اسے تقسیم کیا۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں نے یہ علمی فیض پایا اور پھر اس کو آگے لوگوں تک پہنچایا۔ انبیائے کرام کی یہ علمی میراث چلتے چلتے آج بھی ان مدارس کے ذریعے سے امت کو پہنچ رہی ہے۔

معلمین حضرات پڑھاتے ہیں اور طلباء پڑھتے ہیں۔ ان کا پورا سال اسی تعلیم وتعلم میں گزرتا ہے۔

سال کی ابتدا میں افتتاح بخاری کے نام سے ایک تقریب ہوتی ہے تاکہ متعلقین و متوسلین اور ادارے کے ساتھ محبت کا تعلق رکھنے والے سب لوگ اکٹھے ہوں اور اپنی دعاؤں سے تعلیمی سال کا آغاز کریں۔

طالب علم کی شان

یہ طے شدہ بات ہے کہ اللہ رب العزت جس آدمی کو علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا بندہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:۳۲)

[پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جو ہمارے چنے ہوئے بندے تھے]

یہ طلبا جو اس وقت بخاری شریف پڑھنا چاہ رہے ہیں یا وہ طلبا جو دوسرے درجات میں پڑھ رہے ہیں، یہ سب کے سب ایک خاص مقصد کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ رب العزت کے ہاں ان کا بڑا مقام ہے۔ یہ وہ دولت حاصل کر رہے ہیں جو اللہ رب العزت نے اپنے انبیائے کرام کے ذریعے سے لوگوں تک پہنچائی۔ یہ سچوں کی نسبت ہے اور اس کے حاصل کرنے والے بھی سچے بن جاتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر نیک نیت ہو تو طالب علم سے افضل کوئی نہیں ہوتا...... بعض روایات میں ہے کہ جب اللہ رب العزت کسی عام بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں اور جب طالب علم سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے جنت میں ایک شہر آباد فرما دیتے ہیں ...... فرشتے بھی طلبا سے محبت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب وہ علم حاصل کرنے کے لئے چلتے ہیں تو وہ ان کے پاؤں کے

نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

حقیقی طالب علم کون؟

طالب علم اس نوجوان اور اس بوڑھے کو کہتے ہیں جس کے اندر اس نورِ نسبت کو حاصل کرنے کی پیاس موجود ہو۔ آپ نے اسفنج کو دیکھا ہوگا۔ جب بھی آپ اس کو پانی میں ڈالیں تو وہ پورے پانی کو چوس لیتا ہے اور اس کی نس نس میں پانی پہنچ جاتا ہے۔ علم چوس انسان کو طالب علم کہتے ہیں۔ وہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں اس طرح بیٹھتا ہے کہ جو لفظ ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ اس کی یادداشت کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ جیسے پیاسا انسان گرمی کے موسم میں کتنی رغبت اور طلب کے ساتھ ٹھنڈا پانی پیتا ہے، طالب علم اس سے زیادہ رغبت اور طلب کے ساتھ اپنے استاد کی باتوں کو سنتا ہے۔ یہ مارے باندھے کا کام نہیں ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ''خوشی دیاں ونگاں''۔ یہ تو خوشی کی بات ہے۔

شمع علم کے گرد پروانوں کا جھرمٹ

اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے انسان دن رات ایک کر دیتا ہے۔ اس لئے طالب علم کی نظر میں دن اور رات کا فرق ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ حضرت مدنیؒ جن دنوں فرنگی کے خلاف تحریک چلا رہے تھے ان دنوں عوام الناس میں کام کرنا ہوتا تھا۔ لہٰذا آپ رات کو بڑی دیر کے بعد دار العلوم میں واپس تشریف لاتے تھے۔ مگر طلبا ایسے تھے کہ انہوں نے دربان سے کہا ہوتا تھا کہ حضرت کا معمول ہے کہ وہ جب بھی تشریف لاتے ہیں وضو فرما کر مسجد میں نفل ادا کرتے ہیں، جیسے ہی وہ تشریف لائیں ہمیں جگا دینا۔ ادھر حضرت نفل پڑھ کر فارغ ہوتے اور حدیث پاک کی پوری کلاس آپ کے پیچھے کتابیں لے کر موجود ہوتی تھی۔ ان کے ہاں وقت کا تعین نہیں تھا۔ جب بھی شیخ تشریف لے آتے تھے طلباء اسی وقت پروانوں کی طرح شمع کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔

علمی پیاس کالا جواب اظہار

ایک مرتبہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو وقت کے حاکم نے قید کر دیا۔ چند دن گزرے تو ایک نوجوان حاکمِ وقت کے دربار میں آیا۔ وہ زاروقطار رو رہا تھا۔ جس نے بھی اس کے چہرے کو دیکھا اس نے اس کے چہرے پر علم کا نور محسوس کیا۔ اس کا چہرہ اس آیت کا مصداق تھا۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُودِ (الفتح:۲۹)

[ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات ہیں]

وہاں جتنے بھی لوگ موجود تھے ان کا جی چاہا کہ یہ نوجوان جو سوال بھی لے کر آیا ہے پورا کر دیا جائے۔ حاکمِ وقت نے بھی اس کیفیت کو محسوس کیا۔ اس نے کہا، اے نوجوان! تم کیوں روتے ہو؟ کوئی تکلیف ہے تو ہم دور کر دیں گے، اگر کچھ چاہتے ہو تو ہم تم کو پورا دے دیں گے۔ جب حاکمِ وقت نے یہ بات کہی تو اس نوجوان نے رو کر کہا کہ میں یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ مجھے جیل بھیج دیجئے۔ اب یہ عجیب سی بات تھی۔ لہٰذا حاکمِ وقت یہ سن کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے پوچھا، بھئی! آپ کو جیل کیوں بھیجیں؟ اس نے جواب دیا،

"جناب! آپ نے میرے استاد کو جیل میں بھیجا ہوا ہے جس کی وجہ سے کتنے ہی دنوں سے میرے سبق کا ناغہ ہو رہا ہے، اگر اب مجھے آپ جیل بھیجیں گے تو میں جیل کی مشقتیں اور صعوبتیں تو برداشت کرلوں گا مگر اپنے استاد سے سبق تو پڑھ لیا کروں گا۔"

علم کے متلاشی ایسے بھی تھے......!!!

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم میں حاضر ہوا تو اس وقت کلاس کے داخلے بند ہو چکے تھے۔ ناظمِ تعلیمات نے انکار کر دیا کہ ہم آپ

کو داخلہ نہیں دے سکتے۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ حضرت! آخر کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارے دارالعلوم میں مطبخ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی طباخ ہے بلکہ بستی والوں نے ایک ایک دو دو طالب علموں کا کھانا اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔ اس لئے جتنے طلباء کا کھانا گھروں سے پک کر آتا ہے اتنے طالبعلموں کو داخلہ دیتے ہیں اور بقیہ سے معذرت کر لیتے ہیں، اب کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو مزید ایک طالب علم کا کھانا پکانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر کھانے کی ذمہ داری میری اپنی ہو تو کیا پڑھنے کے لئے آپ مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس طرح ان کو مشروط داخلہ مل گیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں سارا دن طلباء کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتا رہتا۔ رات کو تکرار کرتا اور جب طلباء سو جاتے تو میں اساتذہ کی اجازت کے ساتھ دارالعلوم سے باہر نکلتا۔ بستی میں سبزی یا فروٹ کی دو دکانیں تھیں۔ اس وقت تو وہ دکانیں بند ہو چکی ہوتی تھیں۔ میں ان کے سامنے جاتا تو مجھے کہیں سے آم کے چھلکے، کہیں سے خربوزے کے چھلکے اور کہیں سے کیلے کے چھلکے مل جاتے، میں انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتا اور دھو کر صاف کرتا اور پھر کھا لیتا۔ میرے چوبیس گھنٹے کا یہ کھانا ہوتا تھا۔ میں نے پورا سال اسی طرح چھلکے کھا کر گزارا مگر اپنا سبق قضا نہ ہونے دیا۔

یہ بھی طلباء تھے۔ ان کی زندگیوں کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے جیسے کسی چیز کے لئے کوئی ترس رہا ہوتا ہے، یہ حضرات علم کے لئے ترس رہے ہوتے تھے۔ اس لئے ان کی نظر میں استادوں کا درس سننا دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہوتا تھا۔ ان کے ہاں ناغہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا الا ماشاءاللہ۔ یہ طلب ہے جو انسان کے سینے کو نور سے روشن کر دیتی ہے۔ چنانچہ ہمارے علماء نے طلب علم میں وہ وہ مجاہدے کئے اور دکھ اٹھائے کہ پوری دنیا کی تاریخ اس کی مثالیں پیش نہیں کر سکتی۔

علمی پیاس کی عمدہ دلیل

ایک محدث فرماتے ہیں کہ مجھے ایک حدیث کا پتہ چلا کہ فلاں شخص کو یہ معلوم ہے۔ وہ حدیث پاک مجھے بھی معلوم تھی مگر ان کی سند رفیع (اعلیٰ) تھی۔ ان کی روایت میں نبی علیہ السلام کے تھوڑے واسطے تھے۔ لہٰذا میں بھی اپنی اس سند کو بلند کرنے کے لئے نو سو میل سے زیادہ سفر کر کے ان کے ہاں پہنچا، ان سے حدیث پاک سنی اور اسی وقت سامانِ سفر لے کر واپس اپنے گھر آ گیا...... ایک حدیث پاک کو سننے کے لئے کم و بیش ایک ہزار میل کا سفر کرنا ان کی علمی پیاس کی کتنی عمدہ دلیل ہے۔ محدثین کرام حصول حدیث کے لئے یوں لمبے علمی سفر کیا کرتے تھے۔

امام شافعیؒ کی درخواست

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ درس دیا کرتے تھے۔ وہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک اور بستی تھی۔ وہاں سے بھی لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمارے ہاں بھی درس دیا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس وقت بہت کم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا، حضرت! ہم ایک سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں، آپ درس دیتے ہی اس پر سوار ہوں اور ہماری بستی میں آئیں اور وہاں درس دے کر جلدی واپس آ جائیں، اس طرح پیدل آنے جانے میں جو وقت لگے گا وہی درس میں لگ جائے گا۔ آپ نے قبول فرما لیا۔

جب آپ نے وہ درس دینا شروع کیا تو یہ وہ دن تھے جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا، حضرت! میں نے بھی آپ سے یہ کتاب پڑھنی ہے۔ حضرت نے فرمایا، بھئی! اب کیسے وقت فارغ کریں گے، اب مجھے یہاں بھی درس دینا ہوتا ہے اور وہاں بھی درس

دینا ہوتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا، حضرت! جب آپ یہاں درس دینے کے بعد سواری پر بیٹھ کر اگلی بستی کی طرف جائیں گے تو آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے درس دے دیں میں سواری کے ساتھ دوڑتا بھی رہوں گا اور آپ سے علم بھی سیکھتا رہوں گا ......تاریخ انسانیت طلبِ علم کی اس سے اعلیٰ مثال پیش نہیں کر سکتی۔ یہ دینِ اسلام کا حسن و جمال ہے۔

علمی غیرت کا حیران کن واقعہ

طلبِ علم کے راستے میں ہمارے اکابرین کو مجاہدے بھی کرنے پڑے۔ اس وقت کی مشقتیں اٹھانی پڑیں۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ ان کو سہولتیں میسر تھیں۔ مثال کے طور پر......

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ پڑھنے کے لئے ایک محدث کی خدمت میں پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ ہم تینوں کے پاس گزراوقات کے لئے ستو وغیرہ تھے۔ ہم اسی کو تھوڑا تھوڑا کر کے استعمال کرتے رہے۔ ہمارے سبق کے مکمل ہونے میں ابھی تین دن باقی تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی چیزیں ختم ہو گئیں۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھئی! دو آدمی تو استاد کا درس سننے کے لئے جایا کریں اور تیسرا مزدوری وغیرہ کر کے کھانے کا بندوبست کرے تاکہ بقیہ دنوں کے لئے کھانے کا کچھ انتظام ہو جائے۔ ایک ایک دن سب کو کام کرنا پڑے گا اور یوں تین دن گزر جائیں گے۔

فرماتے ہیں کہ باقی دو تو درس سننے کے لئے چلے گئے اور جس آدمی نے پہلے دن مزدوری کرنی تھی وہ مسجد میں چلا گیا۔ سوچنے لگا کہ مجھے مخلوق کی مزدوری کرنے سے کیا ملے گا، کیوں نہ اپنے مالک کی مزدوری کر لوں۔ بالواسطہ لینے کی بجائے بلاواسطہ کیوں نہ حاصل کروں۔ چنانچہ انہوں نے نفلیں پڑھنی شروع کر دیں۔ وہ نفلیں پڑھتے رہے اور دعائیں مانگتے رہے۔ وہ سارا دن مسجد میں گزار کر شام کو واپس آ گئے۔ باقی دوستوں نے پوچھا، بتاؤ بھئی! کچھ انتظام ہوا؟ کہنے لگے، جناب! میں نے سارا دن ایک ایسے مالک

کی مزدوری کی ہے جو پورا پورا حساب چکاتا ہے۔اس لئے وہ دے دے گا۔وہ مطمئن ہو گئے۔

دوسرے دن دوسرے کی باری تھی۔اپنی سوچ کے تحت انہوں نے بھی یہی راستہ اپنایا۔وہ بھی مسجد میں سارا دن اللہ کی عبادت کرتے رہے اور اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہے۔شام کو دوستوں نے پوچھا، سنائیں! کوئی انتظام ہوا؟ کہنے لگے کہ میں نے ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو کسی کا قرض نہیں رہنے دیتا بلکہ پورا پورا ادا کر دیتا ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ تمہیں تمہارا اجر مل کر رہے گا۔

تیسرے دن تیسرے نے بھی یہی عمل کیا۔اللہ کی شان! کہ تیسرے دن کے بعد حاکمِ وقت رات کو سویا ہوا تھا۔اس نے خواب میں ایک بہت بڑی بلا دیکھی اور اس بلا نے اپنا پنجہ اسے مارنے کے لئے اٹھایا اور کہا، ”سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے ساتھیوں کا خیال کرو۔“

یہ منظر دیکھتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔اس نے ہر طرف ہرکارے دوڑا دیئے اور کہا کہ پتہ کرو کہ سفیان کون ہے۔اس نے ہر ایک کو درہم و دینار سے بھری تھیلیاں بھی دے دیں اور کہا کہ یہ تو اسی وقت ان کو دے دینا اور بعد میں جب مجھے اطلاع کرو گے تو میں خزانوں کے منہ کھول دوں گا۔اُدھر تعلیم کا دن مکمل ہوا اور اِدھر پولیس تلاش کرتے کرتے مسجد میں پہنچی۔پولیس والوں نے پوچھا، جی یہاں سفیان نامی کوئی بندہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ وقت کے حاکم کو یہ خواب آیا ہے اور اس نے ہمیں بھیجا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب دو دروازے ہیں۔ایک مالک کا دروازہ اور ایک حاکم وقت کا دروازہ۔ہم نے جو علم پڑھا ہے اس میں تو یہی سیکھا ہے کہ ہم نے مالک سے لینا ہے۔لہٰذا ہماری علمی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ ہم چل کر حاکمِ وقت کے دروازے کے پاس جائیں ......اللہ اکبر

......!!! تین دن کے بھوکے تھے مگر حاکم وقت کے پاس جانا گوارا ہی نہ کیا بلکہ اسی حالت میں انہوں نے واپس اپنے وطن کا سفر مکمل کیا۔

یہ وہ طلباء تھے جن کی نظر اللہ رب العزت کی ذات پر رہتی تھی اور وہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے مشقتیں برداشت کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے لئے مدد ونصرت بھی آتی تھی۔

تشنگانِ علم کی سیرابی

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی ذمہ داروں میں سے ایک شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ ایک صوفی اور ذاکر شاغل بزرگ تھے۔ جب انہوں نے ذمہ داری سنبھالی تو ایک دن وہ دارالعلوم کے کنویں پر وضو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت ایک طالب علم ان کے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک پیالے میں پتلی سی دال تھی۔ اس نے وہ پیالہ حضرت کو دکھایا اور کہا، دیکھئے جی! آپ کی نگرانی میں دارالعلوم میں ایسا سالن پک رہا ہے جس سے وضو بھی جائز ہو جائے۔ یہ کہنے کے بعد پیالہ اس کے ہاتھ سے گرا اور الٹ گیا۔

وہ لڑکا تو بھاگ گیا لیکن جب اساتذہ کو اطلاع ملی تو اس پر بہت زیادہ شرمندہ ہوئے کہ ایک طالب علم کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے ناظم صاحب کے سامنے ایسی حرکت کی۔ اساتذہ ان کی بزرگی سے واقف تھے۔ لہٰذا وہ آئے اور کہنے لگے، حضرت! آپ محسوس نہ کریں، ہم نادم وشرمندہ ہیں کہ ایک طالبعلم نے ایسا کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا، نہیں نہیں وہ تو طالب علم نہیں ہے۔ اب استاد کہتے کہ وہ طالب علم ہے اور حضرت فرماتے کہ وہ طالب علم نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ مطبخ سے پتہ کرلو، وہاں اس کا نام ہوگا۔ جب وہاں سے پتہ کیا گیا تو واقعی وہاں بھی اس کا نام تھا اور وہ وہاں سے باقاعدہ کھانا لیا کرتا تھا۔ یہ معلوم کر کے وہ پھر حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! وہ طالب

علم ہی ہے، اس کا نام مطبخ میں بھی لکھا ہوا ہے۔ فرمانے لگے، نہیں، وہ طالب علم نہیں ہے۔ پھر کسی نے کہا کہ کلاس کے استاد سے پتہ کرلو۔ جب استاد سے پتہ کیا تو پتہ چلا کہ اس کا نام تو وہاں بھی تھا مگر وہ لڑکا پڑھنے نہیں آتا تھا بلکہ کسی طالب علم سے اس کا رابطہ تھا اور وہ طالب علم اس کی حاضری لگوا دیتا تھا، وہ صرف کھانا کھانے کے لئے مطبخ میں آتا تھا اور کھانا کھا کر واپس باہر چلا جاتا تھا۔

جب اساتذہ کو حقیقتِ حال کا پتہ چلا تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ شاہ صاحب تو کبھی کبھی آتے ہیں اور ہم ہر وقت یہاں ہوتے ہیں، ہمیں تو اس کی پہچان نہ ہوئی اور شاہ صاحب نے پہچان لیا۔ وہ اور زیادہ شرمندگی محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سے معافی مانگی اور عرض کیا، حضرت! ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ آپ تو طلباء سے اتنا تعلق بھی نہیں رکھتے۔ پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ طالب علم ہے یا نہیں؟ اس پر انہوں نے جواب دیا،

''جب میں یہاں کا نگران بنا تو ایک دفعہ میں نے خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی کنویں کے اوپر کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں پانی کا ڈول ہے۔ طالب علم لائن بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ سب کے ڈول میں پانی بھرتے جاتے ہیں۔ میں نے اس وقت موجود تمام طلباء کو دیکھا لیکن اس کی شکل نہیں دیکھی تھی، اس طرح میں پہچان گیا کہ یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے۔''

پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب دارالعلوم کے تمام اساتذہ اور طلباء حتیٰ کہ کام کرنے والے دربان درجہ کے لوگ بھی صاحبِ نسبت یعنی اولیاء اللہ ہوا کرتے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ وجہ یہ تھی کہ وہ طلبِ علم میں سچے تھے۔ ان کے دلوں میں علم حاصل کرنے کا اتنا جذبہ اور شوق ہوتا تھا کہ وہ دن رات اسی کام میں منہمک رہتے تھے۔

امام شافعیؒ امام مالکؒ کی خدمت میں

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلاف ؒ کے دل میں علم حاصل کرنے کی ایسی سچی تڑپ پیدا کر دی تھی کہ جب استاد کوئی بات کہہ دیتے تھے تو وہ اسی وقت اس بات کو اپنی یادداشت کا حصہ بنا لیا کرتے تھے...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک اونچے قد کے شخص نے بیٹھ کر کہنا شروع کر دیا۔

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

تو میں سمجھ گیا کہ یہی وہ شخص ہیں کہ جن کو امام مالک کہتے ہیں۔ اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو املاء کروا رہے تھے۔ سب لوگ حدیث پاک کو سن کر لکھ رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں چونکہ مسافر تھا اس لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ قریب ہی ایک تنکا پڑا تھا۔ میں نے وہ اٹھایا اور میں نے تنکے کے ساتھ اپنی ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا تا کہ مجھے ان کے ساتھ مشابہت نصیب ہو جائے۔ کیونکہ

من تشبه بقوم فهو منهم

[جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو انہیں میں شمار ہوتا ہے]

جب اگلی نماز کا وقت ہوا تو امام صاحب نے درس حدیث موقوف کیا اور طلباء اٹھ کر نماز کی تیاری کرنے لگے۔ میں وہیں بیٹھا رہا۔ جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے پاس بلا لیا اور پوچھا، بھئی! آپ یہ کیا کر رہے تھے؟ میں نے کہا کہ میں اپنی ہتھیلی پر حدیث لکھ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا، مجھے دکھاؤ۔ میں نے کہا، حضرت! وہ قلم تو نہیں تھا، وہ تو ایک تنکا سا تھا۔ فرمایا، بھئی! یہ تو ادب کے خلاف ہے۔ میں نے کہا، حضرت! میں ظاہر میں تو ہتھیلی پر تنکا چلا رہا تھا مگر حقیقت میں اپنے دل میں یہ مضمون لکھ رہا تھا۔ حضرتؒ نے پوچھا، کیا مطلب؟ میں نے کہا، حضرت! آپ نے جو کچھ کہا وہ مجھے سب یاد ہے۔ حضرت نے

فرمایا، میں نے ایک سو سے زیادہ حدیثیں املاء کروائی ہیں، ان میں سے اگر تم آدھی بھی سنا دو تو بڑی اعلیٰ بات ہے۔ فرمانے لگے کہ انہوں نے تو آدھی کہا مگر میں نے پہلے نمبر سے حدیث پاک سند اور متن کے ساتھ سنانی شروع کی، جتنی لکھوائی تھیں وہ سب کی سب زبانی یاد تھیں، لہٰذا میں نے ساری حدیثیں ان کو زبانی سنا دیں۔

امام بخاریؒ کا مجاہدہ

جو حضرات محنت و مجاہدہ کے ساتھ طلب علم میں لگتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشیں ہوتی ہیں اور انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے قبولیت نصیب ہو جاتی ہے۔ ان حضرات نے علم کے حصول میں ایسے مجاہدے کئے کہ انہوں نے اپنی ضروریات کو کم کر دیا تھا۔ آج تو بعض طلباء ایسے ہوتے ہیں جو اپنی خواہشات کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ امام بخاریؒ نے بیس سال تک یہ معمول رکھا کہ وہ چوبیس گھنٹوں میں مغز بادام کے سات دانے کھا لیتے تھے اور انہی پر ان کا پورا دن گزر جاتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے طلبِ حدیث میں کوفہ کے اتنے چکر لگائے کہ وہ میری گنتی سے بھی باہر ہو گئے۔ اب آج دیکھئے کہ ان کو اللہ رب العزت نے کیا شان عطا فرمائی کہ آج بخاری شریف کے افتتاح کی محفل ہے۔ وہ حضرات علم حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہے ہوتے تھے جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ان کو اتنی عظمت عطا فرمایا کرتے تھے۔

علماء کی استقامت کو سلام

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے قرآن کی اور محبوب ﷺ کے فرمان کی حفاظت کی۔ یہ حفاظت دو طرح سے ہوتی ہے۔

(۱) یادداشت کے ذریعے سے

(۲) اپنی زندگی میں لاگو کرنے کے ذریعے سے

ان حضرات نے شریعت کے احکام کو عملی طور پر اپنے اوپر لاگو کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (المائدة: ۴۴)

[اور درویش اور علماء، اسلئے کہ وہ نگران ٹھہرائے گئے ہیں اللہ کی کتاب پر]

رب والے، جن کو ہم اللہ والے کہتے ہیں۔ احبار، حبر کی جمع۔ علم والے۔ یعنی علماء اور صلحاء۔ ان کا فرض منصبی کیا ہے؟ یہ اللہ رب العزت کی کتاب کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوا گا کہ پل کی حفاظت کرنے کے لئے پولیس ہوتی ہے۔ جس طرح پولیس پل کی حفاظت کے لئے ڈیرے ڈالے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح علماء قرآن مجید کی حفاظت کے لئے ایک ایک آیت پر ڈیرے ڈال لیتے ہیں۔ وہ کسی مفتری کو اس کے مضامین میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر کوئی کوشش کرتا بھی ہے تو وہ حق اور باطل کو واضح کر دیتے ہیں۔ یہ انکا فرض منصبی ہے۔

یہ چیز کب پیدا ہوتی ہے؟

جب وہ اس کتاب کو خود مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم: ۱۲)

[اے یحییٰ علیہ السلام کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو]

اس کا کیا مطلب؟ کیا یہی مطلب ہے کہ ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ لیجئے؟ نہیں بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اس کی تعلیمات کو مضبوطی کے ساتھ اپنی زندگی کے ساتھ میں لاگو کر لیجئے۔ یہ تمسک بالکتاب ہے۔

تمسک بالکتاب والسنۃ فقط الفاظ پڑھنے سے نصیب نہیں ہوتا۔ اسی لئے جس کا عمل نہ ہو اس کے بارے میں قرآن مجید نے کہا،

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعة : ۵)

[جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹ پر اٹھائے چلتا ہے کتابیں]

تو جو علم نافع ہوتا ہے وہ ایسا علم ہوتا ہے جس پر انسان کا عمل ہوتا ہے۔ اسی لئے مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم وہ نور ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کئے بغیر چین نہیں آتا۔ اس لئے ہمارے اکابرین کی زندگیوں کو دیکھیں تو وہ سب آپ کو اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان کی زندگیوں میں تقویٰ و پرہیز گاری، اخلاقِ حمیدہ اور تواضع وانکساری نظر آئے گی۔

عزیز طلباء! یہ اہل حق کا ایک قافلہ ہے۔ اس قافلے کے سرخیل امام انبیائے کرام تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے تھے۔ ان کے بعد ان کے صحبت یافتہ اور پھر ان کے بعد ان کے صحبت یافتہ علماء وصلحاء۔ یہ ایک قافلہ ہے جو اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی گزار کے اس جہان سے اگلے جہان کی طرف جا رہا ہے۔ بہت سے لوگ دنیا میں آئے اور اپنی اخلاص بھری زندگی گزار کر چلے گئے۔ آج بھی ان مدارس میں ایسے طلباء اور علماء موجود ہیں جو فقط اللہ کی رضا کے لئے اپنی زندگیاں اس دین کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اکابرین میں سے کسی نے تیس سال، کسی نے پینتیس سال اور کسی نے چالیس سال تک حدیث پڑھائی۔ انہوں نے چٹائیوں پر بیٹھنا گوارا کیا اور جو روکھی سوکھی ملی اس کو کھا کر صبر شکر کر لیا۔ انہوں نے کبھی بھی حاکمِ وقت کی طرف نظر نہیں اٹھائی بلکہ انہوں نے یہ اللہ رب العزت کا احسان مانا اور انہی مدارس میں رہ کر حفاظت کتاب کو اپنا فرضِ منصبی سمجھا اور اس کی حفاظت کر کے دکھائی۔ ان حضرات کو اللہ رب العزت نے فضل اور کمال عطا کیا تھا۔ میں سلام کرتا ہوں ان علماء کی استقامت کو کہ جنہوں نے زندگی میں پیش آنے والی یہ مشقتیں برداشت تو کیں مگر حکومت کے دروازے دیکھنے کی بجائے اپنے رب کے دروازے کو دیکھا اور اسی

پر اپنی نظریں جمائے رکھیں۔

یہ کون لوگ تھے؟......

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ (الاعراف:۱۷۰)

[اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں کتاب کو]

انہوں نے جانیں تو دے دیں مگر کتاب وسنت کے خلاف عمل نہ کیا۔ اگر ان کی داستانیں پڑھنی ہوں تو تاریخ علمائے دیوبند پڑھ لیجئے۔ اس کے اوراق گواہی دے رہے ہیں کہ ان حضرات نے حفاظتِ دین کی خاطر کتنی قربانیاں دیں۔

طلبِ علم میں ایک شہزادے کا مجاہدہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ عاجز اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرے گا۔

ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا۔ وہ ابتدائے جوانی سے ہی بڑا نیکوکار اور پرہیزگار تھا۔ اس کے دل میں آخرت کی تیاری کا غم لگ گیا تھا۔ وہ محل میں رہتے ہوئے بھی سادہ کپڑے پہنتا اور دستر خوان پر خشک روٹی بھگو کر کھالیتا تھا۔ اس کو دنیا کی رنگینیوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ گویا وہ ایک درویش آدمی تھا۔ اب لوگ باتیں بناتے کہ یہ پاگل ہو گیا ہے۔ ایک دن بادشاہ کو کچھ لوگوں نے بہت ہی زیادہ غصہ دلا دیا کہ آپ اس کا خیال نہیں کرتے اور اس کو سمجھاتے نہیں لہٰذا آپ اس پر ذرا سختی کریں یہ سیدھا ہو جائے گا۔ اس نے بچے کو بلا کر کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھے اپنے دوستوں میں ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس نے کہا، ابا جان! اگر میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانی پڑتی ہے تو مجھے آپ اجازت دے دیجئے، میں علم حاصل کرنے کے لئے پہلے بھی کہیں جانا ہی چاہ رہا تھا، اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں چلا جاتا ہوں۔ بادشاہ نے غصے میں آکر کہہ دیا کہ چلے جاؤ۔ چنانچہ اس نے تیاری کر لی۔

اب بادشاہ نے اپنی بیوی کو بتایا لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ چنانچہ بچے نے کہا کہ اب تو میں نیت کر چکا ہوں لہٰذا اب نہیں رکوں گا۔ جب اس کی والدہ نے اس کا پختہ ارادہ دیکھا تو اس نے اسے ایک قرآن مجید دے دیا اور ایک انگوٹھی دے دی اور کہا، بیٹا! یہ دو چیزیں اپنے پاس رکھنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اگر تمہیں ضرورت پڑے تو انگوٹھی کو استعمال میں لے آنا۔ بچے نے وہ دونوں چیزیں اپنی والدہ سے لے لیں اور رخصت ہو گیا۔

وہ نوجوان اتنا خوب صورت تھا کہ لوگ اس کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے۔ اس کے سامنے دنیا کی سب نعمتیں موجود تھیں۔

......اگر وہ چاہتا تو عیاشی میں اپنا وقت گزارتا

......اگر وہ چاہتا تو محلات کی سہولت بھری زندگی گزارتا

مگر نہیں،

......اس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت تھی

......اس کے دل میں آخرت کا خوف تھا

......اس کے دل میں علم طلب کرنے کا شوق تھا

اس نے کہا، مجھے اس دنیاوی زندگی کی لذتیں نہیں لینی، مجھے تو دائمی لذتیں حاصل کرنی ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے محل کو چھوڑ کر چل پڑا۔ یوں وقت کے شہزادوں نے علم طلب کرنے کے لئے محلات کی زندگی کو بھی لات مار دی۔ اب اگر ان طلباء میں سے کوئی کسی امیر باپ کا بیٹا ہو تو وہ اس بات پر مان نہ کرے کہ میں اتنے بڑے گھر کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ ارے! اس راستے پر تو وقت شہزادے بھی چٹائیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت شناس ازد کہ بخدمت گزاشت

[اے دوست ! تو بادشاہ پر احسان نہ جتلا کہ تو اس کی خدمت کرتا ہے، اس کی خدمت کرنے والے لاکھوں ہیں، یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے خدمت کرنے کے لئے قبول کر لیا]

وہ محلات کو چھوڑ کر دور ایک ایسی بستی میں پہنچا جہاں علماء رہتے تھے۔ اس نے نیت یہ کی کہ میں مسجد میں اعتکاف کی نیت سے وقت گزاروں گا، صرف پڑھنے کے لئے استاد کی خدمت میں جاؤں گا اور ان پر بوجھ نہیں بنوں گا...... اس نے گزراوقات کے لئے یہ ترتیب بنائی کہ میں ہفتے میں ایک دن مزدوری کروں گا اور اس کے بدلے میں اتنے پیسے لوں گا جن سے چھ روٹیاں مل سکیں، میں روزانہ ایک روٹی پانی سے چبالیا کروں گا اور یوں میرے چوبیس گھنٹے گزر جائیں گے، چھ دن کے بعد میں ساتویں دن پھر مزدوری کر لوں گا...... چنانچہ وہ چھ دن استادوں کے پاس جا کر سبق پڑھتا تھا، ساتویں دن چھٹی ہوتی تھی، وہ اس دن مزدوری کر کے اپنے چھ دن کے کھانے کا انتظام کر لیتا تھا۔

ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے گھر بنانا تھا۔ میں مزدور کو لینے کے لئے مزدوروں کی جگہ پر پہنچا۔ میں نے وہاں ایک خوبصورت نوجوان کو بیٹھے دیکھا۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب میں نے اس کے چہرے کو دیکھا تو دل میں کہا،

مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِيْمٌ (یوسف: ۳۱)

[یہ کوئی آدمی نہیں یہ تو کوئی فرشتہ ہے]

وہ مزدور نہیں نظر آتا تھا بلکہ وہ دیکھنے سے اشراف کا بیٹا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، اے نوجوان ! کیا آپ بھی یہاں مزدوری کرنے کے لئے آئے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا، چچا جان ! ہم تو دنیا میں پیدا ہی مزدوری کے لئے ہوئے ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (البلد: ۴)

[تحقیق ہم نے انسان کو مشقت کے لئے پیدا کیا ہے]

میں نے کہا، مزدوری کرو گے؟ وہ کہنے لگا، جی کروں گا۔ مگر میری دو شرائط ہوں گی۔ میں نے پوچھا، کون سی؟ وہ کہنے لگا، چچا جان! میں آپ سے پورے دن کی اتنی مزدوری لوں گا۔ نہ اس سے زیادہ لوں گا اور نہ اس سے کم لوں گا...... یہ وہ مقدار تھی جس سے چھ روٹیاں آجاتی تھیں...... میں نے کہا، ٹھیک ہے، اب دوسری شرط بتائیے۔ وہ کہنے لگا، چچا جان! جب بھی نماز کا وقت ہو گا تو آپ مجھے کچھ نہیں کہیں گے میں تسلی سے نماز پڑھوں گا۔ وہ میرے مالک سے ملاقات کا وقت ہے، میں اس وقت disturbance (مداخلت) برداشت نہیں کرتا...... اگر یہ شرطیں آپ کو منظور ہیں تو میں مزدوری کے لئے حاضر ہوں۔

وہ کہنے لگا کہ میں اسے لے آیا۔ شام کو دیکھا تو اس اکیلے نے کئی آدمیوں کے برابر کام کیا تھا۔ میں بڑا حیران ہوا، میں نے اس کا کام دیکھ کر اس کو زیادہ مزدوری دینا چاہی۔ مگر اس نے کہا، چچا جان! میں نے کہا نہیں تھا کہ میں زیادہ بھی نہیں لوں گا اور کم بھی نہیں لوں گا۔ چنانچہ اس نے طے شدہ مزدوری لی اور چلا گیا۔ میں نے نیت کر لی کہ اگلے دن اسی کو لاؤں گا۔

جب میں اگلے دن پہنچا تو وہ مزدوروں کی جگہ پر نہ ملا۔ میں نے وہاں پر موجود مزدوروں سے پوچھا کہ وہ تلاوت کرنے والا مزدور کہاں ہے؟ انہوں نے کہا، جناب! وہ تو طالب علم ہے، وہ قرآن وحدیث پڑھتا ہے، ہفتے میں ایک دن اساتذہ چھٹی کرتے ہیں، اس دن وہ مزدوری کر کے اپنے چھ دنوں کے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے کیونکہ وہ مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہتا ہے، وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ میں نے کہا، اچھا! میں ایک ہفتہ انتظار کر لیتا ہوں۔

جب میں اگلے ہفتے اسی دن پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان پھر بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگے کہ میں اسے اپنے گھر لے آیا مگر میں نے نیت کی کہ میں دیکھوں گا کہ اس

نوجوان کے پاس کیا ہنر ہے کہ جس کی وجہ سے یہ تھوڑے وقت میں زیادہ آدمیوں کے برابر کام کر لیتا ہے۔ چنانچہ میں نے چھپ کر دیکھا تو ایک عجیب منظر تھا۔ لوگوں کو تو ایک ایک اینٹ رکھنے میں وقت لگتا ہے...... اینٹ رکھو، پھر سیدھا کرو اور پھر جماؤ...... اس کو میں نے دیکھا کہ وہ گارا ڈال کر اینٹ رکھتا جاتا اور وہ بالکل سیدھی چڑھ جاتی تھی۔ میں نے کہا کہ اس بندے کے ساتھ واقعی اللہ کی مدد ہے لہٰذا اب میں اپنا مکان اسی سے بنواؤں گا۔

فرماتے ہیں کہ جب اگلے ہفتے میں اسے لینے گیا تو اس کو پھر موجود نہ پایا، میں نے مزدوروں سے پوچھا، بھئی! وہ مزدور کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا، جناب! وہ بیمار ہے اور وہ مسجد میں ہی لیٹا ہوا ہے۔ میں مسجد میں چلا گیا، میں نے دیکھا کہ وہ سر کے نیچے اینٹ رکھ کر چٹائی کے اوپر لیٹا ہوا ہے اور اسے اتنا شدید بخار ہے کہ اس کی شدت کی وجہ سے اس کا جسم سرخ اور گرم ہے۔ میں اسکے پاس بیٹھ گیا اور میں نے محبت سے اس کے سر کے نیچے سے اینٹ ہٹا دی اور اس کے سر کو اپنی گود میں ڈال دیا۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہنا شروع کر دیا، اے نوجوان! تو مجھے پیغام بھیج دیتا، میں تیرے لئے دوائی کا بندوبست کر دیتا۔ جب میں نے یہ کہا تو اس نے جواب دیا، چچا جان! جس طبیب نے شفا دینی تھی اسی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ میں اسکا یہ جواب سن کر حیران ہوا۔ پھر میں نے کہا، ہم آپ کے لئے اچھے ٹھکانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس نے کہا، نہیں، میں وہ مسافر ہوں کہ جس کی منزل قریب ہے مگر میرے پاس توشہ تھوڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا، چچا جان! میرا وجدان بتاتا ہے کہ میرا وقت تھوڑا رہ گیا ہے، اب میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ میرے پاس ایک امانت ہے آپ میرے بعد پہنچا دیجئے گا۔ میں نے پوچھا، کون سی؟ کہنے لگا، یہ قرآن مجید ہے انگوٹھی ہے۔ یہ وقت کے بادشاہ کو دے دینا۔ اس کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ سے مناجات

کرنی شروع کردی۔ وہ مناجات میں کہنے لگا،

''اے مالک تو جانتا ہے کہ میں نے محلات کے عیش و آرام کی زندگی پر لات ماری ور میں تیری طلب میں اس جگہ پر حاضر ہوا، میں نے تیری خاطر یہ مشقتیں برداشت کیں، اب تیرے دربار میں میری حاضری کا وقت ہے، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تو بھی مجھے رد نہ کر دے، تیرے در کے سوا میرے لئے تو کوئی دوسرا در نہیں، اے مالک ! میرے اوپر رحم فرمانا، میں وہ مسافر ہوں جس کا سفر لمبا اور اس کے پاس توشہ تھوڑا ہے۔''

اس نے ایسی ایسی باتیں کیں کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسی دوران اس نے کلمہ پڑھا اور اس نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی...... وہ کہنے لگے کہ تب مجھے پتہ چلا کہ جس شہزادے کی باتیں ہوتی تھیں، یہ وہی شہزادہ تھا اور علم حاصل کرنے کے لئے اتنی مشقتیں برداشت کرر ہا تھا...... اللہ اکبر!!!

وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس نوجوان شہزادے کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا اور پھر میں ہارون الرشید کے پاس گیا۔ اس وقت اس کی سواری گزر رہی تھی۔ میں نے اسے کہا، اے امیر المومنین ! آپ کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے قرابت داری کا واسطہ آپ میری ایک بات سن لیجئے۔ اس نے سواری روکی تو میں نے اسے قرآن مجید اور انگوٹھی دکھا دی۔ دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر اس نے کہا، اچھا محل میں آ جاؤ۔ جب میں اس کے پاس محل میں پہنچا تو وہ کہنے لگا، اے اجنبی ! مجھے لگتا ہے کہ تو میرے لئے کوئی غم کی خبر لایا ہے، بتا میرے بیٹے کے ساتھ کیا ہوا؟

میں نے اسے تفصیلی واقعہ سنایا کہ وہ چھ دن علم حاصل کرتا تھا اور ساتویں دن مزدوری کرتا تھا، وہ مشقت تو اٹھاتا تھا مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا، اور اس حال میں کہ مسجد میں چٹائی اس کے نیچے تھی اور اینٹ کا سرہانا بنایا ہوا تھا، اس نے کلمہ

پڑھا اور اللہ کے حضور پہنچ گیا۔

جب ہارون الرشید نے یہ باتیں سنیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور وہ کہنے لگا، میرے بیٹے! تو عمر میں چھوٹا تھا لیکن تو نے وہ بات سمجھ لی جو تیرے بوڑھے باپ کو سمجھ نہ آسکی۔

یہی وہ لوگ تھے جن کو قیامت کے دن اس کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا کہہ کر اٹھایا جائے گا...... یہی وہ لوگ ہیں جن کی زندگی گواہی دیتی تھی کہ واقعی ان کے دل میں سچی طلب تھی...... درحقیقت طالب علم وہی ہوتے ہیں جو دلوں میں یہ عہد کر چکے ہوتے ہیں کہ اب ہم نے اپنی زندگی قال اللہ اور قال الرسول کے لئے وقف کر دی ہے۔ ان کو اس سے کیا غرض کہ ہمیں کھانے کو کیا ملتا ہے، رہنے کی جگہ کہاں ملتی ہے، بلکہ ان کے نزدیک یہ چیزیں عارضی بن جاتی ہیں اور مقصد اصلی بن جاتا ہے۔ ان کے نزدیک اصل چیز علم حاصل کرنا ہے۔ یہ حضرات دن رات چوبیس گھنٹے مستعد اور تیار ہوتے ہیں۔

عزیز طلباء! جو آج بخاری شریف کی ابتدا کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ آپ کی تعلیم کا عمومی طور پر آخری سال کہا جاتا ہے، اب اس سال میں ان اکابر کی مثالوں کو سامنے رکھیں اور اسی شوق اور جذبے کے ساتھ علم حاصل کریں اور اس پر عمل کرتے رہیں، پھر دیکھیں کہ اللہ رب العزت کی رحمتیں اور برکتیں کیسے اترتی ہیں۔ رب کریم ہمیں بھی ان طلباء کی برکتوں کے صدقے اپنی رحمتوں سے نوازے اور ہمارے سینوں کو علم کے نور سے منور فرمائے۔

اللہ کے ولی طلباء کی خدمت میں......!!!

ان طلباء کا اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مقام ہوتا ہے...... حضرت خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد ہیں ان کی ایک بات ابھی ذہن میں آتی ہے، وہ اس مضمون سے ہی متعلق ہے اس لئے وہ بھی آپ حضرات کی

خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

ایک مرتبہ خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہی کسی مرید نے کہا کہ جی ہمارے شیخ تو ایسے ہیں کہ جن کو اللہ نے ایسے ایسے مریدین عطا کیے اور یہ یہ مقامات عطا کیے، اور حضرت اس پر خاموش رہے۔ اب اتنی خاموشی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اوپر آزمائش آگئی۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتِ الْمُقَرَّبِيْنَ

[عام نیکوں کی نیکیاں مقربین کے حق میں سیئات کا درجہ رکھتی ہیں]

جی ہاں! جب بڑوں کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے تو پھر اللہ رب العزت کے ناز بھی زیادہ ہوتے ہیں ...... جی ہاں! یہ بھی خود پسندی میں شامل ہے کہ دوسرے نے تعریف کی اور آپ خاموش رہے، اسے روکا کیوں نہیں؟ ...... چنانچہ آزمائش کے طور پر ان پر قبض کی کیفیت آگئی۔

سب کیفیات ختم ہو گئیں۔ جس کی وجہ سے آپ کئی دن روتے رہے۔ آپ نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ اے میرے مالک! میری کس غلطی کی وجہ سے یہ کیفیتیں بند ہو گئیں، آپ مجھ پر واضح فرما دیجئے۔ بالآخر آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ یہ اس وجہ سے کیفیت پیش آئی ہے اور اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ کے قریب ایک مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے بچے اللہ کا قرآن پڑھتے ہیں، آپ جائیں اور ان طلباء سے دعا کروائیں، ان کی دعا کی برکت سے وہ چیزیں پھر آپ کو نصیب ہو جائیں گی۔

چنانچہ آپ صبح اٹھے اور اس مدرسے میں گئے۔ جب خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو ادب کی وجہ سے استاد بھی کھڑے ہو گئے اور شاگرد بھی کھڑے ہو گئے کہ خواجہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ خواجہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے کہ آپ مجھے اللہ کا بڑا ولی سمجھ کر کھڑے ہو رہے ہو اور میری حالت یہ ہے کہ مجھے خواب میں

حکم ہوا ہے کہ میں دعا کروانے کے لئے آپ حضرات کے پاس جاؤں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ حضرات کا بڑا مقام ہے۔

اس کے بعد چھوٹے چھوٹے بچوں نے مل کر دعا کی اور اللہ رب العزت نے خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ کیفیات پھر واپس کر دیں......اللہ اکبر

پروردگار عالم آج کی اس محفل میں ہماری حاضری قبول فرمالے اور ہمیں بھی اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالے۔

کون مقبول ہے کون مردود ہے
بے خبر! کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے
جب تلیں کے عمل سب کے میزان پر
تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

اس وقت تک ہمیں علم کو حاصل کرنے کی کوششیں کرنی ہیں اور اپنے رب کو منانا ہے۔ پروردگار ہماری ان کوششوں کو قبول فرمالے۔ (آمین ثم آمین)

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

مناجات

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص
یا کوئی ہم سے گفتگو نہ کرے
دیکھ لے جلوہ تیرا جو اک بار
غیر کی پھر وہ آرزو نہ کرے
تیری چوکھٹ سے مانگنے والا
شکوے دنیا کے روبرو نہ کرے
پڑھ کے یدعو کا لفظ مؤمن
کیسے جنت کی آرزو نہ کرے
عشق نبوی ﷺ ہے جس کا سرمایہ
اتباع کیسے ہوبہو نہ کرے
رات دن نعمتیں جو پائے فقیرؔ
تذکرے کیوں وہ چار سو نہ کر

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ
صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. ٥

آذان کے فضائل

یہ بیان رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۰ء کو مسجد نور لوسا کا (زیمبیا) میں دوران اعتکاف ہوا۔ مخاطبین میں علماء، صلحاء اور عوام الناس کی کثیر تعداد تھی۔

اقتباس

پروردگار نے مؤذن کو حکم دیا کہ اے میرے بندے! تم میری مخلوق کو میرے گھر کی طرف بلاؤ اور کہو کہ آؤ اس پروردگار کی طرف......

اللہ اکبر...... جس کی عظمت آگ اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے،

اللہ اکبر...... جس کی عظمت ہوا اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے،

اللہ اکبر...... جس کی عظمت پانی اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے،

اللہ اکبر...... جس کی عظمت زمین اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے،

اس لئے جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو فوراً احساس پیدا ہونا چاہیے کہ ہمیں کس پروردگار کی طرف بلایا جارہا ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

آذان کے فضائل

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (حٰم السجدة : ۳۳)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَo وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَامُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

نماز دین اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے، اوراس کے لئے دن میں پانچ دفعہ آذان کی صورت میں پکارا جاتا ہے۔آج اسی آذان سے متعلقہ کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔

آذان کا لغوی معنی ہے اعلان کرنا اصطلاح میں آذان چند مخصوص کلمات کا نام ہے۔ جنکے ذریعے لوگوں کونماز کیلئے بلایا جاتا ہے۔

آذان کی ابتداء

شروع شروع میں چونکہ صحابہ کرامؓ کی تعداد تھوڑی تھی،اس لئے باجماعت نماز کیلئے وقت معینہ پرجمع ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ جب صحابہ کرامؓ کی تعداد بڑھ

گئی تو وقت معینہ پر لوگوں کو باجماعت نماز کیلئے بلانے کے اہتمام کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس سلسلے میں فکر مند تھے۔ اسی فکر کے تحت صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ نماز کیلئے لوگوں کو کیسے جمع کیا جائے۔ کسی نے کہا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا بلند کر دیا جائے، جو اس کو دیکھے گا وہ دوسرے کو خبر دے گا۔ لیکن یہ تجویز آپ کو پسند نہ آئی۔ کسی نے کہا ایک نرسنگھا بنوا لیجئے جیسا کہ یہودیوں کے ہاں ہوتا ہے۔ آپ نے اس کو بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ تو یہودیوں کا طریقہ ہے۔ پھر آپ کے سامنے ناقوس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ نصاریٰ کا طریقہ۔ اسی غور وفکر میں مجلس ختم ہوئی۔ عبداللہ بن زید ﷜ ایک صحابی ہیں وہ گھر واپس آئے لیکن وہ اس فکر میں رہے جس میں رسول اللہ ﷺ تھے۔ ان کی اس فکر کی وجہ سے خواب میں انہیں اذان سکھا دی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ اگلے دن صبح کو انہوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب سے باخبر کیا اور کہا، یا رسول اللہ! میں خواب اور بیداری کی حالت میں تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے مجھے اذان سکھا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب ﷜ بھی اس سے پہلے آذان کو خواب میں دیکھ چکے تھے۔ مگر وہ چھپائے رہے اور عبداللہ بن زید ﷜ کے بیس دن بعد خواب نبی علیہ السلام کے سامنے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہیں بیان کرنے سے کس چیز نے روکے رکھا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ عبداللہ بن زید ﷜ نے مجھ سے پہلے خواب بیان کر دیا۔ اس لئے بعد میں بیان کرنے میں مجھے شرم محسوس ہوئی۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! اٹھو اور جس طرح عبداللہ بن زید ﷜ بتاتے جائیں۔ تم اسی طرح کرتے جاؤ لہٰذا حضرت بلال ﷜ نے آذان دی۔ یوں آذان کی ابتدا ہوئی۔

بارگاہِ نبوت کے چار مؤذن

بارگاہِ نبوت میں چار حضرات نے مؤذن ہونے کا رتبہ پایا۔

(۱)......ایک حضرت بلال ﷜ تھے، ان کے بارے میں بہت سی باتیں معروف ہیں۔

(۲)......دوسرے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک مرتبہ وہ لڑکپن کی عمر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی نقل اتار کر لڑکوں کو ہنسا رہے تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے قریب سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو پاس بلایا۔ چھوٹے بچے تو ڈر کے مارے بھاگ گئے اور یہ کھڑے رہے۔ نبی علیہ السلام نے قریب آ کر ان کو بالوں سے پکڑ لیا اور فرمایا، ابومحذورہ! تو جو کہہ رہا تھا اب پھر کہہ۔ انہوں نے پہلے تو تھوڑا سا تامل کیا لیکن جب دیکھا کہ بال پکڑے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں تو انہوں نے اذان کے الفاظ کہنے شروع کر دیئے۔ جب انہوں نے اذان مکمل کر لی تو نبی علیہ السلام نے وہ بال چھوڑے اور فرمایا، جاؤ۔ لیکن وہ عرض کرنے لگے، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اب میں کہاں جاؤں، جہاں آپ جائیں گے ابومحذورہ بھی وہاں جائے گا۔ سبحان اللہ۔

یہاں سے علماء نے ایک مسئلہ نکالا کہ اگر کوئی کافر اپنے ارادے سے اذان دے دے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔ علمائے کرام اسی طرح قرآن و حدیث کی باتوں میں سے مسائل اخذ کرتے ہیں۔ اسی کو تفقہ کہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ فقہاء مسائل کے جواب بناتے نہیں بلکہ مسائل کے جواب بتاتے ہیں۔ بنانا تو اس چیز کو پڑتا ہے جو پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن و حدیث کے اندر پہلے سے ہی مسائل کے جواب موجود ہوتے ہیں، فقہاء عوام الناس کو وہ جواب بتا کر ان کی پریشانیوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ گویا وہ جوابات قرآن وحدیث کے اندر موتیوں کی طرح لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور فقہائے امت غوطہ لگا کر ان موتیوں کو نکال دیتے ہیں۔ اسی لئے ابن داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امت پر یہ بات فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعا کیا کرے، کیوں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اصول فقہ کو متعین کر کے اور چھ لاکھ مسائل کو اکٹھا کر کے امت کے لئے عمل کا راستہ آسان کر دیا۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ ان کے جن بالوں کو نبی

علیہ السلام نے پکڑا تھا یہ ان بالوں کو کٹوایا نہیں کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ان بالوں کو میرے محبوب ﷺ نے تھاما تھا اس لئے یہ یادگار ہیں، لہٰذا میں ان کو پوری زندگی نہیں کٹواؤں گا۔

(۳)...... بارگاہِ نبوت کے تیسرے مؤذن حضرت سعد بن قرظ ﷛ تھے اور

(۴)...... چوتھے مؤذن حضرت عمر بن ام مکتوم ﷛ تھے۔

عظمتِ الٰہی کا پرچار

اذان کے ذریعے اللہ رب العزت کی عظمت بیان کی جاتی ہے۔ آپ غور کیجئے کہ اذان میں چار مرتبہ کہا گیا...... اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر..... اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کے پیچھے ایک حکمت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ کائنات چار عناصر سے مل کر بنی ہے...... آگ، پانی، ہوا اور مٹی...... آج کے دور میں ان کو عناصر کی بجائے اجزاء کہنا چاہیے۔ ان اجزاء میں سے ہر ہر جزو کی اپنی طاقت ہے۔

(۱) آگ کی طاقت

پہلا جزو آگ ہے، اس کی اپنی ایک طاقت ہے۔ جب یہ جنگلوں میں لگ کر پھیلتی ہے تو پھر انسان اس کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر......

☆...... امریکہ کے جنگلوں میں جب آگ لگتی ہے تو دو دو مہینے تک وہ آگ جلتی رہتی ہے اور کوئی اسے بجھا نہیں سکتا۔

☆...... ہمارے ایک دوست فضائی سفر کر رہے تھے۔ سمندر کے اوپر سے گزرتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ نیچے آگ کے بڑے بڑے شعلے تھے۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ آگ کہاں سے آ گئی۔ انہوں نے سٹاف سے پوچھا۔ سٹاف نے کہا کہ کیپٹن سے پوچھ کر آتے ہیں۔ جب کیپٹن سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہاں سمندر کے اندر تیل کے پٹرول

کا چشمہ ہے اور اس کے اوپر اس کی گیس ہے۔ ایک مرتبہ اس پر آسمانی بجلی گری اور اسے آگ لگ گئی۔ اب نیچے سے پٹرول سپلائی ہو رہا ہے اور اوپر سے آگ لگی ہوئی ہے۔ اسے اب اللہ ہی بجھائے گا کیونکہ یہ بندوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

☆...... ہم لوگ قزاقستان میں سفر کر رہے تھے۔ ایک جگہ سے گزرتے ہوئے ہم نے آگ کا ایک شعلہ دیکھا جو ہمارے حساب سے کئی فرلانگ اونچا تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے آگ کا ایک کالم (ستون) ہے۔ ہم نے آگ کا اتنا بڑا کالم اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ساتھ والے سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا جی یہاں تیل کا کنواں کھودا گیا تھا۔ جب بالکل آخری مراحل میں تھا تو اس میں کسی ٹیکنیکل فالٹ (فنی خرابی) کی وجہ سے آگ لگ گئی۔ اب نیچے سے پریشر سے تیل آرہا ہے اور اس کو آگ لگی ہوئی ہے۔ دو سال تک رشیا کی سپر پاور اس کو بجھانے کی کوشش کر رہی، بالآخر دو سال کے بعد تھک ہار کر انہوں نے پوری دنیا میں اعلان کروا دیا کہ اگر دنیا کا کوئی ملک اس آگ کو بجھانے میں مدد دے گا تو آگ بجھنے کے بعد جتنا تیل نکلے گا ہم اسے آدھا آدھا کر لیں گے۔ لیکن آج تک دنیا کا کوئی ملک اس کو نہیں بجھا سکا۔

(۲) پانی کی طاقت

دوسرا جزو پانی ہے۔ اس کی اپنی ایک طاقت ہے اور اس اپنی مخلوق ہے۔ اس کے اندر بڑی بڑی مچھلیاں ہوتی ہیں۔ نیویارک کے ایک Aquarium (مچھلی گھر) میں لکھا ہوا ہے کہ ایک وہیل مچھلی جب پیدا ہوتی ہے تو ہر دن میں اس کا وزن ایک سو کلو گرام کے حساب سے بڑھ رہا ہوتا ہے ...... سمندر میں اتنی بڑی بڑی مچھلیاں ہوتی ہیں کہ کئی مرتبہ چھوٹے جہاز مچھلیوں کے اوپر لنگر انداز ہو جاتے تھے ...... سمندر کے اندر ایک عجیب ہی جہان ہے۔ اس عاجز کو سمندر کے اندر سیر کرنے کا موقع ملا۔ ایسے لگتا ہے کہ جتنے عجوبے زمین کے اوپر ہیں شاید اس سے زیادہ عجائب زمین سے نیچے ہیں۔

پانی کی طاقت بھی اپنی ہے۔ مثال کے طور پر......

☆ ...... جب چاند کی چودہ تاریخ ہوتی ہے تو اس وقت سمندر میں سب سے زیادہ ہائی ٹائیڈ ہوتا ہے۔ ہائی ٹائیڈ کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت سمندر کے پانی کی لہریں بہت زیادہ اونچی ہو جاتی ہیں۔ اس وقت یہ ہوتا ہے کہ جب لہر آتی ہے اور جہاز اس کے سامنے ہوتا ہے تو وہ جہاز اسکے ساتھ ہی ۴۵ سے ۶۰ درجے زاویے پر جھک جاتا ہے اور جب لہر گزر جاتی ہے تو پھر جہاز سیدھا ہو جاتا ہے، گویا پورا جہاز ۴۵، ۶۰ ڈگری کے زاویے پر مسلسل جھول رہا ہوتا ہے۔ اس وقت بڑے بڑے جہاز بھی رک جاتے ہیں اور لہروں کے نارمل ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔

☆ ...... سائنسدانوں نے لکھا ہے کہ اگر ہائی ٹائیڈ ۶۰ کے زاویے سے نیچے نیچے رہے تو جہاز دوبارہ سیدھا ہو جاتا ہے اور اگر ۶۰ کے زاویے سے اوپر کی ٹائیڈ آ جائے تو جہاز الٹ جاتا ہے اور جہاز میں سوار تمام افراد سمندر کے اندر چلے جاتے ہیں ...... جب ہائی ٹائیڈ کی وجہ سے جہاز یوں کر [illegible] اور چاروں طرف لہریں ہی لہریں ہوں تو اس وقت کافر اور مشرک بھی دل کی گہرائیوں کے ساتھ بڑے خلوص سے اللہ ہی کو پکار کر کہتے ہیں کہ اے اللہ! اب تو ہی جان بچانے والا ہے۔ سبحان اللہ۔

☆ ...... دنیا کہتی تھی کہ ہم نے ٹائی ٹینک جہاز بنالیا ہے جو ڈوب ہی نہیں سکتا۔ جسے وہ ناقابل تسخیر کہہ رہے تھے اللہ رب العزت نے نہ صرف اسے بیچ سمندر کے ڈبو کے دکھایا بلکہ دو ٹکڑے بھی کر دیا۔ یوں اللہ رب العزت نے ان کے دعووں کو توڑ کر رکھ دیا ...... تو سمندر کی طاقت کا اندازہ اس بندے کو ہوتا ہے جس کو سمندر میں Travel (سفر) کرنے کا موقع ملا ہو یا اس نے ہائی ٹائیڈ کا کچھ تھوڑا سا منظر دیکھا ہو

☆ ...... جب سیلاب آتا ہے تو شہروں کے شہر برباد ہو جاتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت میں جو سیلاب آیا تھا اس نے روئے زمین کے تمام مکانات کو منہدم کر دیا

تھا۔

(۳) ہوا کی طاقت

کائنات کے اجزائے ترکیبی میں سے تیسرا جزو ''ہوا'' ہے۔ اس کی بھی اپنی ایک طاقت ہے۔ چند مثالوں پر غور کیجئے۔......

☆......قوم عاد پر ہوا کا عذاب آیا تھا۔ ایمان والوں کو محسوس ہوتا تھا کہ خوشگوار ہوا چل رہی ہے اور کفار کے لئے وہی ہوا اتنی سخت تھی کہ ان کو اس طرح ہوا کے تھپیڑے لگتے تھے کہ وہ زمین پر آ کر گرتے تھے۔ اگلے دن ان کی لاشیں زمین پر بکھری پڑی تھیں۔ قرآن عظیم الشان میں ہے کہ

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (الحاقة : ۷)

[جیسا کہ وہ تنے ہیں کھجور کے کھوکھلے]

تفاسیر میں ان کے قد وقامت اور طاقت کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ تک لمبے ہوتے تھے اور ان کی چھاتیوں کی چوڑائی تیس فٹ تک ہوتی تھی۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ

وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا (الشعراء:۱۴۹)

[اور وہ پہاڑوں کو کھود کر گھر بناتے تھے]

اور کہتے تھے کہ

مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (حم السجدة:۱۵)

[کون ہے ہم سے زیادہ طاقت والا]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو اپنی طاقت پر کتنا ناز تھا۔ واقعی ان کو اپنی طاقت پر بڑا مان تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (الفجر :۸)

[ایسی طاقت ورقوم پھر شہروں میں پیدا نہیں کی گئی]

وہ اتنی طاقت ورقوم تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب بھیجا تو ان کو یوں الٹ دیا جیسے کھجور کے تنے بکھرے ہوئے پڑے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَا وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (الفرقان : ۳۹-۳۸)

[اور عاد وثمود کو اور کنوئیں والوں کو اور ان کے درمیان بہت سے جماعتوں کو۔ اور سب کو ہم بیان کردیں مثالیں اور سب کو ہم نے غارت کر کے ہلاک کر دیا]

دیکھو، کتنا شاہانہ کلام ہے...!!!اللہ اکبر

پھر ایک اور جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا .(مریم : ۹۸)

[کیا تو آہٹ پاتا ہے ان میں سے کسی کی یا سنتا ہے ان کی بھنک]

☆......اب بھی دنیا کی سب سے بڑی سائنسی پاور میں ہوا کے عذاب آتے ہیں۔ ان کا نام انہوں نے ٹارنیڈو رکھا ہوا ہے۔ یہ ٹارنیڈو کیا ہوتا ہے؟......ہوا کئی سو میل کے دائرے میں گھوم رہی ہوتی ہے اور اتنی سخت ہوتی ہے کہ مکانوں کی چھتوں کو بھی اڑا کے لے جاتی ہے......ایک مرتبہ امریکہ کی ایک ریاست ٹیکساس میں ٹارنیڈو آیا۔ اس کی طاقت تیں نائٹروجن بموں سے بھی زیادہ تھی۔ اس نے مکانوں کی چھتوں کو اڑا کر رکھ دیا، کاروں کو اٹھا کر سینکڑوں میل دور پھینک دیا اور یوں چند لمحوں میں خوبصورت آبادیاں ویرانوں اور کھنڈرات میں تبدیل ہو گئیں۔

ہم نے ٹارنیڈو آنے کے بعد ٹیکساس میں خود جا کر یہ مناظر دیکھے۔ وہاں ایک گھر

کی ڈائننگ ٹیبل جس پر پندرہ سولہ افراد بیٹھ کر کھانا کھا سکتے تھے وہ درخت کی شاخ کے اوپر لٹکی ہوئی تھی۔ اتنی بڑی ٹیبل تو وزنی بھی بہت ہوتی ہے، اس کو تو دس بندے بھی آسانی سے نہیں اٹھا سکتے لیکن وہ ایک درخت پر اس طرح لٹک رہی تھی جیسے کسی بچے نے Candy (ٹافی) کو دور پھینک دیا ہو۔ اللہ اکبر.....!!!

اس ٹارنیڈو نے ایک کار کو ایک جگہ سے اٹھا کر تین سو کلو میٹر دور پھینک دیا۔ اس کا پتہ اس طرح چلا کہ جب وہ ٹارنیڈو آیا تھا تو اس وقت سے دو منٹ پہلے کار والے کو ٹکٹ دی تھی جس کی وجہ سے اس کا نام کمپیوٹر میں آ گیا تھا۔ جب وہ چلا تو ٹھیک دو منٹ کے بعد وہ اس جگہ سے تین سو کلو میٹر دور تھا۔

جب یہ عاجز اس ریاست کے دورے پر جانے لگا تو مجھے دوستوں نے پہلے وہاں جانے کی ٹریننگ دی۔ وہ کہنے لگے، حضرت! اگر وہاں آپ کی موجودگی میں کبھی ٹارنیڈو آ جائے تو آپ کار میں سے نکل کر زمین پر لیٹ جانا، کیونکہ اگر کوئی چیز زمین کے ساتھ بالکل چپکی ہوئی ہو تو ہوا اس کو نہیں اٹھاتی، لیکن اگر اوپر ہو تو Vaccum (خلاء) ہونے کی وجہ سے اس کو ہوا کھینچتی ہے۔ اس طرح ایک ٹارنیڈو کے اندر کئی کئی بلین ڈالر کا نقصان ہو جاتا ہے۔

(۴) مٹی کی طاقت

کائنات کا چوتھا جزو مٹی ہے۔ زمین کو مٹی کہتے ہیں۔ اس کی اپنی طاقت ہے اور ابھی ہمیں اس کا اندازہ نہیں ہے۔ جب زلزلہ آتا ہے تو زمین میں تباہی مچ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر......

☆......سولہویں صدی عیسوی میں چین کے صوبہ چنسی کے اندر ایک زلزلہ آیا تھا جس میں ایک دن میں آٹھ لاکھ آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔

☆......۱۹۹۴ء میں میں نے کیلیفورنیا کا دورہ کیا۔ اس وقت اس ریاست کے شہر لاس

اینجلس کے چوراہوں پر کئی کئی میٹر لمبے چوڑے Metallic Boards (لوہے کے بورڈ) دیکھے جن پر OH GOD (اے خدا!) لکھا ہوا تھا۔ جب چند جگہوں پر اس طرح لکھا دیکھا تو میں نے حیران ہو کر اپنے میزبان سے پوچھا، بھئی! OH GOD کا کیا مطلب ہے؟

وہ کہنے لگے، جناب! یہاں چند دن پہلے ۱۷ جنوری، ۱۹۹۴ء کو رات چار بجے تاریخ کا عبرتناک زلزلہ آیا تھا۔ اس زلزلے کا Epi centre (مرکز) سطح زمین سے نو کلو میٹر (9km) نیچے تھا۔ انجینئرنگ کے نقطۂ نظر سے اس زلزلے کی

Default Probability one in ten thousand

(وقوع پذیر ہونے کی امید دس ہزار میں سے ایک تھی)

تھی۔ اس لئے زلزلے کی قبل از وقت اطلاع دینے والے آلات بھی خاموش رہے اور انجینئرز بھی مطمئن تھے کہ یہ زلزلہ کبھی نہیں آئے گا۔ لیکن جب وہ آ گیا تو سپر پاور کی ٹیکنالوجی ناکام ہو کر رہ گئی ۔ وہ زلزلہ اتنا شدید تھا کہ خدا کی پناہ ۔ زلزلے کا Amplitude (بڑھاؤ) سات سے زیادہ تھا۔ ۴۵ سیکنڈ کا وقت یوں لگتا تھا کہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس وقت لوگ اپنے بستروں پر سوئے ہوئے تھے۔ ان کو اس وقت پتہ چلا جب وہ گیند کی طرح اچھل کر نیچے آ گرے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ اس زلزلے میں پرائیویٹ پراپرٹی کا نقصان کم ہوا اور سرکاری املاک کا نقصان زیادہ ہوا۔ حالانکہ انہوں نے ان عمارتوں کو ناقابلِ تسخیر ڈیزائن کے ساتھ بنایا تھا۔ مثال کے طور پر......

ہائی وے کے بڑے بڑے پل، انہوں نے ان کا اتنا Safety factor (سیفٹی فیکٹر) رکھا ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اب یہ ساری عمر کے لئے کافی ہیں ۔ ہاسپٹل کی بلڈنگ، ہسپتالوں کو بھی امریکی قانون کے مطابق Long life (لانگ لائف)

ڈیزائن پر تعمیر کیا جاتا ہے تا کہ بدترین صورتحال میں بھی ٹھیک رہیں۔ اگر کسی برے وقت میں ہسپتال کی بلڈنگ کو ہی نقصان پہنچ جائے تو Effected (متاثرہ) لوگوں کی دیکھ بھال کون کرے گا۔ اسی طرح پولیس اسٹیشن بھی (۱۰) Safety factor ten (سیفٹی فیکٹر ۱۰) کے تحت بنائے جاتے ہیں۔ جن کے گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ یہ بلڈنگ سب سے پہلے گری۔ اس عاجز نے خود اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھا۔

آپ یقین کریں کہ سب سے زیادہ نقصان انہی سرکاری عمارتوں کا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ دو دو میٹر چوڑے ستون تنکوں کی طرح ٹوٹے پڑے تھے۔ ہائی وے کے پل سو فٹ کی بلندی سے یوں نیچے جا گرے جیسے بچہ Candy (ٹافی) کو دور پھینک دیتا ہے۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ زلزلے کے Epi Centre (مرکز) سے تقریباً پچیس فٹ کے فاصلے پر ایک مسجد تھی جو بالکل محفوظ رہی۔ سبحان اللہ۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ یہ سترہ جنوری کی وہی رات تھی جب سپر پاور نے بغداد کے مقدس مقامات پر بم گرائے تھے۔ اس زلزلہ میں سرکاری نقصان کا اندازہ ۳۰ بلین ڈالرز لگایا گیا۔ اتنی ہی رقم کویت کی جنگ میں امریکہ نے کمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جھٹکے میں حساب برابر کر دیا۔

انہوں نے بتایا کہ زلزلہ کے آنے کے بعد ملک کے بڑے صاحب نے تقریر کی اور اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے کہنے لگا، ''مدر نیچر ہمارے ساتھ Co oprate (تعاون) نہیں کر رہی۔''

سائنسدانوں نے حکمرانوں سے کہا کہ تم اپنے پادریوں سے پوچھو کہ اگر کوئی نجا کا راستہ ہے تو ہمیں بتائیں۔ انہوں نے پوچھا، وہ کیوں؟ سائنسدانوں نے جوب دیا، جناب! یہ زلزلہ تو تھوڑا سا آیا تھا، ابھی کیلیفورنیا میں آٹھ سے دس لائیو فالٹس موجود ہیں۔

ان میں سے ایک فالٹ بہت بڑے زلزلے کا ہے جسے ہم نے Big One (بگ ون) کا نام دیا ہے، یہ زلزلہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔اس کا Epi Centre سطح زمین سے چند میٹر نیچے ہے لہٰذا نقصان کا اندیشہ بے حد وحساب ہے۔ اگر یہ Big One (بگون) آ گیا تو وہ کیلیفورنیا اور ہالی وڈ کے علاقے کو کاٹ کر سمندر کے اندر پھینک دے گا۔ کیونکہ جو زلزلہ آیا ہے اس سے اس علاقے کے چاروں طرف ایک لکیر لگ گئی ہے۔ وہاں سے زمین پھٹ چکی ہے اوراس کے اندر ایک سوراخ ہو چکا ہے اور وہ سوراخ نیچے تک نظر آتا ہے۔...... میں نے کہا کہ میں آپ کی بات تسلیم کرتا ہوں لیکن میں خود بھی دیکھنا چاہوں گا۔ وہ اللہ کا بندہ مجھے وہاں لے گیا اور میں نے اپنی آنکھوں سے زمین کے ٹکڑوں کو ایک دوسرے سے بالکل جدا دیکھا۔ جہاں تک نیچے دیکھو نظر جا رہی ہے، کتنی گہری ہے؟ اللہ جانے۔بس یوں سمجھو کہ چھوٹا سا جھٹکا لگا کر اس پورے ٹکڑے کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔...... جب وہ بگ ون آئے گا تو یہ پورا ٹکڑا سمندر کے اندر چلا جائے گا۔

وہ کہنے لگے کہ یہ سن کر حکومت کو پریشانی ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے پادریوں سے پوچھا کہ اب کیا کریں؟ پادریوں نے کہا کہ خدا کو یاد کریں۔انہوں نے پوچھا کہ خدا کو کیسے یاد کریں؟ تو پادریوں نے تجویز دی کہ حکومت بڑے بڑے چوراہوں پر اللہ کا نام موٹا موٹا لکھ کر لگائے تاکہ لوگ اللہ کو یاد کریں۔لہٰذا حکومت نے بڑے بڑے چوراہوں پر OH GOD (اے خدا!) لکھوا دیا تاکہ "بگ ون" نہ آئے۔سبحان اللہ۔

ہالی وڈ کا علاقہ فلمی اداکاروں اور ہم جنس پرستوں کی آبادی کا علاقہ ہے۔ جسے Sex centre of the world (دنیا کا جنسی مرکز) کہا جاتا ہے۔اللہ کی شان کہ ہمارے ایک دوست نے اس عاجز کا پروگرام ہالی وڈ میں رکھوا دیا۔ جب وہ مجھے لے جا رہا تھا تو میں حیران تھا کہ وہ مجھے کہاں لے کر جا رہا ہے۔میں سائن پڑھ کر اس سے پوچھتا کہ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ وہ کہتا، حضرت! وہاں پروگرام رکھا ہوا ہے۔اللہ کی شان کہ اللہ

نے وہاں بھی دین کا کام لیا۔ وہاں بھی بیان کیا۔ میرا خیال ہے کہ آنے والوں میں سے ۸۰ فیصد لوگوں نے شراب پی ہوئی تھی۔ مگر الحمدللہ کہ ان میں سے پچاس آدمیوں نے بیعت توبہ کی۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے نسبت کا نور وہاں بھی پہنچا دیا۔

اسی زلزلے کی وجہ سے وہاں ایک ہندو کی عمارت بھی گری۔ وہ ہندو انڈیا سے امریکہ پہنچا اور وہیں انجینئر بنا۔ اس نے ریئل اسٹیٹ کا کام شروع کر دیا۔ بڑا روپیہ کمایا۔ تیس بلین ڈالرز اس کے اپنے تھے۔ اس کی پانچ منزلہ بلڈنگ تھی۔ جب زلزلہ آیا تو وہ عمارت زمین میں بیٹھ گئی۔ جو نیچے منزل تھی وہ بالکل آپس میں مل گئی...... میں نے وہ عمارت گری ہوئی خود دیکھی...... یہ وہ بندہ تھا کہ جب پیسہ ملا تو یہ اللہ کے وجود کا بھی انکار کر بیٹھا اور اپنا مذہب بھی چھوڑ کر دہریہ بن گیا۔ پیسے کے نشے نے اس کو ہر چیز بھلا کر رکھ دی۔ اس بلڈنگ کے نیچے آکر جتنے لوگ مرے انہوں نے دعوے کر دیئے۔ اس کا ٹوٹل نکالا گیا تو تیس بلین ڈالرز بنا اور وہ اگلے دن فٹ پاتھ پر کھڑا تھا۔ امریکہ کے اخبارات میں اسکی اتنی بڑی بڑی تصویریں چھپیں کہ ایک آدمی نے جتنا کمایا ایک جھٹکے میں اس کا سب کچھ پرایا ہو گیا...... اس دنیا نے کتنے بادشاہوں کو بھیک مانگتے دیکھا اور کتنے غریبوں کے گھرانوں میں پیدا ہونے والوں کو تخت کی زینت بنتے دیکھا۔

تو بات چل رہی تھی کہ......

آگ کی اپنی مخلوق ور اپنی طاقت ہے۔

ہوا کی اپنی مخلوق اور اپنی طاقت ہے۔

پانی کی اپنی مخلوق اور اپنی طاقت ہے۔

زمین کی اپنی مخلوق اور اپنی طاقت ہے۔

جب اس طاقت کا اظہار ہوتا ہے تو پھر بندے کو یہ حساس ہوتا ہے کہ اس کی طاقت کتنی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان چار اجزاء سے کائنات کو بنایا اس لئے پروردگار نے

مؤذن کو حکم دیا کہ اے میرے بندے! تم میری مخلوق کو میرے گھر کی طرف بلاؤ اور کہو کہ آؤ اس پروردگار کی طرف......

اللہ اکبر...... جس کی عظمت آگ اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے۔

اللہ اکبر...... جس کی عظمت ہوا اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے۔

اللہ اکبر...... جس کی عظمت پانی اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے۔

اللہ اکبر...... جس کی عظمت زمین اور اس کی مخلوق سے بھی زیادہ ہے۔

اس لئے جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو فوراً احساس پیدا ہونا چاہیے کہ ہمیں کس پروردگار کی طرف بلایا جا رہا ہے۔

پروردگار کی عظمت کا خیال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب مؤذن کی اللہ اکبر سنتے تھے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ کسی نے پوچھا، حضرت! آپ اللہ اکبر سن کر بے اختیار کیوں رو پڑتے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے اپنے پروردگار کی عظمت کا خیال آ جاتا ہے۔ اس کی ہیبت میرے سامنے آ جاتی ہے اور میں اس کی عظمت اور ہیبت کے استحضار کی وجہ سے روتا ہوں۔

لمحہ فکریہ

اچھا، ایک بات بتائیے کہ اگر آپ کسی بندے کو پیغام بھجوائیں کہ میرے گھر آئیں اور وہ نہ آئے تو آپ کو غصہ آئے گا یا نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا۔ بعینہ اسی طرح جب اللہ رب العزت اللہ اکبر کے ذریعے اپنے بندوں کو اپنے گھر کی طرف بلوائیں اور بندے نہ جائیں تو اللہ تعالیٰ کو بھی جلال آئے گا یا نہیں آئے گا؟ یاد رکھیں کہ شیطان نے ایک سجدے سے انکار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دربار سے ہمیشہ کے لئے دھکا دے دیا، بے نمازی آدمی روزانہ چالیس سجدوں کا انکار کر رہا ہوتا ہے، اس کا کیا بنے گا؟ یہ تو

پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے محبوب ﷺ کی دعاؤں کے صدقے ہم پر پھر بھی رحمتیں نازل کی ہوئی ہیں ورنہ تو حدیث پاک میں کہہ دیا گیا ہے کہ بے نمازی کا حشر قیامت کے دن فرعون، قارون اور ہامان کے ساتھ کیا جائے گا۔ اس لئے جب اذان کی آواز سنیں تو فوراً متوجہ ہو جائیں کہ ہمارے پروردگار کی طرف سے بلاوا آرہا ہے۔

اذان کا جواب

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی اذان کی آواز سنے تو جیسے مؤذن اذان کہے ویسے ہی ساتھ کہتا رہے، سوائے اس کے کہ جب وہ **حی علی الصلوۃ** اور **حی علی الفلاح** کہے تو اس کے جواب میں ساتھ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** بھی پڑھ لے تاکہ شیطان بھاگ جائے اور بندے کے لئے نماز کی طرف جانا آسان ہو جائے۔ اذان کا اس طرح جواب دینے پر اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

خواب میں اذان دینے کی مختلف تعبیریں

☆......اگر کوئی آدمی خواب میں دیکھے کہ میں بے وقت اذان دے رہا ہوں تو ابن سیرینؒ نے اس کی تعبیر لکھی ہے کہ اس آدمی کو ذلت ملے گی کیونکہ اس نے بے وقت اذان دی۔

☆......ابن سیرینؒ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا، حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اذان دے رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا، تجھے عزت ملے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی کہا کہ حضرت! مجھے خواب آیا ہے کہ میں اذا دے رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا، تجھے ذلت ملے گی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ لوگوں نے پوچھا، حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا، قرآن مجید میں دو جگہ اذان کا لفظ ہے۔ ایک جگہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہے کہ

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (الحج :۲۷)

[اور میرے خلیل! لوگوں میں حج کے لئے اعلان کردو]

آواز لگانا آپ کا کام ہے اور لوگوں تک اس آواز کو پہنچانا میرا کام ہے۔ مجھے پہلے بندے میں نیکی نظر آتی تھی اس لئے میں نے اس آیت سے اس خواب کی تعبیر لی کہ اس کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح عزت ملے گی اور دوسرے آدمی میں فسق کے آثار نظر آتے تھے اور قرآن مجید میں ایک جگہ پر ہے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ٥(یوسف: ۷۰)

[پھر ایک ندا دینے والے نے ندا دی کہ اے قافلے والو! تم چور ہے]

اس لئے اس آیت سے میں نے یہ تعبیر لی کہ اس آدمی کو ذلت ملے گی۔

☆......اگر کوئی عورت خواب میں دیکھے کہ میں اذان دے رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیمار ہوگی، اس لئے کہ عورت کے لئے اذان دینا خلافِ شرع ہے۔ جب بغیر اجازت ایک کام کر رہی ہے تو وہ گویا فطرت سے ہٹ کر کر رہی ہے۔ اس لئے اس کا مطلب ہے کہ اسے صحت کی بجائے بیماری ملے گی۔

☆......ابنِ سیرینؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا، حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں مردوں کے منہ پر اور عورتوں کے پوشیدہ اعضاء پر مہر لگا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ عجیب سا خواب دیکھا ہے، اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، آپ مجھے اس کی تعبیر بتا دیں۔ ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ لگتا ہے کہ تم مؤذن ہو۔ اس نے کہا، جی ہاں، میں مؤذن ہوں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم رمضان المبارک میں سحری کے وقت طلوع فجر سے پہلے ہی اذان دے دیتے ہو اور تمہاری اذان کی وجہ سے لوگوں کا کھانا پینا اور جماع کا معاملہ بند ہو جاتا ہے۔

ایک فقیہہ کا درجہ پانے والا لوہار

ہمیں اذان کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف پکارا جا رہا ہوتا ہے۔ اس کا ایک ادب یہ ہے کہ اذان سنتے ہی دنیا کے کاموں کو چھوڑ کر نماز کی تیاری کرنی چاہیے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک لوہار (حداد) رہتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو بعد میں اسے کسی محدث نے خواب میں دیکھا۔ اس نے پوچھا، سنائیے آگے کیا معاملہ پیش آیا؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے درجے میں رکھ دیا گیا ہے اور اب میں ان کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ جس محدث نے یہ خواب دیکھا، وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ لوہار تو سارا دن لوہا کوٹتا تھا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دین کا کام کرنے والے تھے اور مسئلہ خلق قرآن کے معاملے میں قربانیاں دینے والے اللہ کے ایک مقبول بندے تھے، اس لوہار کو ان کے برابر مرتبہ دے دیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے دوسرے محدثین کو بتایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا کوئی نہ کوئی ایسا عمل ہے جو اللہ کے ہاں پسند آ گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اچھا، اس کے اہل خانہ سے پتہ کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس لوہار کی اہلیہ سے جا کر کہا کہ میں نے تمہارے خاوند کو خواب میں بڑے اچھے درجے میں دیکھا ہے، مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا کوئی عمل پسند آ گیا ہے، آپ مجھے اس کا کوئی خاص عمل بتائیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ ایک عیال دار اور غریب آدمی تھا، وہ سارا دن بھٹی میں لوہا کوٹتا رہتا تھا اور وقت پر نمازیں بھی پڑھتا تھا، اس کے علاوہ اس کی کوئی خاص عبادت نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا، پھر بھی ذرا سوچ کر بتائیں۔ اس کی بیوی نے سوچ سوچ کر بتایا کہ مجھے اس کی زندگی میں دو باتیں نمایاں محسوس ہو رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے اندر نماز اور اذان کا اتنا ادب تھا کہ اگر لوہا کوٹتے ہوئے کبھی اس کا ہاتھ اوپر ہوتا اور ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا اور عین اسی لمحے اللہ اکبر کی آواز آتی تو وہ اس کو مارنے کی

بجائے رکھ دیتا تھا کہ اب میرے مالک کے منادی نے پکارا ہے اور مجھے اب اس کے دربار میں حاضری دینی ہے...... اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ سارا دن محنت کر کے رات کو تھکا ہوا آتا تھا تو ہم میاں بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر سوتے تھے اور ہمارے پڑوس میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ساری رات اللہ کا قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے، یہ ان کی طرف دیکھتا اور حسرت سے ٹھنڈی سانس لیتا اور اور کہتا کہ میرے بچے زیادہ ہیں اور گھر میں کوئی اور بندہ ایسا نہیں ہے جو محنت کر سکے، مجھے ہی سارا دن لوہا کوٹنا پڑتا ہے اور اس محنت کی وجہ سے میں اتنا تھک جاتا ہوں کہ اللہ کی عبادت نہیں کر سکتا، اگر میری پیٹھ ہلکی ہوتی تو میں بھی امام احمد بن حنبلؒ کی طرح قیام کرتا۔ وہ محدث یہ سن کر فرمانے لگے کہ اذان کے اس ادب اور دل میں نیکی کا یہ شوق رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ عطا فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ اگر انسان کسی ایسے ماحول میں پھنس جائے کہ وہ نیکی نہ کر سکے تو کم از کم دل میں تڑپ ضرور رکھنی چاہیے کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ دل کی تڑپ پر بھی وہ نعمت اور اجر عطا فرما دیتے ہیں۔

ٹیلے کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا اجر

ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں قحط پڑا۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ ایک آدمی شہر سے باہر نکلنے لگا تو اس نے اپنے سامنے ریت کا ایک بڑا ٹیلہ دیکھا جو پہاڑ کی طرح تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے دل میں بات آئی کہ اگر میرے پاس اتنا آٹا ہوتا تو میں شہر کے سارے لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو اس وقت حکم دیا کہ جاؤ اور میرے بندے کے نامہء اعمال میں اتنا آٹا صدقہ کرنے کا اجر لکھ دو۔

اذان کا ادب بخشش کا سبب بن گیا

زبیدہ خاتون اللہ تعالیٰ کی ایک نیک بندی تھی، وہ فوت ہوگئی۔ کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں سیر کر رہی ہے۔ اس نے پوچھا، زبیدہ! تیرے نیک عمل تو بہت زیادہ تھے، اسی وجہ سے تمہیں جنت کے رتبے ملے ہیں۔ وہ کہنے لگی، نہیں۔ جن کاموں کو میں نیکیاں سمجھتی تھی ان کو تو اللہ رب العزت نے دیکھا ہی نہیں، ایک کام ایسا تھا جسے میں چھوٹا سا سمجھتی تھی، اللہ تعالیٰ کو وہ پسند آگیا جس کی وجہ سے میری بخشش ہوگئی۔ اس نے کہا، وہ کون سا کام تھا؟ کہنے لگی، میری عادت تھی کہ جب بھی مسجد سے اذان کی آواز آتی تھی تو اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی میں ادب کی وجہ سے اپنا دوپٹہ اپنے سر پر ٹھیک کر لیتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اذان کے ادب کی وجہ سے میری مغفرت فرمادی۔

احادیث مبارکہ میں اذان کی فضیلت

اب میں آپ کے سامنے چند احادیث مبارکہ بیان کرتا ہوں جن سے آپ کو اذان کی فضیلت کا پتہ چلے گا۔

☆ ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص جنت کے ٹیلوں پر ہوں گے۔

(۱) وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی۔

(۲) وہ شخص جس نے کسی قوم کی امامت کی اور لوگ اس کی امامت سے راضی رہے

(۳) وہ آدمی جس نے ہر رات دن میں پانچ نمازوں کی اذان دی۔ (ترمذی)

☆ ...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمار ہے تھے کہ قیامت کے دن مؤذن سب سے زیادہ لمبی گردن والے ہوں گے۔ (مسلم)

☆ ...... حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مؤذن کی

اذان کی آواز جتنی مسافت تک جن وانس یا کوئی اور چیز سنے گی قیامت کے دن اس کے لئے شہادت دے گی۔

☆ ...... حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کی روایت ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ثواب کی امید سے سات برس تک اذان دی اس کے لئے دوزخ سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (ترمذی)

☆ ...... حضرت سہل بن سعد ﷺ کی روایت ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ دو باتیں ایسی ہیں کہ جن کو رد نہیں کیا جاتا یا فرمایا کہ کم رد کیا جاتا ہے۔

(۱) اذان کے وقت کی دعا

(۲) جہاد کے وقت کی دعا جب لوگ باہم دست وگریبان ہوتے ہیں۔

☆ ...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ کا بیان ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو۔ جو میرے لئے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ وسیلہ جنت کے اندر ایک خاص مقام ہے جس پر اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندہ کو فائز کیا جائے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ بندہ ہوں گا۔ پس جو میرے لئے وسیلہ ملنے کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت لکھ دی جائے گی۔ (مسلم)

دعائے وسیلہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةِ وَالْفَضِيْلَةِ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهُ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَاد .

[اے اللہ! اے اس دعوتِ کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے مالک! تو محمد ﷺ

کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما دے اور ان کو اس مقامِ محمود پر پہنچا دے جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا]

تنبیہہ الغافلین میں لکھا ہے کہ

☆ ......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ

مریض جب تک مرض کی حالت میں رہے اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے، اس کے لئے ہر دن ستر شہیدوں کا عمل آسمان پر چڑھتا ہے پھر اگر اسے عافیت بخش دیں تو گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اگر اسی مرض میں موت واقع ہو جائے تو اسے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

......مؤذن اللہ تعالیٰ کا دربان ہے جسے ہر اذان پر ہزار نبیوں کا ثواب ہوتا ہے۔

......امام اللہ تعالیٰ کا وزیر ہے جسے ہر نماز پر ہزار صدیق کا ثواب ملتا ہے۔

......عالم اللہ تعالیٰ کا وکیل اور نمائند ہے جسے قیامت میں ہر حدیث پر نور عطا ہو گا اور ہر حدیث کے بدلے اس کے لئے ہزار سال کی عبادت لکھی جاتی ہے اور

......علم سیکھنے والے مرد ہوں یا عورتیں، اللہ تعالیٰ کے خدام ہیں جن کی جزا جنت ہی ہو سکتی ہے۔

☆ ......حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں پانچ قسم کے لوگوں کے لئے جنت کا ضامن ہوں:

(۱) نیک عورت جو اپنے خاوند کی تابع فرمان ہو۔

(۲) وہ بیٹا جو اپنے والدین کا فرمانبردار ہو۔

(۳) وہ شخص جو مکہ کے راستے میں فوت ہو گیا ہو۔

(۴) وہ شخص جو اچھے اخلاق والا ہو۔

(۵) وہ شخص جو کسی مسجد میں نیکی سمجھ کر ثواب کی غرض سے اذان دیتا ہو۔

☆......اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شہر میں مؤذن زیادہ ہوتے ہیں وہاں سردی کم پڑتی ہے۔

☆......فقیہہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ضحاکؒ نے فرمایا کہ جب حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی تو حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ چھت پر چڑھ کر اذان کہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اذان دینی شروع کی تو لوگوں نے مدینہ منورہ میں ایک شدید آواز محسوس کی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، جانتے ہو کہ یہ آواز کیسی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تمہارے رب کے حکم سے آسمانوں کے دروازے عرش تک بلال کی اذان کے لئے کھولے گئے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا یہ خصوصیت صرف بلال رضی اللہ عنہ کے لئے ہے یا تمام مؤذنوں کے لئے ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تمام مؤذنوں کے لئے یہ خصوصیت ہے۔ پھر فرمایا کہ اذان دینے والوں کی روحیں شہداء کی روحوں کے ساتھ اکٹھی رہتی ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ مؤذن کہاں ہیں تو یہ لوگ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر کھڑے ہو جائیں گے۔ سبحان اللہ۔

صحابہ کرامؓ کے دل میں اذان دینے کا شوق

صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اذان دینے کا بہت شوق ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر......

☆......سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو فرض حج ادا کر لینے کے بعد کوئی حج یا عمرہ ادا نہ کرنے کی مجھے کوئی پروانہ ہوتی۔

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے ایک بات کے سوا کسی بات کا افسوس نہیں کہ میں اس تمنا میں ہی رہا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے بیٹوں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے مؤذن بننے کی درخواست کرلوں۔

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو کسی جہاد میں شامل نہ ہونے کی کوئی پروانہ کرتا۔

☆......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی فرماتے تھے کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو جہاد نہ کرنے کی بھی مجھے کوئی پروانہ ہوتی۔

اذان کا ایک دلچسپ سفر

اب میں آپ کو ایک دلچسپ بات بتاتا ہوں......

کرۂ ارض پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں اذان کی آواز بلند نہ ہو رہی ہو۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں مؤذن بیک وقت اللہ رب العزت کی توحید اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا پرچار کررہے ہوتے ہیں۔

اگر دنیا کے نقشے پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی ممالک میں سے انڈونیشیا ایک ایسا ملک ہے جو کرۂ ارض کے عین مشرق میں واقع ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ ایک گنجان آباد ملک ہے۔ اس کی آبادی اٹھارہ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس ملک میں بے شمار جزیرے پائے جاتے ہیں جن میں سے سماٹرا، جاوا، سلیبز اور بورنیو بڑے بڑے جزیرے ہیں۔

☆...طلوعِ سحر سلیبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ اسوقت وہاں صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں اور عین اس وقت ڈھاکہ میں رات کے دو بج رہے ہوتے ہیں۔ طلوعِ سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزیروں میں اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن توحید و رسالت کا اعلان کررہے ہوتے ہیں۔

مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں اذان دینے کی باری آتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہاتوں میں اذانیں شروع ہونے سے پہلے ہی ملایا میں اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کے سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری جانب یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں اذان فجر کا ایک ہی وقت ہے سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔

اس دوران فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اور اس عرصہ میں اذانیں سعودی عرب، یمن، متحدہ عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔

بغداد سے اسکندریہ تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران سوڈان، شام، مصر اور صومالیہ میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول بلد پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں توحید و رسالت کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے۔ اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے۔ اس دوران میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یوں فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحرِ اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچ جاتی ہے۔

☆...... فجر کی اذان بحرِ اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

☆......ظہر کی اذانوں کا یہ سلسلہ ڈھاکہ میں شروع ہونے ہی لگتا ہے کہ مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔

☆......یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹے تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نمازِ مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔

☆......مغرب کی اذانیں سلیبز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے اور مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں......اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس وقت مغربی افریقہ میں ابھی فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔اس سے پتہ چلا کہ دنیا میں ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں اذان کی آواز بلند نہ ہو رہی ہو......سبحان اللہ! توحید و رسالت کی اس صدائے مسلسل سے اللہ رب العزت کا وہ فرمان بخوبی واضح ہو جاتا ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ

وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الم نشرح :۴)

[اور اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے]

مؤذنوں نے اذان کیا دی انہوں نے تو پوری دنیا کی فضا کو عظمتِ الٰہی اور رفعتِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو سے معطر کر دیا۔سبحان اللہ

عظمتِ الٰہی بیان کرنے کا ایک عجیب انداز

شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے عظمتِ الٰہی کے بارے میں ایک عجیب مضمون باندھا ہے۔وہ پڑھ کر بندے کو وجد آتا ہے۔آپ حضرات بھی ذرا سنئے تا کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ جب انسان نماز میں اللہ اکبر کہہ رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس کی کیفیت کیا ہونی چاہیئے ، یہ مضمون طبیعت پر ہر وقت متحضر رہنا چاہیئے ......وہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور ایک مطلب یہ ہے کہ بڑائی

صرف اللہ کے لئے ہے۔ دیکھو کہ ہمیں اللہ اکبر کے معانی بھی سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ ہم تو اب تک اللہ اکبر کے یہی معانی سمجھتے رہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ گویا ہم اوروں کو بھی بڑا سمجھتے رہے اور اللہ کو سب سے بڑا۔

وہ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت خالق و مالک ہے اور خالق و مالک کو بہت اختیار ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو بے علت لطف وقہر کا اختیار ہے۔

......اگر وہ چاہے تو خاک سے افلاک تک پہنچائے اور چاہے تو افلاک سے خاک پر لائے۔

......فضیل بن عیاض کو رہزنوں کے گروہ سے چنا اور ولیوں کا سردار بنایا اور بلعم باعور کو چار سو سال کی عبادت کے باوجود ولیوں کے گروہ سے نکال دیا۔

......خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بت پرستی سے نکال کر موحد بنا کر رکھ دیتے ہیں اور طاؤس الملائکہ عزازیل کو سات ہزار سال کی عبادت کے باوجود پٹخ کر رکھ دیتے ہیں۔

......وہ چاہے تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بت خانہ سے نکال کر صحابیت کی معراج عطا فرمائے اور چاہے تو عبداللہ بن ابی کو مسجد میں رکھ کر ذلیل بنائے۔

......وہ چاہے تو شقی کے دامن کے نیچے سے نبی کو پالے اور چاہے تو نبی کے دامن کے نیچے شقی کو پیدا کر دے۔

......وہ چاہے تو کتے کو ولیوں کی صفت میں داخل کر دے اور چاہے تو ولی کو کتوں کی مانند بنا دے۔

چشمِ عبرت کھولو۔۔۔۔۔

......آدم علیہ السلام کی حسرت

......ابراہیم علیہ السلام کی بے کامی

......نوح علیہ السلام کی فریاد

......یعقوب علیہ السلام کی مصیبت

......یوسف علیہ السلام کی بے بسی

......زکریا علیہ السلام کے سر پر چلتا ہوا آرا

......یحییٰ علیہ السلام کی گردن پر تلوار اور

......سیدنا رسول اللہ ﷺ کا بے تاب ہو کر بار بار آسمان کی جانب دیکھنا

یہ سب اللہ رب العزت کی کبریائی کے جلوے ہیں۔

خلیل علیہ السلام کو آذر کے گھر سے نکلتا دیکھو تو **یخرج الحی من المیت** پڑھو اور کنعان کو نوح علیہ السلام کے گھر سے نکلتا دیکھو تو **یخرج المیت من الحی** پڑھو۔

کبھی لطف بے علت جوش میں آتا ہے تو **کَلْبُهُمْ بَاسِطٌ** کہہ کر اس کا مرتبہ بڑھا دیتے ہیں اور کبھی قہر بے علت جوش میں آتا ہے تو معلم الملکوت کا لباس اتار کر **اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِیْ** کا داغ پیشانی پر لگا دیتے ہیں۔

اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو سب عیب ہنر ہیں

لطف الٰہی کا جھونکا چلتا ہے تو مردود کو مقبول اور بنتے اور خاک کو کیمیا بنتے ہوئے دیر نہیں لگتی۔

یہ بات جہاں ڈرنے کی ہے وہاں امید افزاء بھی ہے۔ اگر معاملہ استحقاق پر ہوتا تو ہم کسی گنتی میں بھی نہ آتے، شکر ہے کہ علت کو درمیان سے اٹھا دیا، جہاں پاک لوگ امیدوار ہیں وہاں ہم جیسے ناپاک بھی امیدوار ہیں۔

کوئی کتنا ہی آلودہ کیوں نہ ہو......

وہ ساحران فرعون سے زیادہ آلودہ نہیں،

نہ ہی اصحاب کہف کے کتے سے گیا گزرا ہے،

نہ طور سینا کے پتھر سے زیادہ جامد ہے،

نہ استوانہء حنانہ سے زیادہ بے قیمت ہے،

وہ تو حبشہ سے غلام پکڑ کر لاتے ہیں اور اسے بھی عزیمت کا تاج پہنا دیتے ہیں......

سبحان اللہ، سبحان اللہ......!!! معلوم ہوا کہ چونکہ وہاں قابلیت کا معاملہ ہی نہیں اس لیے اگر ہم بھی اس کے در پر جھکیں گے تو ہم کھوٹے سکے بھی قبول ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرمالیں۔آمین ثم آمین

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

روزہ اور تراویح کے جسمانی فوائد

حضرت اقدس دامت برکاتہم کا یہ بیان ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو بعد نماز مغرب بسلسلہء استقبال رمضان جامع مسجد اللہ اکبر ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی (لاہور) میں ہوا جس میں دور نزدیک سے کثیر تعداد میں متوسلین اور عوام الناس نے شرکت کی۔

اقتباس

رمضان المبارک کا مہینہ مؤمنین کے لئے سالانہ ورکشاپ کی مانند ہے۔آج کے سائنٹیفک دور میں پروفیشنل لوگ

......اپنے آپ کو اپ ڈیٹ کرنے کے لئے

......اپنے پروفیشنل نالج میں ترقی کے لئے اور

......اپنے لوگوں کی ترقی کے لئے

سالانہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے یہ تصور پیش کر دیا تھا کہ اے ایمان والو! تمہیں بھی اپنی جذبات اور کیفیات کو برقرار رکھنے کے لئے اور اپنے آپ کو روحانی طور پر اپ گریڈ کرنے کے لئے سال میں ایک مہینہ ایسا دیا جا رہا ہے جس میں تم قرآن مجید کی تعلیمات شروع سے لے کر آخر تک نئے سرے سے پھر سنو گے اور جذبوں کی سچائی کے ساتھ پھر عمل کا ارادہ کر لو گے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

روزہ اور تراویح کے جسمانی فوائد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰم عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّابَعْدِ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ . (البقرہ : ۱۸۳)

......وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ......

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ ......اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

شہنشاہِ حقیقی کا براہ راست خطاب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ . (البقرہ : ۱۸۳)

[اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے، جیسا کہ (یہ روزے) تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ]

اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا اعلان کیا گیا، لیکن ذرا اس آیت کی بناوٹ پر غور کیجئے کہ اس میں ایمان والوں کو براہ راست خطاب کیا گیا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والو!) یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو ماننے کا اقرار کر چکے ہو۔ یہ اللہ رب العزت کا ایمان والوں سے براہ راست خطاب ہے۔

تورات میں اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو ایک مرتبہ براہ راست خطاب کیا۔ اس پر وہ لوگ اتنے خوش ہوئے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُ اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ (المائدۃ : ۱۸)

[ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے چنے ہوئے بندے ہیں]

وہ ایک مرتبہ کے خطاب پر Superiority Complex (برتری کے وہم) میں مبتلا ہو گئے، جبکہ اللہ رب العزت نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤمنین کو قرآن مجید میں (۸۸) مرتبہ براہ راست خطاب فرمایا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ وقت کا بادشاہ اگر کسی خاکروب کو بلا کر اس سے خود بات کرے تو اس خاکروب کے لئے اس میں بڑی عزت ہوتی ہے کہ V.V.I.P Personality نے میرے ذمے کام لگایا۔ یہاں تو اس سے بھی انوکھا معاملہ ہے۔ اللہ رب العزت تو پروردگارِ عالم ہیں اور ہم لوگ اس کے پیدا کئے ہوئے بندے ہیں۔ اگر پروردگارِ عالم ہمیں براہِ راست خطاب فرما کر کچھ کہیں تو وہ کتنی اہمیت والی بات ہو جائے گی۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی قرآن پڑھتے ہوئے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ آئیں تو پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ متوجہ ہو جائے کہ اب شہنشاہِ حقیقی اس سے براہِ راست خطاب فرما رہے ہیں۔

روزہ قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے

اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ [تم پر روزے فرض کئے گئے]

اب اس خطاب کو سن کر دل میں مختلف سوچیں آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ سوچ بھی آئے کہ ہم سے ہمارے مالکِ حقیقی خفا ہو گئے ہیں اس لئے سال میں ایک مہینہ ہمیں دن میں کھانے سے منع کر دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس سوچ کو درست کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ تم پر یہ روزے نہ تو سزا کی وجہ سے فرض کیے گئے ہیں اور نہ ہی اس وجہ سے کیے کہ ہمیں اپنے Resources (وسائل) کے ختم ہونے کا خطرہ ہے، بلکہ فرمایا،

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

[جیسا کہ یہ روزے تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے]

یعنی یہ تم پر کوئی نئی پابندی عائد نہیں کی جا رہی بلکہ یہ عبادت کا ایک Continuation (تسلسل) ہے اور تم سے پہلے آنے والے لوگ بھی یہ کام کرتے رہے ہیں۔ اب جب مؤمن یہ سنتا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی روزے فرض تھے تو دل کو تسلی ہو جاتی ہے کہ اللہ رب العزت ناراض بھی نہیں اور سزا بھی نہیں ہے بلکہ یہ ایک عبادت ہے جو اللہ رب العزت کے قرب کا ذریعہ ہے۔

پھر روزہ فرض کرنے کا Objective (مقصد) بھی بتایا گیا کہ تمہیں بھوکا پیاسا رکھ کر تمہارے مالک کو کچھ نہیں ملے گا بلکہ اس کا فائدہ بھی تمہارے لئے ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ]

معلوم ہوا کہ جو یہ عبادت مؤمنین پر فرض کی گئی اس کا مقصد بھی مؤمنین کے اندر

اچھی صفات کا پیدا کرنا ہے۔اب جب پوری آیت کو پڑھتے ہیں تو پھر دل کو تسلی ہو جاتی ہے اور دل میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس عبادت کو بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کریں۔

نصیحت آموز قرآنی اسلوب

اس آیت سے ہمیں ایک اور نکتہ بھی ملا......ہم بھی اپنے گھروں میں کبھی بیوی کو حکم دیتے ہیں اور کبھی بچے کو حکم دیتے ہیں۔ہم سوچیں کہ کیا ہم بھی قرآنی اسلوب کو اپناتے ہیں؟......کیا ہم اس کو پہلے پیار سے بلاتے ہیں؟......جب اس کو کوئی بات کہتے ہیں تو کیا کبھی اس کے فوائد اور اس کی حکمتیں بھی ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ ان کا Conscious (شعور) کلیئر ہو جائے کہ یہ جو بات کہی جارہی ہے اس کے پیچھے وجہ کیا ہے۔ہم غلطیہ کرتے ہیں کہ Straight away (فوراً) دولفظوں میں ایک بات کہہ دیتے ہیں۔جب سننے والے کو پوری بات Clear (واضح) ہی نہیں ہوتی تو کئی مرتبہ اس کو Comply (تسلیم) کرنے میں مشکلات پیش آجاتی ہیں۔تو قرآن مجید نے ہمیں کتنا پیارا اسلوب بتایا ہے۔

سالانہ روحانی ورکشاپ

رمضان المبارک کا مہینہ مؤمنین کے لئے Annual Workshop (سالانہ ورکشاپ) کی مانند ہے۔آج کے سائنٹیفک دور میں پروفیشنل لوگ

......اپنے آپ کو اپ ڈیٹ کرنے کے لئے

......اپنے پروفیشنل نالج میں ترقی کے لئے اور

......اپنے لوگوں کی Improveoment (ترقی) کے لئے

سالانہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے یہ تصور پیش کر

دیا تھا کہ اے ایمان والو ! تمہیں بھی اپنی Feelings (جذبات) اور کیفیات کو Maintain (برقرار) رکھنے کے لئے اور اپنے آپ کو روحانی طور پر اپ گریڈ کرنے کے لئے سال میں ایک مہینہ ایسا دیا جا رہا ہے جس میں تم قرآن مجید کی تعلیمات شروع سے لے کر آخر تک نئے سرے سے پھر سنو گے اور جذبوں کی سچائی کے ساتھ پھر عمل کا ارادہ کرلو گے۔

واقعی رمضان المبارک میں شروع سے لے کر آخر تک قرآن مجید تراویح میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہوا ہے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے اگر ہم سال کے دوران سستی کے مرتکب ہوئے تو ہم اس کو ایک مرتبہ پھر سنیں اور نئے سرے سے بیٹری چارج کر کے ایک نئے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ایک انقلابی زندگی کا آغاز کردیں۔

حصولِ علم کا درخشاں تصور

ہمیں ایک مرتبہ ایک کورس کرنے کا موقع ملا۔ اس کا ٹاپک Effective Management تھا۔ ہمارے انسٹرکٹر ایک جرمن ڈاکٹر تھے۔ ان کا نام مسٹر براوڈی تھا۔ وہ اتنے قابل تھے کہ وہ دنیا کی سات مختلف یونیورسٹیوں کے وزٹنگ پروفیسر تھے ......ایک ہوتا ہے Efficient Manager (قابل منیجر) اور ایک ہوتا ہے Effective Manager (مؤثر منیجر) دونوں میں فرق ہے۔

Efficient Manager تو وہ ہوتا ہے جو دن رات اپنے کام میں لگا رہتا ہے خواہ آؤٹ پٹ کچھ ہو یا نہ ہو لیکن Effective Manager اس کو کہتے ہیں جو آؤٹ پٹ اور پروڈکشن دکھا رہا ہو۔

لیکچر کے دوران انہوں نے کہا کہ لوگوں کے ذہن میں ایک تصور تھا کہ لڑکپن میں پڑھتے ہیں، جوانی میں کام کرتے ہیں اور بڑھاپے میں آرام کرتے ہیں۔ اب یہ پرانا

تصور ختم ہوگیا ہے۔ اب یورپین کمیونٹی اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہمیں لڑکپن میں بھی پڑھنا ہے اور جوانی میں بھی جاب کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہنا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہم کسی پروفیشن میں کام کر رہے ہوں تو اپنے پروفیشنل نالج کو بڑھانے کے لئے ہمیں ورکشاپس، کانفرنسز اور سیمینارز Attend (اٹینڈ) کرنے چاہئیں اور اپنے آپ کو اپ ڈیٹ رکھنا چاہیے ورنہ ہم لوگوں سے پیچھے رہ جائیں گے۔

جب اس نے یہ بات کہی تو اس عاجز نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جی، میں بھی آپ کے ساتھ کچھ Share (شیئر) کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا، ضرور Share کیجئے۔ میں نے کہا، جی گزارش یہ ہے کہ یہ تصور یورپین کمیونٹی کا پیش کردہ نہیں، بلکہ اس سے بھی پرانا معاملہ ہے۔ اس نے پوچھا، وہ کیسے؟ میں نے کہا، آج سے چودہ سو سال پہلے جب ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت علم کا کوئی قدردان نہیں تھا۔ وہ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ ایک جاہل قوم تھی اور جس زمانے میں پیدا ہوئے اس زمانے کو زمانہء جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اتنے Arrogant (جاہل) لوگوں میں پیدا ہونے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے جب انسانیت کو تعلیم دی تو علم حاصل کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اطلبوا العلم من المهد الى اللحد

[تم علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر اپنی قبر میں جانے تک]

لہٰذا آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ آج یورپین کمیونٹی اس نتیجے پر پہنچی ہے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس نتیجے پر بہت دیر سے پہنچے ہیں اور میرے آقا ﷺ نے یہ Bright Idea (درخشاں تصور) پہلے سے دیا ہوا ہے۔

جب میں نے ان کو یہ بات کی تو تھوڑی دیر تو وہ سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے بریف کیس میں سے ایک ڈائری نکالی اور مجھے کہنے لگے کہ آپ اس کے اوپر اپنے نبی

علیہ السلام کا فرمان عربی میں لکھ دیں اور اس کے نیچے اس کی انگلش ٹرانسلیشن بھی لکھ دیں۔ جب میں نے لکھ کر دے دیا تو وہ کہنے لگے کہ

''اس وقت جتنے بھی Delegates (مندوبین) یہاں موجود ہیں میں ان کے سامنے Promise (وعدہ) کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں جس یونیورسٹی میں بھی لیکچر دوں گا میں وہاں لوگوں کو بتاؤں گا کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس بات کا حکم فرما دیا تھا۔''

ایمان کی چارجنگ

سبحان اللہ! دین اسلام نے ایسی تعلیمات دیں جو قیامت تک کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کے لئے کافی، وافی اور شافی ہیں۔ آج دنیا کانفرنسز اور سیمینارز کی باتیں کرتی ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ایک تصور دے دیا تھا کہ تم سارا سال اپنے کاموں میں مشغول رہو گے۔ کوئی Industrialist (صنعت کار) بنے گا تو کوئی Businessman (تاجر) اور کوئی یونیورسٹیوں میں پروفیسر بنے گا تو کوئی ہسپتالوں میں سرجن، تو ممکن ہے کہ اپنے اپنے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے تمہارا ایمانی جذبہ ٹھنڈا پڑ جائے اور ایمان کی بیٹری ڈاؤن ہو جائے۔ جس طرح (سیل فون) استعمال ہوتا رہے تو بیٹری ڈاؤن ہو جاتی ہے اور اسے پھر چارجر سے لگانا پڑتا ہے اسی طرح رب کریم نے بھی رمضان المبارک کا مہینہ ایمان والوں کے لئے ایمان کی چارجنگ کا مہینہ بنایا ہے۔ رمضان المبارک کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے دنوں میں روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے اور رات کو تراویح میں قرآن مجید سننا سنت بنا دیا گیا ہے۔ ان دونوں کاموں کا خود انسان کو ہی فائدہ ہوتا ہے۔ اس میں اس کے بہت سے روحانی اور اخلاقی پہلو بھی ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی جسم پر ان کے بہت اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ یہ عاجز آج آپ کے سامنے روزے اور تراویح کے ان اثرات کو وضاحت سے

بیان کرے گا جو انسان کے جسم پر مرتب ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے ایک واقعہ سن لیجئے۔

قرآن وحدیث میں طب کے رہنما اصول

ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔ بادشاہ کے پاس ایک عیسائی پادری آیا جو بڑا اچھا معالج اور حکیم بھی تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسے موقع دیا گیا۔ اس نے کہا کہ میں دین کا علم بھی رکھتا ہوں اور حکمت کا علم بھی جانتا ہوں، آپ سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تمام اصولِ زندگی موجود ہیں، کیا قرآن مجید میں انسان کی صحت کے متعلق بھی کوئی اصول بتایا گیا ہے۔ ہارون الرشید نے اپنے پاس موجود علما سے کہا کہ آپ اس کے سوال کا جواب دیں۔ چنانچہ ایک عالم ''علی بن حسین'' کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا، جی ہمیں قرآن مجید میں جسمانی صحت کے بارے میں ایک بڑا Golden Rule (سنہری اصول) بتایا گیا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ گولڈن رُول کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا (الاعراف: ۳۱)

[تم کھاؤ، پیو مگر اسراف نہ کرو]

یعنی Over Eating (بسیار خوری) نہ کیجئے بلکہ جتنی ضرورت ہے اتنا کھائیے اور پھر اللہ کے گیت گائیے۔ یہ جو Over Eating (زیادہ کھانے) سے منع کیا گیا ہے یہ ایک ایسا بہترین اصول ہے کہ اگر انسان اس پر عمل کرے تو اس کو زندگی میں بیماریاں آنے کے چانسز بہت کم ہو جاتے ہیں۔

وہ حکیم یہ سن کر کہنے لگا کہ میں حکیم ہوں اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک بہترین اصول ہے۔ اس نے پھر کہا، کیا تمہارے نبی علیہ السلام نے بھی روحانی تعلیمات کے

ساتھ ساتھ جسمانی صحت کے بارے میں بھی کوئی اصول بتایا ہے کہ آدمی اپنے جسم کی صحت کا خیال کیسے رکھ سکتا ہے؟ وہ عالم کہنے لگے، جی ہاں، اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ نے ہمیں جسمانی صحت کے بارے میں بھی بڑا انمول اصول بتا دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حدیث پاک Quote (بیان) کی، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے، تم جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے اور پرہیز علاج سے بہتر ہے''

جب عیسائی حکیم نے علی بن حسین کی زبان سے قرآن و حدیث میں موجود طب کے یہ رہنما اصول سنے تو وہ کہنے لگا،

''تمہاری کتاب اور تمہارے رسول ﷺ نے جالینوس کے لئے کوئی طب نہیں چھوڑی''......اللہ اکبر......!!!

آج ڈاکٹر لوگ Confirm (تصدیق) کرتے ہیں کہ ہماری Eating habits (کھانے کی عادات) ہی ہماری بیماریوں کو Decide (ڈیسائیڈ) کر رہی ہوتی ہیں۔ مثلاً

......اگر ہم بہت زیادہ چینی کھائیں گے تو شوگر کے مریض بن جائیں گے۔

......اگر بہت ہی زیادہ Creamy (ملائی دار) اور Juicy (رس بھری) چیزیں کھائیں گے تو کولیسٹرول لیول ہائی کر بیٹھیں گے۔

......اور اگر بہت ہی زیادہ چٹ پٹی چیزیں کھائیں گے تو السر اور بلڈ پریشر کے مریض بن جائیں گے۔

اس لئے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے۔ یہیں سے بیماریاں شروع ہوتی ہیں۔ اس لئے جو بندہ اپنے معدے کو کنٹرول کر لے، جو چیزیں انسان کے لئے فائدہ مند ہیں وہ استعمال کرے اور جو چیزیں نقصان دہ ہیں ان

سے بچ جائے تو وہ انشاء اللہ ان بیماریوں سے بچا رہے گا۔ تو حدیث پاک کا پہلا حصہ یہ ہے کہ معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے۔

حدیث پاک کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ ''تم جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے۔''

اب کچھ صوفی حضرات بیمار ہوتے ہیں تو دوائی نہیں کھاتے۔ اسی طرح کئی عورتیں دوائی تو منگوا لیتی ہیں لیکن کڑوی ہونے کی وجہ سے استعمال نہیں کرتیں ...... یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے ...... کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے۔ اس حدیث پاک کی رو سے اگر جسم کو کسی چیز کے کھانے کی ضرورت ہے تو اسے وہ چیز دینا حکمِ نبویؐ ہے۔ اور آگے فرمایا:

پرہیز علاج سے زیادہ بہتر ہوتا ہے

آج ہم اس معاملے میں بہت ہی زیادہ سستی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جہاں آپ دیکھیں کہ دستر خوان پر کسی نے سویٹ ڈش کی طرف پہلے ہاتھ بڑھایا تو آپ اسی وقت سمجھ لیں کہ یہ آدمی Diabetic (شوگر کا مریض) ہے ...... لوگ پراٹھے کھائیں گے، ان کی Arteries (شریانیں) بھی بند ہوں گی اور پھر کہیں گے کہ اللہ مالک ہے۔ بھئی! اللہ تعالیٰ تو مالک ہے لیکن پروردگار نے عقل بھی تو استعمال کرنے کے لئے دی ہے۔ جب عقل بتا رہی ہے کہ میں مریض ہوں اور مجھے مٹھائی سے منع کیا گیا ہے تو مجھے رک جانا چاہیے۔ لوگ اس کو توکل سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ گناہ ہے۔ یاد رکھیں کہ ......

''جس بندے کو ڈاکٹر کسی چیز سے منع کریں اور کہیں کہ یہ تمہارے جسم کے لئے نقصان دہ ہے، وہ اس کو کھا کر توکل کا مظاہرہ نہ کرے۔ اس سے اسے توکل کا ثواب تو نہیں ملے گا، البتہ اگر اس کے کھانے سے موت واقع ہوگئی تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن خودکشی کا عذاب ہو جائے۔''

لوگ تو میٹھا ہی کھا رہے ہوتے ہیں لیکن یہ ان کیلئے Slow Poison (سست

رفتار زہر) ہی ہے۔جس کی شوگر کنٹرول میں نہیں ہے اور اس کے پاؤں پر زخم بھی بنا ہوا ہے اور اس کے باوجود بھی وہ میٹھا کھا رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے میٹھا مت سمجھے بلکہ یہ مٹھائی کی شکل میں Poison (زہر) ہے۔

آج کی دنیا میں سب سائنسدان تسلیم کرتے ہیں کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ بلکہ انگلش کا مقولہ بھی ہے کہ

Prevention is better than cure.

(پرہیز علاج سے بہتر ہے۔)

زیادہ کھانے سے پیدا ہونے والی بیماریاں

انسان جو کچھ کھاتا ہے وہ اس کے بدن کی ضرورت ہوتی ہے۔مگر انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ

Excess in everything is bad.

(کسی چیز کی زیادتی ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے)

اس مقولے کے پیشِ نظر اگر ہم کسی بھی مشین کو اوورلوڈ کردیں گے تو بریک ڈاؤن کے چانسز بڑھ جائیں گے۔یہی حال انسان کے معدے کا ہے۔اس کو کھانے کی ایک مخصوص مقدار فائدہ دیتی ہے لیکن اگر اس میں زیادہ فیڈ کرنا شروع کردیں گے تو فائدے کی بجائے الٹا نقصان شروع ہو جائے گا۔Over eating (بسیار خوری) انسان کو صحت نہیں بلکہ بیماری دیتی ہے۔

زیادہ کھانے سے انسان کے اندر Fat (چربی) زیادہ آجاتی ہے۔وہ موٹا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا Weight (وزن) بڑھ جاتا ہے۔یہ وزن کا بڑھ جانا مؤمن بندے کے لئے ایک مصیبت ہوتی ہے۔وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔اگر وہ پیدل بھی چند قدم چل لے تو اس کو سانس چڑھ جاتا ہے۔اب وہ عبادت کیسے کرے گا۔اس طرح تو دنیا

کے کام کاج بھی نہیں ہوسکیں گے۔جس سے اپنا آپ نہیں سنبھالا جاتا وہ خدا کے کسی دوسرے بندے کو کیا سنبھالے گا۔یاد رکھیں کہ صحت موٹاپے کو نہیں کہتے بلکہ صحت اسے کہتے ہیں کہ انسان کی Physique (جسامت) ایسی ہو کہ وہ دیر تک کام بھی کرے تو وہ تھکے نہیں۔جب ایسا جسم ہو کہ کام کر کے تھکاوٹ محسوس نہ ہو تو بندہ سمجھ لے کہ اب میری صحت بہت اچھی ہے۔

اگر آپ غور کریں تو آج کے دور میں ایسی بیماریاں بہت عام ہیں جن کا تعلق Over Eating (بسیار خوری) سے ہے۔مثلاً بلڈ پریشر، شوگر، گیسٹرک السر وغیرہ۔کم کھانے سے جو بیماریاں ہوتی ہیں وہ آج کے دور میں نہیں ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اوپر اللہ رب العزت کی بہت زیادہ نعمتیں ہیں۔شاید کہ اتنی مادی نعمتیں پہلوں کے پاس نہیں تھیں۔لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ رب العزت کی جتنی ناشکری آج کے دور میں ہو رہی ہے اتنی ناشکری پہلے کبھی نہیں ہوتی تھی۔

کم کھانے کی عادت ڈالئے

انسان کی خوراک ہمیشہ اس کی ضرورت کے مطابق رہنی چاہیے۔اب ہر انسان کی خوراک اس کے جسم کے حساب سے اپنی ہوتی ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ انسان کو جتنی بھوک ہو، اگر وہ اس سے ذرا دو چار لقمے کم کھائے تو یہ ایک اچھی Eating habit ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ انسان کے پاس اللہ کی نعمتیں ہوں اور وہ پھر بھی بھوکا رہے اور جسم کو غذا ہی نہ دے.....ضرور کھائیے، مگر کتنا؟.....بدن جتنی ضرورت محسوس کرے اس سے چند لقمے کم کھا لیجیے تا کہ خوراک اچھے انداز سے Digest (ہضم) ہو کر جسم کا حصہ بن سکے۔

نبی اکرم ﷺ کا معمول

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کم کھانے کے عادی تھے۔آپ ﷺ کی نبوت کی پوری

زندگی میں تین Consecutive (لگا تار) دن ایسے نہیں آئے کہ آپ ﷺ نے تینوں دن پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔ اگر ایک دن کھانا کھاتے تو دوسرے دن فاقہ فرماتے اور اگر دو دن کھاتے تو تیسرے دن فاقہ ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ الزہراؓ اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو محبوبِ دو عالم ﷺ نے اپنی عادت کے مطابق ان کا کھڑے ہو کر استقبال فرمایا۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا، اے ابا جان! سیدنا علی ؓ آٹا لائے تھے، میں نے روٹیاں بنائیں، ایک روٹی سب کے حصے میں آئی، ایک میرے حصے میں بھی آئی، جب میں کھانے لگی تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ فاطمہ! تم تو کھا رہی ہو، پتہ نہیں کہ تمہارے ابا حضور کو کچھ کھانے کو ملا ہے یا نہیں۔ اس لئے میں نے آدھی روٹی بچالی۔ اب میں آپ کی خدمت میں وہ آدھی روٹی تحفہ کے طور پر پیش کرتی ہوں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے وہ آدھی روٹی قبول فرمالی اور اس کا ایک لقمہ اپنے منہ مبارک میں ڈال کر فرمایا،

''میری بیٹی فاطمہ! قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہء قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، تین دن سے تیرے والد کے منہ میں روٹی کا کوئی لقمہ نہیں گیا۔''

صحت مندی کا بہترین راز

ایک حکیم صاحب لوگوں کا علاج معالجہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کا خیال تھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی حکیم نہیں ہے اس لئے میرا کام خوب چلے گا مگر کتنے ہی دن گزر گئے کہ ان کے پاس کوئی مریض بھی نہ آیا۔ چنانچہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، جی میں تو اس لئے آیا تھا کہ میرا کام اچھا چلے گا لیکن یہاں تو میرے پاس کوئی آیا ہی نہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا،

''یہ لوگ کھانا اس وقت کھاتے ہیں جب انہیں سخت بھوک لگی ہوتی ہے اور ابھی کچھ بھوک باقی ہوتی ہے کہ یہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، اس وجہ سے ان کو بیماریاں کم لگتی ہیں۔''

یہ صحت مندی کا بہترین راز ہے جو اللہ کے محبوب ﷺ نے ان کو بتایا۔

پیغامِ عافیت

چونکہ انسانوں کی سمجھ، ان کا ایجوکیشن لیول، ان کے Resources (وسائل) اور ان کی Economic Conditions (معاشی حالتیں) مختلف ہوتی ہیں، اس لئے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر یہ مہربانی فرمائی کہ کوئی بندہ یہ Good Eating habit (کھانے کی اچھی عادات) اپناتا ہے یا نہیں، ان پر ایک مہینہ ایسا بھیج دیا کہ اس مہینے میں وہ زبردستی اس کا پابند ہو جائے تا کہ اس کو بھی فائدہ مل جائے۔ اس طرح ہر طبقہ کے انسانوں کے لئے رمضان المبارک صحت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ گویا یہ مہینہ ہر طبقہ انسانی کے لئے عافیت کا پیغام دیتا ہے۔

حقانیتِ اسلام کا ایک واضح ثبوت

مجھے ورجینیا (امریکہ) میں ایک عیسائی انجینئر ملے۔ باتیں کرتے کرتے وہ مجھے کہنے لگے کہ میں آج کل Fasting (روزہ داری) کر رہا ہوں۔ یعنی روزے رکھ رہا ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا، بھئی! کیا مطلب؟ وہ کہنے لگے، آپ لوگ بھی تو ایک مہینہ کے لئے Fasting (روزہ داری) کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا، ہاں۔ وہ کہنے لگے کہ اس میں Medically (طبی طور پر) اتنے فائدے ہیں کہ میں نے ان ظاہری فائدوں کی خاطر اپنی زندگی کا معمول بنا لیا ہے کہ میں بھی ہر سال ایک مہینہ روزے رکھتا ہوں۔ وہ غیر مسلم جنہوں نے ابھی اسلام بھی قبول نہیں کیا وہ بھی اسلامی تعلیمات کی

حکمتوں کو مانتے ہیں اور بسا اوقات ان کو اپنا کر دنیاوی فائدے اٹھاتے ہیں۔

شیر کی صحت کا راز

آج Normaly (عام طور پر) ہم جتنا کھاتے ہیں وہ ہماری ضروریات سے بہت زیادہ ہوتا ہے...... ایک دو مثالوں سے بات سمجھ میں آ جائے گی ...... شیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جنگل کا بادشاہ ہے۔ اس کے جسم کے اندر Muscle Strength اتنی ہوتی ہے کہ اگر وہ کبھی کسی جانور کے سامنے آ جائے تو اس جانور کی آدھی جان تو اسی وقت ہی نکل جاتی ہے۔ جب وہ چلتا اور دوڑتا ہے تو اس کے جسم کے خدوخال کو دیکھ کر بندہ حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ واقعی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کو جنگل کا بادشاہ ہونا چاہیے ...... اس کی خوراک کتنی ہوتی ہے؟

اس کو ہفتے میں ایک مرتبہ گوشت Feed (فیڈ) کیا جاتا ہے۔ ہمیں دنیا میں متعدد ایسی جگہوں کو دیکھنے کا موقع ملا جہاں شیروں کی خاص نسلوں کو Breed (افزائش) کیا جاتا ہے۔ ہم نے ان سے یہ سوال بارہا پوچھا۔ پوری دنیا میں ہمیں یہ چیز Common (یکساں) ملی کہ شیر کو ہفتے میں صرف ایک دفعہ ہی خوراک دی جاتی ہے اور وہ خوراک اس کے لئے پورا ہفتہ کافی رہتی ہے ...... ہم نے کہا کہ اس کو تو ہفتے میں صرف ایک دفعہ خوراک دیتے ہیں لیکن ہم ایک دن میں ماشاءاللہ کتنی بار کھاتے ہیں۔

مگرمچھ کی صحت کا راز

اس وقت دنیا میں جو ذی روح موجود ہیں ان میں سے سب سے زیادہ عمر والا Species (نوع) Crocodile (مگرمچھ) ہے۔ اس وقت بھی مگرمچھ کی عمر ڈیڑھ سو سال، پونے دوسو سال، دوسو سال تک جا رہی ہے۔ اس کے اندر Muscle Strength (پٹھوں کی طاقت) اتنی زیادہ ہے کہ اگر وہ شیر کا بازو بھی اپنے جبڑے میں

لے لے تو وہ بازو کٹ تو سکتا ہے مگر وہ چھوٹ کر واپس نہیں آ سکتا۔ اب اس بات پر ریسرچ کی گئی کہ اس کی لمبی زندگی اور اس کی Muscle Strength اتنی زیادہ ہونے کی وجہ کیا ہے تو پتہ چلا کہ اس جانور کی خوراک بہت تھوڑی ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ کروکوڈائل (مگرمچھ) کا وزن ۷۰۰ کلوگرام ہوتا ہے ......یعنی اگر ستر کلوگرام کا ایک بندہ ہو تو اس جیسے دس آدمیوں کے وزن کے برابر اس مگرمچھ کا وزن ہوتا ہے ......لیکن وہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ۷۰۰ گرام کھانا کھاتا ہے۔ یعنی ایک کلوگرام سے بھی کم ......سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمارا دوپہر کا کھانا بھی ماشاءاللہ دو کلو گرام کے برابر ہوتا ہے۔ اور تین کھانوں کے علاوہ چائے کے نام پر اور پتہ نہیں کہ کس کس کے نام پر ہم اور کیا کیا کھا رہے ہوتے ہیں۔ یہ دستور ہے کہ جب بھی کسی مشین کو Over burden کر دیا جائے تو اس مشین کی پروڈکشن صحیح نہیں ہوتی۔

سستی کیوں پیدا ہوتی ہے؟

دماغ ہر وقت ہمارے جسم کے خون کو مختلف Organs (اعضاء) کے درمیان تقسیم کر رہا ہوتا ہے۔ جب ہم بہت زیادہ کھا لیتے ہیں تو ہمارا دماغ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اب بدن میں سب سے زیادہ خون کی ضرورت Stomach (معدہ) کو ہے۔ ......جیسے کوئی فائر فائٹنگ کرتا ہے کہ جہاں ضرورت ہو وہاں زیادہ توجہ دو، وہاں ایمرجنسی نافذ کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح ہمارے خون کا ایک وافر حصہ معدے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ......حتیٰ کہ اس وقت ہمارے دماغ کو بھی تھوڑا خون پہنچ رہا ہوتا ہے، اسی لئے غنودگی طاری ہوتی ہے۔ زیادہ کھا لینے کے بعد جو غنودگی سی طاری ہوتی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دماغ جسم کے دوسرے اعضاء سے بلڈ کم کر کے Stomach (معدہ) کو بھیج دیتا ہے ...... گویا دماغ یہ کہتا ہے کہ اب مصیبت پڑ گئی ہے، اب اس خوراک کو بھی Digest (ہضم) کرنا ہے۔ چونکہ خون کا بہت کم حصہ باقی بدن کو ملتا ہے اس لئے بندہ

Lazy (ست) ہو جاتا ہے اور وہ زیادہ وقت سویا رہتا ہے۔

مشاہیر اور ان کی خوراک

دنیا میں جتنے مشاہیر بھی گزرے ہیں اگر آپ ان کی زندگیوں کو اس اعتبار سے دیکھیں کہ وہ کتنا کھاتے تھے تو یہ چیز آپ کو Common (یکساں) نظر آئے گی کہ ان کی خوراک بہت واجبی سی تھی۔ مثال کے طور پر......

(1) ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے ایسی ذہانت دی تھی کہ آپ کو لاکھوں حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ دن میں کتنا کھاتے ہیں تو فرمانے لگے کہ میں آجکل سات بادام کھا کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہوں اور میری پورا دن اسی پر گزر جاتا ہے...... اللہ اکبر!!!...... جتنے لوگوں کا آئی کیو لیول اچھا ہوتا ہے یہ سب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر Fat (چربی) تھوڑی ہوتی ہے اور ان کے جسم بہت اچھے ہوتے ہیں۔

(2) ...... مجھے ایک دفعہ ایک میوزیم دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے وہاں آئن سٹائن کی Mummy (حنوط شدہ لاش) دیکھی۔ یہ آئن سٹائن آج کی دنیا میں اس طرح Respected Figure (معزز) ہے جیسے دین کے حلقوں میں پیغمبروں کی عزت کی جاتی ہے۔ اس نے Theory of Relativity (نظریہ اضافت) پیش کیا۔ میں تو اس کا دبلا پتلا سٹرکچر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس کا وزن ساٹھ کلوگرام سے زیادہ نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا دماغ دیا کہ اس نے مادے اور انرجی کے ٹرانسفارم ہونے کی جو Equation (مساوات) دی آج اس کی بنیاد پر دنیا کے اندر سب سے زیادہ ریسرچ کی جا رہی ہے۔

ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ بھی اچھی Eating Habit (کھانے کی عادت) کو اپنائیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ اپنی اس Habit (عادت) کو کنٹرول

کرنے کے لئے ایک گولڈن چانس ہے۔ روزے کی کئی حکمتیں ہیں۔اس سے انسان نے اندر صبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر دل میں آتی ہے۔ہم پتہ نہیں کہ کتنا کھانا ضائع کر دیتے ہیں۔ جب خود بھوکے ہوتے ہیں تب پتہ چلتا ہے کہ ایک لقمے کی کیا ویلیو ہوتی ہے۔تو جہاں روزے کے اور فائدے ہیں وہاں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنےEating Scadual (کھانے کے شیڈول) کو کنٹرول کرسکتا ہے۔

وزن کم کرنے کا آسان نسخہ

ایک ہوتا ہے کم کھانا، یہ بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت ہے اور ایک ہوتا ہے آہستہ کھانا، یہ بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت ہے......اس میں ایک دلچسپ نکتہ ہے......آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہم میں سے بعض لوگ کھانے کے لئے دستر خوان پر بیٹھتے ہیں تو Within few minutes (چند منٹوں میں) دستر خوان سے بہت کچھ ان کے پیٹ میں شفٹ ہو چکا ہوتا ہے۔ جب کھانا کھا لیتے ہیں تو تھوڑی دیر کے بعد پیٹ پکڑ کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یار آج تو بہت کھالیا ہے۔اس میں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ مجھے ایک مرتبہ ایک ایسا مضمون پڑھنے کا موقع ملا جس کو کسی ملک میں ڈاکٹروں کی ایک ایسوسی ایشن نے چھاپا تھا...... یہ ایک پکی بات ہے......انہوں نے لکھا تھا کہ جو بندہ اپنے وزن کو کم کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ آہستہ کھائے۔ یہ چیز پڑھ کر یہ عاجز بڑا حیران ہوا کہ اب تک تو کہتے تھے کہ جو وزن کم کرنا چاہے وہ ڈائٹنگ کرے اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ جو وزن کم کرنا چاہے وہ آہستہ کھائے۔

بھوک ختم ہونے کا احساس

کھانے کے معاملے میں لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ۔ کچھ Dieting (ڈائٹنگ) کے قائل ہوتے ہیں اور کچھ Die eating (ڈائی ایٹنگ) کے قائل ہوتے

ہیں ......ہم نے یہ پہلی مرتبہ پڑھا کہ آہستہ کھانے سے انسان کا وزن گھٹتا ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک نئی چیز تھی۔ہم نے اس پورے لٹریچر کو پڑھا۔اس میں ایک عجیب بات لکھی ہوئی تھی۔اس میں لکھا تھا کہ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو ہمارا دماغ فیصلہ کرتا ہے کہ ہم نے کتنا کھایا ہے۔

یہی بات ایک مثال سے سمجھیں ......انسان کا سر بالکل سیدھا ہے یا جھکا ہوا ہے، اس کا Decision (فیصلہ) آنکھیں نہیں کرتیں بلکہ اس کا Decision (فیصلہ) دماغ کرتا ہے۔ہمارے کانوں میں ایک Canal (نالی) ہے جس میں Lequid ہوتا ہے اور وہ Lequid اپنا لیول Maintain کرتا ہے۔اس لیول کا سگنل جب دماغ کو پہنچتا ہے تو دماغ سمجھ لیتا ہے کہ سر سیدھا ہے یا جھکا ہوا ہے۔اسی طرح پیٹ بھرنے کا Decision ہمارا دماغ لیتا ہے۔اس سلسلہ میں دماغ دو طرح سے Decision لیتا ہے۔

(۱)......ایک تو اس طرح کہ انسان کے پیٹ کے اوپر کی جلد کے اندر Transpucer (ٹرانسپیوسر) لگے ہوتے ہیں۔یہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے Pick up (پک اپ) لگی ہوتی ہے۔جب انسان کھانا کھاتا ہے اور Stomach (معدہ) ذرا پھیلتا ہے تو وہ Transpucer (ٹرانسپیوسر) خود ہی Elongate ہو کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ اندر کتنی خوراک چلی گئی ہے۔مگر یہ Slow action Transpucer (سست رفتار ٹرانسپیوسر) ہیں۔یہ اپنا سگنل بنا کر دماغ تک پہنچانے میں سات منٹ سے لے کر دس منٹ تک لے سکتے ہیں۔یعنی اتنے وقفے کے بعد Pick up (پک اپ) دماغ کو بتائے گا کہ پیٹ بھر گیا ہے۔

(۲)......انسان کو دوسرا سگنل اس کے منہ سے ملتا ہے۔منہ ایک کرشنگ یونٹ ہے۔یہ یونٹ جتنی تیزی سے کام کرتا ہے یہ بھی دماغ کو پہنچ رہا ہوتا ہے۔ان دو سگنلز کو سامنے رکھ

کر انسان کا دماغ Decision (فیصلہ) لیتا ہے کہ پیٹ میں کتنی خوراک پہنچ چکی ہے۔

اب ذرا یہ دیکھیں کہ ہم کیا کرتے ہیں؟

ہم یہ کرتے ہیں کہ تین چار منٹ کے اندر اندر دو روٹیاں بھی کھا لیتے ہیں، پانی بھی پی لیتے ہیں اور سویٹ ڈش بھی کھا لیتے ہیں۔ ابھی پیٹ والا سگنل بھی نہیں پہنچا ہوتا اور اس سے پہلے ہم Over eat کر (زیادہ کھا) چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب اصل سگنل پہنچتا ہے تب ہم محسوس کرتے ہیں کہ آج تو میں نے بہت زیادہ کھا لیا ہے۔

اس کا ایک پروف (ثبوت) بھی ہے۔ فرض کریں کہ آپ کھانا کھا رہے ہیں اور آپ نے ابھی آدھی روٹی کھائی تھی کہ اتنے میں کوئی انٹرنیشنل کال آ گئی اور آپ فون سننے کے لئے چلے گئے۔ اگر آپ پانچ سات منٹ تک فون سنتے رہے جب واپس آئیں گے تو آپ کی بھوک مٹ چکی ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بھوک مر جاتی ہے۔ بھئی! بھوک نہیں مرتی بلکہ وہ جو چند منٹ گزرے ان میں پیٹ کا صحیح سگنل دماغ تک پہنچ گیا اور دماغ نے Decision (فیصلہ) لے لیا کہ بس اتنی خوراک کافی ہے۔

سلمنگ کلب جانے کی ضرورت نہیں

رمضان المبارک میں دن میں روزہ رکھنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہمارے بدن میں ذرا خوراک کم ہو......اچھا، جب بدن میں خوراک کم ہوتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ ......جب بھی معدے میں خوراک کم ہو اور بدن کو بھی اس کی ضرورت ہو تو بدن Fat (چربی) کو اسی وقت شوگر میں تبدیل کر کے استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ Steroids (سٹیرائیڈ) ہوتے ہیں جو بدن کے اندر Generate (پیدا) ہو جاتے ہیں اور وہ انسان کی Fat (چربی) کو شوگر بنا دیتے ہیں اور وہ پھر انسان کے بدن میں استعمال ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب انسان بھوکا رہتا ہے تو اس کی چربی پگھل رہی ہوتی ہے اور اس کا جسم سمارٹ ہو رہا ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ Slimming

club (سلمنگ کلب) میں جاتے ہیں اور پھر بھی ان کا جسم ہلکا نہیں ہوتا ان کو چاہیے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس مبارک سنت پر گھر بیٹھ کر ہی عمل کر لیں، انہیں سلمنگ کلب جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی بلکہ ان کی Fat (چربی) اپنے آپ ہی پگھلتی چلی جائے گی۔

تراویح کے جسمانی فائدے

ایک تو رمضان المبارک میں روزے رکھوائے گئے اور دوسرا رات کو تراویح کا حکم دیا گیا۔ ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تراویح کے روحانی فائدے تو ہیں، اس کے جسمانی فائدے کیا ہیں؟ تو بھئی! نماز کے روحانی فائدے تو بے شمار ہیں، ان کے ساتھ ساتھ اس کے جسمانی فائدے بھی ہیں۔

(۱)......عبادت بھی ورزش بھی

نماز ایک قسم کی Exercise (ورزش) ہے۔

ڈاکٹر دس سال پہلے کہتے تھے کہ جاگنگ کیا کریں، یعنی بھاگا کریں۔ پھر ثابت ہوا کہ جو جاگنگ زیادہ کرتے ہیں بڑھاپے میں ان کے پاؤں کی ہڈیاں پرابلم کرتی ہیں۔ لہٰذا اب ڈاکٹر آہستہ آہستہ Brisk walk (برسک واک) کرنے کا کہتے ہیں۔ برسک واک ذرا تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ انسان کے لئے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ برسک واک یعنی ذرا تیزی کے ساتھ چلنا بھی میرے محبوب ﷺ کی مبارک سنت ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ ایسے چلتے تھے جیسے کوئی اونچی جگہ سے نیچی جگہ کی طرف تیزی کے ساتھ اتر رہا ہوتا ہے۔ یہ میرے محبوب ﷺ کی سنت ہے اور آج دنیا نے بالآخر دھکے کھا کھا کر دنیا کے فائدے

کی خاطر میرے محبوب ﷺ کی سنت کو اپنالیا ہے۔

پھر ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ جو ہم دن میں ایک بار برسک واک کرتے ہیں یہ بھی اتنی فائدہ مند نہیں ہے، یہ دن میں کئی مرتبہ کرنی چاہیے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوا کہ بندہ ہر وقت واک ہی کرتا رہے اور کوئی کام نہ کرے۔ انہوں نے کہا، جی نہیں، انسان اتنی Exercise (ورزش) کر لے جس سے اس کی Heart beat (دل کی دھڑکن) تھوڑی سی تیز ہو جائے اور جو Fluid (سیال مائع) انسان کے اندر بلڈ کی شکل میں بہہ رہا ہے اس کی مقدار بڑھ جائے تا کہ یہ پوری شریانوں کو صاف کر دے۔ انہوں نے کہا کہ چند مرتبہ Exercise (ورزش) کرے اگر چہ تھوڑی ہی ہو۔ اگر وہ لوگ دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کے عادی ہوتے تو ان کو ایسی Exercise (ورزش) کے بارے میں سوچنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

ہمارے ایک دوست جاپان گئے۔ وہاں ایک جگہ پر ایک کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ تھی۔ انہوں نے بھی اس میٹنگ میں شمولیت اختیار کی۔ وہ کہنے لگے کہ آٹھ دس گھنٹے کی میٹنگ تھی۔ اس میٹنگ کے دوران وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کھڑے ہو جاتے اور اپنی کرسی کے ساتھ ہی کوئی بازو ہلا رہا ہوتا...... کوئی نیچے جا رہا ہوتا ...... کوئی تھوڑا سا آگے پیچھے ہو رہا ہوتا ...... گویا وہ کھڑے کھڑے ہاتھوں سے Light Exercise (ہلکی ورزش) کرتے اور بیٹھ جاتے۔ اس میٹنگ کے دوران انہوں نے تین مرتبہ بریک لے کر یہ Exercise ورزش کی۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہمارے ڈاکٹر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ Exercise (ورزش) کرنے کی بجائے چند مرتبہ Light Exercise (ہلکی ورزش) کر لی جائے تو اس کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ میں نے انہیں کہا، او اللہ کے بندو! تم یہ جو تھوڑی دیر کے بعد

چند منٹ کی Exercise (ورزش) کرتے ہو اگر اس کی بجائے تم دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھ لیا کرو تو آٹو میٹک Exercise (ورزش) ہو جائے گی۔

اب دیکھئے کہ ایک مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر یہ عمل کر رہا ہوتا ہے اور وہ مفت میں جسمانی فائدہ حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کوئی ان پڑھ بندہ جو پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں کہ نماز میں میرا جسمانی فائدہ کیا ہے، لیکن اگر وہ بھی پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کو بھی جسمانی فائدہ مل جاتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے کئی نوجوان نماز کی پابندی نہیں کرتے اور جو پابندی کرتے ہیں ان کو عبادت کا ثواب بھی مل جاتا ہے اور ان کی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔

(۲)......دائمی خوبصورتی کا راز

ہم ایک مرتبہ واشنگٹن میں Simthsonian Space Musium (خلائی عجائب گھر) دیکھ رہے تھے۔ ہمیں وہاں ایک ڈاکٹر صاحب ملے۔ انہوں نے ہمارا مسلمانوں والا حلیہ دیکھا تو بات چیت شروع کر دی۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ جو مسلمانوں میں زیادہ عبادت گزار ہوتے ہیں ان کے چہرے پرنور ہوتا ہے۔ میں نے کہا، جی بالکل، صلحاء کا نور ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اس کی ایک وجہ ہے۔ میں نے پوچھا، کیا وجہ ہے؟ وہ کہنے لگے کہ انسانی جسم کے وہ اعضا جو دل سے نیچے ہیں ان میں دل کے لئے بلڈ پہنچانا آسان ہوتا ہے اور جو اعضا دل سے اوپر ہوتے ہیں ان میں بلڈ پہنچانا دل کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے سر میں جتنا Flooded Blood (خونی بہاؤ) جانا چاہئے اتنا نہیں جاتا۔ مسلمان لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو سجدہ بھی کرتے ہیں۔ سجدے میں ان کا سر اور چہرہ نیچے ہوتا ہے اور دل اوپر ہوتا ہے۔ یہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس میں بلڈ Flooded (فلڈڈ) ہو کر انسان کے سر، چہرے اور پوری جلد کے اندر جا رہا ہوتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ اگر ذرا لمبا سجدہ کریں تو چہرے کے اندر خون محسوس ہوتا ہے میں نے

کہا، ہاں ۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بلڈ کی سرکولیشن جو ہر روز چہرے پر Flooded (فلڈڈ) ہو رہی ہوتی ہے یہ انسان کے چہرے کوتر وتازہ بنا دیتی ہے۔

میں نے سوچا کہ اگر عورتوں کو اس اصول کا پتہ چل جائے کہ نماز پڑھنے سے انسان کا چہرہ دیر تک معصوم نظر آتا ہے تو شاید وہ کریموں کو چھوڑ کر نفلی نمازوں کے پیچھے پڑ جائیں۔ اور واقعی آپ دیکھیں گے کہ جو بھی نیکو کار انسان ہوگا اس کے چہرے پر آپ کو ایک روشنی نظر آئے گی ۔ روحانی اثر اپنی جگہ مگر نماز کا یہ جسمانی فائدہ بھی ہے کہ وہ جو Flooded خون ان کو سجدوں میں پہنچ رہا ہوتا ہے وہ ان کے چہروں پر بہار کی سی تازگی اور خوبصورتی عطا فرما دیتا ہے۔

(۳)......شوگر لیول کنٹرول کرنے کا ذریعہ

ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی جب صبح کے وقت سو کر اٹھتا ہے تو اس کا شوگر لیول سب سے ڈاؤن ہوتا ہے۔ اسی لئے لیبارٹری میں کولیسٹرول چیک کروانا ہو تو کہتے ہیں کہ صبح کے وقت کھانے سے پہلے آئیں ۔ چونکہ اس وقت انسان کا شوگر لیول پہلے ہی ڈاؤن ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فجر کی صرف چار رکعتیں بنائیں ۔ اس وقت زیادہ لمبی Exercise (ورزش) کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ۔ بھلے قرأت جتنی لمبی کر لی جائے مگر Exercise (ورزش) صرف چار رکعت ہے۔

اس کے بعد ہم نے دو پہر کا کھانا کھایا اور ماشاء اللہ خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانا کھانے سے شوگر لیول اوپر چلا گیا۔ اب چار رکعتیں نہیں بلکہ بارہ رکعتیں بنا دی گئیں، کہ اب تمہیں زیادہ Exercise (ورزش) کرنے کی ضرورت ہے ۔ یعنی اگر تم یہ Exercise (ورزش) کرو گے تو تمہارا شوگر لیول کنٹرول ہو جائے گا۔

جب بارہ رکعتیں پڑھنے سے شوگر لیول کم ہو گیا تو پھر عصر کی نماز میں چار رکعتیں آپشنل بنا دی گئیں کہ اگر تم چاہو تو پڑھ لو ورنہ کوئی بات نہیں، تمہیں معاف کر دیں گے اور

باقی چار فرض قرار دی گئیں۔

ہوسکتا ہے کہ کسی کو عصر کے وقت بھوک لگی ہو اور اس نے عصرانہ میں کچھ کھا لیا ہو یا اس نے چائے پی لی ہو یا آئس کریم کھائی ہو۔ اس طرح شوگر لیول ذرا ہائی ہوسکتا ہے اس لئے مغرب کی نماز میں سات رکعتیں بنا دی گئیں۔

عام طور پر مغرب کے بعد عشاء کا کھانا کھایا جاتا ہے۔ جب ہم نے مغرب کے بعد Heavy (ثقیل) کھانا کھایا تو شوگر لیول پھر ہائی ہوگیا۔ اب سات رکعتوں پر ہرگز گزارہ نہیں چل سکتا تھا اس لئے سترہ رکعتیں بنا دی گئیں ...... اب یہاں پر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوپہر میں تو بارہ سے کام چل گیا تھا، اب بارہ کیوں نہیں، سترہ کیوں؟ فرمایا کہ دوپہر میں بارہ رکعتوں کے بعد تم نے ابھی جاگ کر کام کرنا تھا اور شوگر لیول ڈاؤن ہونے کے چانسز تھے اور اب عشاء کے بعد تم نے سونا ہے لہٰذا بارہ سے کام نہیں چلے گا بلکہ اب سترہ رکعتیں پڑھنی پڑیں گی۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ رمضان المبارک میں تو بندہ صبح روزہ رکھتا ہے اور سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو شام کے وقت جب افطاری ہوتی ہے تو پھر اس وقت خوب بھوک لگی ہوتی ہے۔ روزہ دار اس وقت اکثر Over eating (بسیارخوری) کر لیتے ہیں۔ وہ ملک شیک بھی پی لیتے ہیں، جوس بھی پی لیتے ہیں اور کھانے بھی خوب کھاتے ہیں۔ اس طرح ان کا شوگر لیول ایک دم ہائی ہو جاتا ہے۔ جب بہت زیادہ Over eating (بسیارخوری) کر لیتے ہیں تو پروردگار فرماتے ہیں کہ اب تمہارا کام سترہ رکعت سے بھی نہیں چلے گا بلکہ اب تمہیں بیس رکعت (تراویح) اور بھی ادا کرنی پڑیں گی تاکہ تمہارے جسم کو صحیح فائدہ پہنچ سکے۔

پروردگارِ عالم اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں کہ عبادت بھی ایسی رکھی کہ جس کا بندوں کو ہی روحانی اور جسمانی فائدہ پہنچ رہا ہوتا ہے۔ جب کوئی آدمی سفر پر نکلتا ہے تو سفر

میں Exertion (مشقت) ہوتی ہی رہتی ہے۔لہٰذا پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ اچھا جو فرض تھے وہ بھی ہم نے آدھے کردیئے اور جو نفل تھے وہ بھی تمہیں معاف کردیئے۔سبحان اللہ۔

رمضان المبارک کے لئے پلاننگ کی ضرورت

اب رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے۔ یہ ہمارے لئے روحانی اور جسمانی فائدوں کے دروازے کھول دے گا۔ لہٰذا ہمیں اس کے لئے ابھی سے تیار ہو جانا چاہیے۔اچھا بندہ ہر چیز کو پہلے Plan کرتا ہے۔اسی لئے کہتے ہیں کہ

Well plan, half done.

یعنی جس کام کو تم اچھا پلان کرلو گے سمجھ لو کہ وہ آدھا کام ہو گیا۔آج تو شادی کی پلاننگ بھی ایک سال پہلے سے کرنی شروع کردیتے ہیں۔ بزنس کی پلاننگ بھی پہلے سے کرتے ہیں۔اسی طرح ہمیں رمضان المبارک کی بھی پہلے سے پلاننگ کرلینی چاہیے کہ ہم نے اسے کیسے گزارنا ہے۔اس کی پلاننگ کے لئے کوئی ورزش تو نہیں کرنی ہوتی کہ بھئی اتنی ڈنڈ بیٹھکیں روز نکالنی شروع کردو۔اس کی پلاننگ یہ ہے کہ آپ اپنی مصروفیات کو ابھی سے ایسے بنادیں کہ رمضان المبارک میں اپنے آپ کو Light (ہلکا پھلکا) رکھنے کی کوشش کریں۔گھر میں شادی ہو تو بندہ پورا مہینہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھتا ہے کہ جی میرے گھر میں شادی ہے، میں نے اپنے آپ کو Light رکھا ہوا ہے تاکہ میں شادی بھگتالوں۔جیسے شادی گزارنے کے لئے ایک مہینہ اپنا سکیجول ٹائٹ کردیتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی،

......اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے وافر سے حصہ پانے کے لئے

......اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لئے اور

......اپنے رب کو منانے کے لئے

رمضان المبارک کے مہینے کے لئے Light planning (لائٹ پلاننگ) کریں۔اور ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ کتنے کام ہوتے ہیں جو بندہ خود کرتا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم رمضان المبارک میں اپنے سفروں کو، اپنے کاموں کو اور اپنی Meetings (میٹنگز) کو اس طرح Plan (پلان) کر لیں کہ ہم کچھ Light weight (ہلکے پھلکے) رہنے کی کوشش کریں۔ جب ہم Mentally (ذہنی طور پر) کچھ فارغ ہوں گے تو یکسوئی سے نماز بھی پڑھ سکیں گے اور تراویح بھی پڑھ سکیں گے اور پھر پریشر بھی نہیں ہوگا کہ ہم نے فلاں میٹنگ میں جانا ہے۔

ایک تو یہ تیاری ہے کہ ہم اپنے آپ کو ذرا Light loaded (ہلکا پھلکا) کریں اور دوسرا یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو رمضان المبارک کے سکیجول کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے کے لئے Mentally تیار کر لیں۔ آدمی کے اوپر ایک ڈر سا ہوتا ہے کہ اگر میں نے روزہ رکھ لیا تو کہیں میں کمزور نہ ہو جاؤں۔ ہم کالج میں انٹرمیڈیٹ کلاس میں پڑھتے تھے۔ وہاں ہمارا ایک دوست تھا۔ اس وقت اس کی عمر اٹھارہ سال تھی۔اس کا جسم اتنا Bulky (بھاری) تھا کہ اس وقت اس کا وزن ایک سو پانچ کلوگرام تھا۔لیکن وہ رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتا تھا۔ایک دن ہم نے اس سے پوچھا کہ تم رمضان المبارک کے روزے کیوں نہیں رکھتے؟ تو وہ کہنے لگا کہ میری امی کہتی ہیں کہ اگر تم روزے رکھو گے تو تم کمزور ہو جاؤ گے۔

آپ اپنے ذہن کو تیار کر لیجئے کہ اگر ہم نے ایک مہینہ تک کچھ کم بھی کھایا تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمارے جسم کی ضرورت تو بہت تھوڑی ہوتی ہے لیکن ہماری Eating habit (کھانے کی عادت) بہت زیادہ ہوتی ہے۔ڈاکٹروں نے لکھا ہے کہ جو انسان تین کھجوریں کھا لے اس کو اتنی کیلوریز مل جاتی ہیں کہ اس کو تین دن تک بھوک کی وجہ سے موت نہیں آسکتی۔ تین کھجوروں میں اتنی نیوٹریشن (غذائیت) ہوتی

ہے......!!!

ہم جتنا کھانا کھانے کی عادی ہیں رمضان المبارک میں اس سے کچھ کم کھانے کی کوشش کریں۔ یہ نہ ہو کہ صبح کی نماز سے کھٹے ڈکار آنے شروع ہو جائیں۔ اور ایسا بھی نہ ہو کہ ہم بالکل ہی نہ کھائیں۔ کچھ دوست ایسا کرتے ہیں کہ وہ عشاء کے وقت اتنا کھا لیتے ہیں کہ ان کے لئے صبح کے وقت اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چلو رات ہی میں جو کھا لیا سو کھا لیا، بس اسی پر روزے کی نیت کر کے سو جاتے ہیں۔ یہ ترتیب غلط ہے۔ رمضان المبارک کو اپنی طبیعت میں نہ ڈھالئے بلکہ اپنے آپ کو رمضان المبارک کی ترتیب پر چلانے کی کوشش کیجئے کیونکہ سحری کھانا بھی مستقل ایک عبادت ہے اور تہجد میں نوافل پڑھنا بھی ایک مستقل عبادت ہے۔

لیلۃ القدر پانے کا آسان طریقہ

اب آخر میں ایک نکتہ عرض کر دوں ...... وہ یہ کہ اللہ رب العزت بڑے کریم ہیں۔ انہوں نے رمضان المبارک میں ایک رات ایسی بنائی جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ اس کی تلاش کے لئے اعتکاف میں بیٹھا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ مجھے رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں عبادت کا ثواب ملے تو اس کو پانا بڑا آسان ہے۔ بلکہ ہر بندے کے دل میں تمنا ہوتی ہے کہ اسے لیلۃ القدر میں عبادت کرنے کا ثواب ملے ...... ہمیں یہ ثواب مل سکتا ہے، مگر کیسے؟

اس کے لئے یہ نکتہ سن لیجئے۔ یہ بڑا اپکا نکتہ ہے۔ معلوم نہیں کہ کتنے اللہ والوں کی صحبت میں رہنے کے بعد یہ نکتہ ملا......

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ ایک رات ہوتی ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ (القدر:۴)

[نازل ہوتے ہیں اس میں فرشتے اور جبرائیل امین اپنے رب کے حکم سے ہر کام میں]

اس رات میں سلامتی اور خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔ یہ سلامتی اور خیر و برکت کب نازل ہوتی ہے؟......اس کا کسی کو پتہ نہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس رات میں کتنے بجے وہ برکتیں نازل ہوں گی مگر اللہ رب العزت نے ایک اشارہ کر دیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ پروردگار فرماتے ہیں کہ جس رات میں بھی وہ برکتیں نازل ہوتی ہیں،

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر:۵)

[وہ (برکات) مطلع فجر (طلوع صبح صادق) تک باقی رہتی ہیں]

یہاں سے نکتہ ملا کہ جب بھی لیلۃ القدر ہوگی اور اس کی خاص برکتیں جب بھی شروع ہوں گی وہ شروع ہو کر صبح صادق تک ضرور رہیں گی۔ لہٰذا ہم جیسے کمزور مؤمن جو ساری رات عبادت نہیں کر سکتے، جب روزہ رکھنے کے لئے سحری میں اٹھتے ہیں، اگر اس وقت ہم تہجد کے چند نفل بھی پڑھ لیں تو یقیناً ہمیں لیلۃ القدر کی عبادت کا ثواب مل جائے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور اس مہینے کو ہمارے لئے رحمت بنا کر ہماری پریشانیوں کو دور فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمین .

مکتبۃ الفقیر کی کتب ملنے کے مراکز

- دارالعلوم جھنگ، پاکستان 0471-622832,625707
- مدرسہ تعلیم الاسلام، سنت پورہ فیصل آباد 041-618003
- معہد الفقیر گلشن بلاک، اقبال ٹاؤن لاہور 042-5426246
- جامعہ دارالہدیٰ، جدید آبادی، بنوں 0928-621966
- دارالمطالعہ، نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 0696-42059
- ادارہ اسلامیات، 190 انارکلی لاہور 7353255
- مکتبہ مجددیہ، اردو بازار لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ قاسمیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- عبدالوہاب، پنجاب کالونی، نزد رضوان مسجد کراچی 021-5877306
- مکتبہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد مدظلہ العالی مین بازار، سرائے نورنگ PP 09261-350364
- حضرت مولانا قاسم منصور صاحب ٹیپو مارکیٹ، مسجد اسامہ بن زید، اسلام آباد 051-2262956
- جامعۃ الصالحات محبوب سٹریٹ، ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ پشاور روڈ راولپنڈی

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد